

أَحْسَنُ تَقْوِيمٍ

پروفیسر احمد رفیق اختر

(تالیف: مکتوم، اسماعیل)

اللہ کے لیے _____

”جس کو نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں، نہ خیال و گمان کی
اس تک رسائی ہو سکتی ہے، نہ اوصاف بیان کرنے والے
اس کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں“-----
(حصن حصین)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُثَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ
مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ
وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ
يَشَاءُ ۚ (الزمر ٢٣: ٣٩)

اللہ نے بہت اچھی بات کتاب اتاری (یعنی قرآن) جس کی آیتیں
ملی جلی ہیں، دہرائی گئی، جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان
کی کھال کے روئیں (اس کو پڑھ کر) کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اللہ کی
یاد کی طرف ان کے (بدن کے) پوست اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔
یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس سے راستہ دکھاتا ہے۔

پیش لفظ

جدید سائنسی دور میں اسلام اور خدائے واحد، زوال پذیر نظریات متصور ہوتے ہیں۔ سائنس مغرب کی طرف اور مذہب مشرق کی جانب رواں دواں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کی ترقی یافتہ اقوام کی سائنسی، فنی اور تکنیکی مہارت اور لادینی، مادر پدر آزاد جمہوری نظریات اور نیو ورلڈ آرڈر کے سامنے دم توڑتا ہوا مغرورہ نظر آتا ہے۔ اسلام موجودہ دور کی امام نہاد تہذیب و ثقافت کے مقابلے میں ماحول عمل فرسودہ نظام دکھائی دیتا ہے۔ حقیقی سچائی کا حاشی و تجسس ذہن موجودہ علوماتی سیلاب کی طوفانی لہروں کے گرداب میں تھیر نظر آتا ہے۔ ایسے میں ایک فطری استاد پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب کثرت زہار لئے عمل بست و کشاد سے گزارتے ہوئے بس حجاب بیان ازلہ سے رہے ہیں کہ یہ آسمان بھی اک رستہ ہے۔

اللہ ترجیح اول ہے۔ لا الہ الا اللہ کا اس سے بہتر ترجمہ نہ کیا گیا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا شاہکار ہیں اس سے بہتر کانوں نے نعمت نہ سنی تھی۔ انبیاء اپنے زمانے کے ذہین ترین لوگ ہوتے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ بالائے حدود زمان و مکان ذہین ترین ہستی مبارک ہیں۔

قرآن اللہ کے الفاظ ہیں۔ قرآن لوح محفوظ ہے۔ یہ کتاب سائنس نہیں، کتاب تحقیق ہے۔ قرآنی معجزات ان فوق الفطرت نہیں بلکہ قوانین فطریہ ہیں۔

تصوف واحد طرز زندگی اور طریقت شریعت کی نیت ہے۔ مومن اور مومنہ ہم معنی ہیں۔ مناسب وقت میں اللہ تعالیٰ کو ترجیح اول منتخب کر کے ذکر اللہ کرتے ہیں۔ زندگی بذریعہ اجتہاد ترجیح اولیٰ کی حفاظت کرتے ہوئے معتدل زندگی بسر کی جائے۔ اعتدال بجز علم اللہ ممکن نہیں اور علم کو عمل پر فضیلت حاصل ہے۔ تحقیق انسانی علم اللہ تک پہنچ کر حقیقی شغل اختیار کر لیتی ہے۔ جبر علوم وقتی ہیں۔ علم الاسماء (حروف متعلقات) بنیادی انواع و اقسام کا علم ہے۔

استاذ معظم کی تصانیف و تقاریر میں

تمام اسلامی مکتب فکر اور جدید سائنسی علم سینے نظر آتے ہیں۔ حزن و ملال اور پر آشوب
 موجودہ دور کو استاد محترم فتنہ آخر زمان قرار دیتے ہیں۔ ان کی تصانیف و تقاریر عالم اسلام کو قرآن
 مجید کی طرف رجوع اور استقامت کا سبق دیتی ہیں۔ اپنی ترجیح اولیٰ کو چلتے ہوئے اسباب کی
 بجائے صاحب اسباب پر بھروسہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ صاحب خدا شناس ہیں۔ استاد
 محترم زیر نظر کتاب میں بھی ترجیحات کی مناسب ترتیب کرتے قرآن، تصوف اور اسلام کے
 مستقبل کے بارے میں خدشات دور کرتے ہیں اور عالم اسلام خصوصی طور پر نوجوان نسل کیلئے
 رشد و ہدایت کا ساز و سامان لئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اس فطری استاد کی
 کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

۲ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ (22 جنوری 2007)

محمد صدیق شیخ
 ایگزیکٹو سیکرٹری (چیف ممبر سیکرٹریٹ)
 پروجیکٹ کوآرڈینیٹس

قرآن زمان و مکان کے تناظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِلٰقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِلٰقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

خواتین و حضرات! سال کے سال آپ کی آمد ہمارے دل کی آبادی کا باعث ہے۔ جو بہت آپ کو علم سے، شعور کی پذیرائی سے، شناخت سے، خود آگمی سے خدا آگمی سے ہے، اس کیلئے بحیثیت ایک معمولی سے پتھر کے میں آپ کو مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جس سنگلاخ سر زمین سے ایسے شگوفے پھوٹتے ہوں، اللہ کے فضل سے وہ ملک وہ زمین، وہ امت، اور وہ قوم ہمیشہ سر فراز رہے گی، سدا بہار رہے گی۔ خواتین و حضرات! آج کے موضوع کے بارے میں ذرا سی کچھ غلطی ہوئی۔ میں نے اس کا عنوان بنایا تھا: قرآن زمان و مکان کے تناظر میں۔ نظر یہ زمان و مکان پر یہ کوئی جدا گانہ۔ کالہ۔ یا بات چیت نہیں ہے بلکہ آج کچھ ایسی باتیں ہیں جو شاید ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ زمان و مکان میں قرآنی تعلیمات کے ساتھ ہم نے کتنا انصاف کیا ہے؟ اور کیا جہاں نہیں کیا ہے؟ اور کیا اب ہم نے وہ روش پر لٹی ہے؟ کیا ہم نے انداز، نرم قرآن بدل لیا ہے؟ کیا ہم نے اللہ کی آیات کو ان کے اصلی پیش منظر میں، معانی میں اور جو پروگا کو منظور ہوا، کیا ان معنوں میں سمجھنے کی کوشش کی ہے.....؟

خواتین و حضرات! قرآن کے بارے میں جو بڑے بڑے اعتراضات ہمیں نظر آتے ہیں، جو بڑے بڑے فلاسفہ مغرب کے اعتراضات ہیں اور جو مشرق کے secularists کے اعتراضات ہیں، اگر میں انکا خلاصہ کروں تو اللہ کے بارے میں اور قرآن کے بارے میں ایک مختصر رنات وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی data زمین پر موجود نہیں ہے۔ وہ اس بات کو سوچنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اگر کسی کتاب کا دعویٰ یہ ہو کہ میں اللہ کی کتاب ہوں تو اس کتاب کو reject کرنے کے بعد، اس کو غلط ثابت کرنے کے بعد، کتنا آسان ہو جائے گا کہ ہم خدا سے بھی نجات پالیں گے۔ اُن دانشوروں کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ قرآن سے رہائی دراصل اس کائنات کے خالق و مالک سے رہائی ہے اور اگر خدا نہ ہو تو ہندو آزاد ہے جو چاہے کرے۔ پھر

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں شاید secular فلاسفی سے بہت آگے نکل جاؤں، میں دانشوران مغرب سے بھی آگے نکل جاؤں، میں آزادی کی وہ صورتیں اختیار کروں جو شاید ہر فرد و بشر کو شرمادیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کے دو datas زمین پر ہر وقت موجود رہے ہیں۔ پندرہ سو برس سے ہم ان datas سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک قرآنِ معظم ہے اور دوسرا قرآنِ مجسم ہے۔ آج کی بات قرآنِ معظم تک محدود ہے اگرچہ قرآنِ معظم کا ذکر قرآنِ مجسم علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہو نہیں سکتا مگر کوشش میں یہ کر رہا ہوں کہ آج ایک academic منہج میں آپ کو یہ بتانے کی کوشش کروں کہ ہم اللہ کے ساتھ کیسے behave کرتے رہے ہیں اور اعلیٰ ترین کتابِ علم کے ساتھ ہمارا وہ یہ صدیوں سے کیا ہے؟

خواتین و حضرات! سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن اپنی سب سے اولین حیثیت کیا قرار دیتا ہے؟ وہ اپنے اندر کس چیز کو اہمیت دیتا ہے؟ اور اگر حقوق کو وہ پکارتا ہے اور ہدایت کی خبر دیتا ہے تو ان کی کس چیز کو وہ سب سے پہلے پکارتا ہے؟ قرآنِ حکیم میں اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ قرآن جو عربی میں اتارا، یہ تمہارے غور فکر کیلئے، تدبر کیلئے، علم و دانش کیلئے اتارا تاکہ تم میری آیات پر غور کرو، سوچو اور سمجھو اور فرض کیجئے کہ ہم اس غور فکر کے قابل نہ ہوں، فرض کریں کہ ہم تعلیم سے آشنا نہ ہوں، فرض کیجئے کہ ہم قرآن کو بغیر سوچے سمجھے پڑھیں، فرض کریں کہ ہم جزوان سے نکال کر، چوم کر اور پڑھ کر دلیارہ اسے جزوان میں رکھ دیں اور ایک لمحے کیلئے بھی ہمارے علم میں، ہمارے وجدان میں، ہمارے خیال میں، نہ قرآن کی عظمت کا خیال آئے، نہ اس کے مضمون کا خیال آئے، نہ اس کے نافع کا خیال آئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ کی رائے آپ کے بارے میں کیا ہوگئی؟ ایک ہی آیت میں مختصر اللہ نے بتا دیا کہ:

”إِنَّ خَيْرَ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبِكْمِ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ“ (الانفال: 22)

(یعنی اللہ کے نزدیک بدترین جانوروں میں جو گونگے اور بہرے ہیں، جو سوچنے سمجھنے نہیں ہیں۔) یہاں پر وردگارِ عالم نے ان انسانوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا جو بغیر غور فکر کے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک اور آیت میں اللہ نے قرآن کی، اپنی کتاب کی، اپنے اقوال کی definition دی، فرمایا:

وَلَقَدْ جَنَنَهُمْ بِكُنُوبِهِمْ فَلَسَلْنَا عَلَىٰ عِلْمٍ (اعراف: 52)

(اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے منسلک کیا۔)

“قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَةَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ” (الانعام 97:6)

- 3

کیا یہ خد 'anthropology' کی بات کرتا ہے؟

(اے اول عمل! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔)

کیا ہمارا یہ فرض نہیں بننا کہ ہم ان معلومات کو، اس خبر کو، اس انداز تحقیق کو غور فکر سے پڑھیں۔

بار بار جو پروگرام عالم آپ کو غور و فکر کیلئے کر رہا ہے تو کیا وہ اپنے آپ کو توازن میں نہیں ڈال دیتا؟ کیا وہ اپنے آپ کو تنہید کے پلڑے میں نہیں ڈال دیتا؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اگر اس کی کوئی بات غلط ہے، اگر اس کی کوئی بات حقیقت شدہ نہیں ہے، اگر اس کی کسی بات میں وزن نہیں ہے، اگر وہ دورِ حاضر یا دورِ قدیم میں کسی ایسی حقیقت کے خلاف جو فاکٹل ہو چکی ہے، تو یقیناً آپ کا حق بننا ہے کہ آپ کہیں کسے پروردگار تیرے بندوں نے تمہارا عالم تجھ سے زیادہ حاصل کر لیا ہے۔

مگر خواتین و حضرات! ہر قسمی کی بات یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو کوئی عزت و وقعت نہیں دی۔ ہم نے اسے چوما بہت، چا بہت، جزدان لئے نئے بہت بنائے، ہم نے اسے بہت ہی عزت و وقار سے، جیسے آباؤ اجداد کی تصویریں سجاتے ہیں، ہم نے اس پر بار بھی ڈالے مگر ہم نے اس کے موصوعات پر کوئی حقیقت نہیں کی۔ یا ایک بڑی ہر قسمی کی بات ہے اور اگر کی ہوتی تو ہمیں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوتا کہ قرآن نے زمانہ قدیم سے اپنے وقت سے اور آنے والے وقت کے بارے میں ساری statements دی ہیں اور زمانے نے ثابت کیا، وقت نے یہ ثابت کیا کہ دلِ قدیم کے دانشور بھی غلط تھے، سائنس دان بھی غلط تھے، صرف اور صرف اللہ ہی سچا تھا اور اس سے بہتر کسی کی ذہن نہیں۔ اس سے زیادہ چٹائی کی ذہنی کی نہیں ہو سکتی۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ قرآن کتابِ تحقیق ہے اور سائنس کتابِ تحقیق ہے۔ ان دونوں میں یہ بہت بڑا فرق ہے جو ہمیں ہر صورت طوطا غاطر رکھنا چاہئے اور اگر تحقیق اور بنیادی خالق کی کوئی information غلط ہوگی۔ تو پھر ہم اس خالق کو مان نہیں سکتے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ انسان ہزار مرتبہ غلط کرے انسان رہتا ہے۔ اس کی جنس اس کا حلیہ اس کی location اس کی recognition اس کا نام نہیں بدلتا۔ ہزار غلطیوں کے باوجود بھی انسان، انسان رہتا ہے مگر، اگر اللہ ایک غلط بھی کرے تو اللہ نہیں رہتا، دیکھئے کیا تیرے خدا پر کہ اگر اللہ ایک بھی غلط کرے تو خدا نہیں رہتا، تو پھر آپ کے پاس کتنی بڑی وسیع زمین ہے۔ قرآن اتنی بڑی کتاب ہے، کتنی بے شمار اس میں معلومات ہیں۔ کیا آپ حیرت نہ کرو گے؟ ایک حیرت بھی نہ کرو گے؟ کہ اس information کو اس تعلیم کو، اس ساری بات چیت کو جو آپ قرآن میں پڑھ رہے ہو اگر آپ اس کو properly چیک کرو۔ تو آپ کو قرآن سے بھی نجات ہو جائے گی، خدا سے بھی نجات ہو جائے گی۔

حضراتِ گرامی! خواتین و حضرات! میں نے یہ بڑی سنجیدگی سے کوشش کی تھی کہ کسی

خواتین و حضرات! کچھ mentions میں آپ کو بتا دیا گا۔ ایک gynae کی بات ہے، بچے کی پیدائش کی بات تھی اور بڑی دیر کے بعد sonography آئی، بڑی تحقیق ہوئی، بڑی جدوجہد ہوئی مگر اس کے باوجود پندرہ سو برس پہلے کسی دور میں، کسی خور و دین کے بغیر کسی سونوگرافی کے بغیر پروردگار عالم بچے کی پیدائش کی کچھ stages گنا رہا تھا

”لَقَدْ خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّوَابٍ ثُمَّ مِنْ مُصْطَفَىٰ مُخَلَّفَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّفَةٍ“

(پھر بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا، پھر خلفہ سے، پھر خون کے قطرے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔۔۔)

خواتین و حضرات! اب ذرا خود تو سوچو، جب نیا کچھ تھی، نہ بارکیوں کے پرستے والی کوئی جگہ تھی، جب قرآن حکیم نے یہ statements دیں۔ gyanechologist اگر ان باتوں کو مان لے، اور ان باتوں پر ذرا سی تحقیق کرے Romans نے جو پہلی Anatomy دی۔۔۔۔۔ Greeks کے پاس یہ علم نہیں تھا۔ قرآن حکیم نے ان میں سے کسی بات کو follow نہیں کیا اللہ نے ان سب کو انکل پچھ اور نتاس کہا اور اپنی تحقیق کے مراحل کا خود ذکر کیا۔ میں اس پر آپ کو ایک internationally renowned top embryologist keithmoor کی وضاحت بتا رہا ہوں

His comments are record in which he said that I have no doubt in my mind that Mohammad, Jesus and Moses come from the same school اور کوئی cradet دیا ہوا نہ دیا ہو لیکن ایک credit ضرور دیا رسول ﷺ کو کہ یہ معلومات اتنی سچی ہیں، اتنی غیر معمولی ہیں کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ محمد ﷺ اور عیسیٰ اور موسیٰ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ پیغمبر ہیں، یہ سچے ہیں، یہ خدا کی طرف سے آپ کو تعلیم دیتے ہیں۔

They speak truth and only truth

خواتین و حضرات! بڑی عجیب و غریب کچھ آیات ہیں۔۔۔ اور embryology میں نسل انسان کی جو progresses زمانوں میں ہوئی ہیں، پروردگار نے ان کے بارے میں فرمایا

”قُلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الْفُتُورِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا“ (الدھر 1:76)

(بے شک آدمی پر ایک وقت گزار کر کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔)
 یا شبہ زمانے میں انسان کوئی ایسی شے نہ تھا کہ اس کا ذکر ہوگا، نہ قابل ذکر تھا، نہ موجود قابل ذکر
 تھا، نہ اس کی کوئی ایسی حیثیت قابل ذکر تھی، نہ وہ اپنے مقام میں کسی ترقی میں تھا، وہ اتنا حقیر تھا،
 اتنا پست تھا.... لوگ کہتے ہیں کہ شاید کائناتی ایک شکل قرار پائے وہ لپائی کی ایک صورت تھا۔ پھر
 اللہ نے اسے progress دی۔

”إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ“ (الدھر 2: 76)

(بے شک ہم نے انسان کو دیرے نطفے سے پیدا کیا۔)

یعنی پھر ہم نے single cell سے اسے جوڑ کر دیا، اب اس میں female اور male
 کے، single centre کو توڑ دیا، پھر اس سے آگے ہم نے اس کے بھلیا system اسے
 دیے شروع کئے۔ تہنیلہ (تاکہ اسے جانیں) اب ہم نے پایا کہ اس حقوق کو اور آگے بڑھائیں۔
 ”لَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا“ (الدھر 2: 76)

(پس ہم نے اسے سنا دیتا کر دیا۔)

ہم نے اس کو سماعت کے system دیے، اس کو بصارت کے system دیے، مگر یہ ابھی
 اس قابل کہاں ہوا تھا کہ ہمیں پہچان سکتا۔ پھر پروگرام عالم نے فرمایا
 ”إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ“ (الدھر 3: 76)

(بے شک ہم نے اسے راہ دکھائی۔)

اب ہم نے اس کو عقل و شعور بخشا، ہدایت بخشی۔ اب یہ اس قابل تھا کہ علم وصول کر سکے، اب یہ اس
 قابل تھا کہ ہدایت پاسکے اور کس لئے.....؟

”إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ وَإِنَّا نَعْلَمُ مَا نَفْسُكُمْ“ (الدھر 3: 76)

(یا حق! مانتا ہوں، نیکار کرتا۔)

آپ کو پتہ ہے کانر کسان کو کہتے مگر یہاں کانر کا مطلب یہ ہے کہ جو عقل و معرفت کا بیج ہی قبول
 نہیں کرتا۔ کانر وہ ہے جو عقل و دانش کا شعور کا بیج ہی اپنے اندر نہیں ڈال رہا۔ اگر وہ بیج ڈال دے
 وہ آگنا شروع ہو جائے، تو تحقیق و جستجو اور علم کا معیار آخری یہ ہے کہ وہ خدا کی تلاش کرے اور
 اللہ کو پا جائے۔ ہر قسمی سے آپ کی تمام علم و تحقیق، تمام جستجو تمام کوشش اگر اللہ تک نہیں پہنچ رہی تو
 اس کا مطلب یہ ہے کہ approach ناقص ہے، قلمی انداز ناقص ہے۔ تو آپ کو یاد رہے کہ

چاہیے، آپ کو fault discover کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ ہماری کس کم علمی کی وجہ سے ہم خدا کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔

ثواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ کی یہ بات بہت مدتوں بعد سائنس دانوں نے discover کی، نہ یہ قدیمی سائنس دانوں کے پاس تھی، نہ یہ قرآن کے زمانے میں کسی سائنس دان کے پاس موجود تھی۔ آجکل کے زمانے میں بلاخر سائنس دان اس بات پر متفق ہوئے اور وہ اصول قائم کئے کہ تمام حیات واقعی پانی سے پیدا ہوئی ہے اور پھر یہ بھی کہا کہ انسان آغا حیات میں محض ایک نفس واحد تھا اور حیات تمام ایک سنکھل cell سے شروع ہوئی۔ ان باتوں کا سمجھنا اگرچہ تھوڑا مشکل تھا مگر جو سوال میں نے آپ سے کیا تھا کہ عالم اسلام میں کیوں پہلے کسی نے علم کی کتابوں میں قرآن کے thesis نہ لکھے۔ معتزلیہ، اشاعرہ، ملازمہ یہ، جو Greek philosophy سے اتنے متاثر تھے جو لوگ Romans سے متاثر تھے، ان کو اس وقت کیوں خیال نہ آیا کہ قرآن ہی حکیم بنیادی حقائق کی جوابات کر رہا ہے، اس سے کسی کو منفرت نہیں۔

ثواتین و حضرات! آگے بڑھتے ہیں..... ایک عجیب و غریب بات جو اللہ نے فرمائی کہ ہم تجربے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم نے جاندار بنا لئے مگر ان کو بخش نہیں کر دیا، ہم نے ان کو fix نہیں کر دیا، ہم ان کی تحقیق کو اپنے مقصد پہلے متواتر ہلے چلے آئے ہیں۔ ان میں changes آتی رہی ہیں، ان میں mutations ہوتی رہی ہیں۔ اگر آپ یہ کہو کہ Darwin سچا تھا تو Darwin صرف partially سچا تھا اسلئے کہ Darwin نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اس نے تو اللہ کی زمین پر اللہ پہلے نہ کسی کم از کم اپنی جہتیں و جہتوں میں کسی معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد بہت تبدیلیاں ہوئیں، Darwin متروک ہوا اور یہی لے لے ہوا کہ بعض changes ایسی تھیں جو اس کے نظر پر پوری نہیں اترتی تھیں مگر خدا اس سے بہت پہلے آپ کو کہہ رہا تھا۔

نَعْنِ خَلْقَنَّهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شَفَا بَلَلْنَا أَمْثَالَهُمْ قَبِيلًا (الدھر ۲۸)
(ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں)
یعنی کہ ہم کہیں نہ کہیں D.N.A میں، embryo میں changes کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنے حالات کے مطابق آگے بڑھتا سکیں تاکہ ہم جو مقصد اس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حاصل کریں اور جتنی کہ

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ (الین 4.95)

ہا کہ وہ ایک ایسے توازن میں پہنچے جو ہمارا متائے کائنات ہے، جو ہمارا مطلب ہے۔ اس وجود انسان سے وہ ایسا علم پائے جو ہمیں جاننے کیلئے ضروری ہے تاکہ پورا خرم اس پر وہ چوتھا قانون لاگو کر سکیں: ”أَنَا هَلِكِيْنَةُ السَّبِيْلِ“..... بعض لوگ مصائبات کرتے ہیں کہ کیا fixity میں انسان بنایا گیا؟ کیا اُسے شخص اور fix کر دیا گیا؟ کیا اللہ نے اُس کے gene کو ابتدائی شکل میں ہی ایک عمل انسان کی صورت میں بحال کیا؟ اگرچہ مطلب تو انسان ہی بنانا تھا، انسان ہی کو develop کرنا تھا مگر اُس کے اندر سے کوئی ایسی چیز نکالنی نہیں تھی، کوئی ڈاٹ نہیں تھی۔ پروگرام نے تمام خصوصیات کے بارے میں ایک اصول دیا اور فرمایا

”الْعَمَلُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَعٌ مِّنْیْ وَتِلْكَ وَرُزْنٌ مِّنْیْ یُزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یُشَآءُ ۚ مَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“ (فاطر 135)

(سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو درجہ، تین تین، چار چار پر ہیں۔ بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔) جو چیز بناتا ہے بنانا ہے اس نے حقوق کی ابتدا کی، دواؤں والے بنائے، چار پاؤں والے بنائے، زیادہ پاؤں والے بنائے، مگر وہ یہ پاؤں بنا کر ختم نہیں کر بیٹھا بلکہ اس نے جس کے genes میں چاہا، بہتری پیدا کی جس میں چاہا، mutation create کیس، embryo میں changes پیدا کیس، سنے جو چاہا کیا.....

ثواتین و حضرات! میں آپ سے سوال کر رہا ہوں کہ اچھی technical scientific گفتگو جو اللہ قرآن میں کرنا رہا ہمارے تیرہ سو برس کے علماء میں سے کسی نے اُسے آگے بڑھایا؟ کس نے خدا پر اعتبار کیا؟ آج ہم ایک گھڑی بھر میں یورپ اور مغرب سے آئی ہوئی کسی بھی تحقیق کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان مسلمان عالموں نے اتنا بڑا chapter قرآن حکیم میں سے کیسے چھوڑ دیا؟ کیا یہ تو نہیں ہوا کہ وہ غور و فکر کی بجائے رسم و رواج کے قرآن کو قبول کر کے اُس کے دروازے بند کر بیٹھے؟

ثواتین و حضرات! میں ابھی جو آپ کو مثال دوں گا وہ یہ ان کیس ہے۔ بہت پہلے تین ہزار برس پہلے Ptolemy of Greece نے جدول شمسی دیا۔ Ptolemy کی جدول شمسی مانی گئی تھی کہ ان لوگوں نے بھی مانی جو قرآن پڑھ رہے تھے، جو قرآن پڑھا رہے تھے۔

Ptolemy نے کہا کہ زمین ساکن ہے اور باقی سیارہ ہیں اور اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔
Ptolemy گیا، قرآن آیا، قرآن کی بعض sciences progress کرتی رہیں،
Copernicus کا زمانہ آیا، Galelio کا زمانہ آیا مگر progress of thought نہیں ہوئی بلکہ سارا شفت ہو گیا۔ کاپرکنس نے 1542ء میں کہا کہ سورج ساکن ہے
Infact they were fighting about this simple fact.....
کہ کوئی نہ کوئی چیز ساکن ہے کوئی نہ کوئی چیز سیارہ ہے۔ جو ثابت ہیں وہ سیارہ ہیں مگر دیکھئے تو کسی جگہ
میں قرآن کیا کہہ رہا تھا۔ یہ نہ ان کن بات ہے کہ عصر گزرے، سال با سال گزرے، صدیاں
گزریں، کسی مسلمان نے اللہ کی بات پر اعتبار نہ کیا بلکہ جو ان کن بات یہ ہے کہ انیسویں صدی
میں اسلام کے خلاف یہ بات ہوئی کہ Islam is not a religion of science. کیونکہ اس کے علماء نے انیسویں صدی تک یہ توئی دیا کہ اگر کوئی شخص کہے گا کہ زمین گول ہے یا
زمین متحرک ہے تو ہم اس کی گردن ماریں گے کیونکہ بطلیموس نے یہ نہیں کہا اور جو ان کن بات ہے
خواتین دھڑا اٹھ کر قرآن ایک دن کے لئے بھی ان سے چھپائیں تھا اور مسلسل پروردگار عالم
ایک نبی بات کہہ رہے تھے

”وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يُجِيرُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ (لقمٰن 29:31)

(اس نے سورج اور چاند کو سخر کر دیا۔ ہر ایک ایک مقرر معیار تک چلتا ہے۔)

سورج کیا، چاند کیا اور ستارے کیا، سارے کے سارے چل رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی ساکن
نہیں ہے، ان میں سے کوئی کھڑا نہیں ہے نہ Ptolemy درست، نہ Copernicus
درست، نہ Galelio درست..... بات عہدہ جوا اللہ نے بڑے کمرے انداز میں کہی..... کیا سوال
نہیں پھیرا ہوا ہے کہ ہمارے مفکرین، دانشور اور اسلام کے فلاسفہ جن کی باتیں ہم آج کتنے عزت
دہنہ ام سے پڑھتے ہیں مگر اس chapter میں ایک statement بھی کسی مسلم سائنس دان
کی نہیں ملتی کہ تمام سیارہ ہیں اس میں ثابت کوئی نہیں ہے..... کائنات ایک سمندر کی طرح ہے اور
اس میں سب چل رہے ہیں، نہ صرف یہ کہ چل رہے ہیں، بلکہ نہیں میں پروردگار نے مزید بڑی
عجیب و غریب بات کہہ دی

”وَكُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ“ (نہین 40:36)

(اور ہر ایک اپنے اپنے فلک میں حیر رہا ہے۔)

مگر کسی مسلمان منکر کو توفیق حاصل نہیں ہوئی کہ وہ اس پہلو پر غور کرنا۔ اقبال نے کیا خوبصورت بات کہی

از نہیں او آساں بگری

throughout ہندوہوس ہم نے سورۃ نہیں سے ایک سبق سیکھا ہے کہ مرنے والا تکلیف میں ہو، سانس اٹکی ہو، سکرات کا عالم ہو تو نہیں پڑھ دو اور وہ چھٹی کر دے گا۔۔۔ خوف کے مارے ہی چھٹی کر دے گا۔۔۔

آئن ایم cosmology میں مغرب سے ایک ہزار سال آگے ہوتے۔۔۔ جب کوئی Sir James Jeans کہتا کہ Everything is moving in the universe تو ہم اُسے یہ کہتے کہ ہمیں یہ پہلے ہی پتہ ہے۔۔۔ مگر ہم نے قرآن کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ ہم نے اس کے ان ظہم کی معرفت کو درخور اعتناء نہیں سمجھا، ہم نے اپنی تو جہات ان مسائل کی طرف لگائے رکھی۔ ہم نے اپنی اپنی گروہی positions کی خاطر قرآن کی آیات پڑھیں، انہیں اپنے اپنے حق میں استعمال کرتے رہے۔ سارے قرآن میں ان کو ایک ہی آیت یاد رہی۔

”فَرِيقٌ مِّنْهُمْ“

کہ تم میں سے ایک فریق ہے، جو سارے مسلمانوں کو نجات دلانے گا۔ ہر روز ایک نیا فریق پیدا ہو کر قرآن کی یہی آیت quote کر رہا تھا کہ دیکھو اللہ نے کہا کہ تم میں سے ایک فریق ہو گا جو ناجی ہو گا، جو تمہیں نجات دلانے کا اور وہ ہم ہیں۔۔۔

خواتین و حضرات! علم کی اتنی بڑی رسوائی اور اتنے بڑے ننانوں میں، اتنی صدیوں میں پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی اور اللہ کو جتنا offend ہم کر سکتے تھے، ہم نے کیا۔ ہم نے غیروں کی باتوں پر اعتبار کیا، ہم نے ظلمے پر اعتبار کیا، اس لئے کیا کہ ہم جتنی فقیر کے نادان تھے۔ جیسے آئن ایم بمقابلہ یورپ اپنی ذہنی طاقتوں کے حامل ہیں۔ ہم میں یہ شعوری نہیں پیدا ہو رہا۔ eastern hemisphere کا brain quantity میں اُس سے کہیں بہتر ہے۔ مگر ہم اُن کی طرف سے آئی ہوئی ہر ایجاد کو تیرت، اوجھڑا کر دشت سے دیکھتے ہیں۔ ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی ایجاد ہم پر ان کا رعب بڑھاتی ہے خوف بڑھاتی ہے۔

خواتین و حضرات! یہ بات زمان و مکان کے بارے میں ہے۔ میں بڑی اداوی سے

22

throughout the centuries of the knowledgeability, Islam
 school of thoughts was absolutely negligible
 thoughts کو رہیں، رسم و رواج کو رہیں، نماز کی اقسام میں رہیں، روزے کی اقدار میں
 رہیں۔۔۔

Which were very simple problems
 کیسے پڑھتے ہو؟ It is not the headache of God! اگر نماز اللہ کی پڑھتے ہو یا اللہ
 کے بغیر سر ہوتی اور دنیا کی پڑھتے ہو تو یہ اللہ کا concern ہو سکتا ہے۔ اللہ کا concern
 پانچوں سے نہیں تھا۔۔۔

مذہب بنے جڑتے چلے گئے، رسم و رواج add ہوتے گئے اور وہ جو پروردگار نے کہا
 تھا کہ میں نے اس قرآن کی ہر آیت کی تفصیل علم سے دی ہے، وہ علم بیس صدیوں میں نظر نہیں
 آیا۔ اگر نظر آتا، وہ بنیادی اصول نظر آتے تو آپ یقین جانو کہ آج تک، اس وقت تک
 sciences نے cosmology میں، anthropology میں سوشیالوجی میں اور بے
 شمار ایسے اصولوں میں آج تک کوئی ایسی ترقی نہیں کی سوائے اس کے کہ انھوں نے تاریخ کے
 کشیدہ و راق سے، سوائے اس کے کہ انھوں نے کہیں سے عقل کی سنی سنائی باتوں کو نکالا اور خصوصی
 طور پر ایسا لگتا ہے کہ اہل مغرب اس وقت تک ترقی کرتے ہیں جب تک وہ قرآن کی کسی آیت
 کے مطابق نہیں آجاتے مگر کیا قرآن نہایت تم کو دی؟ قرآن نے آج تک یہ باتیں تم نہیں
 کہیں۔ ایک بڑی Important بات جو زمان و مکاں کے بارے میں تھی، قرآن اس سے آج
 بھی differ کر رہا ہے۔ قرآن نہ سائنس دانوں سے agree کرتا ہے نہ خلا سف سے
 agree کرتا ہے، وہ اپنی جگہ پر ایک بڑی solid statement دہرا رہا ہے کہ یہ کائنات
 یہ زمین، یہ آسمان، یہ زندگی، انسان۔۔۔

”كُلُّ يَجْعَلِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى“ (الفنن 29:31)

(تمام اپنے وقت مقرر تک چلا رہے ہیں۔)

خواتین و حضرات ذرا غور کیجئے کہ کیا مقررہ وقت بھی infinite ہو سکتا ہے؟ غور کیجئے گا
 کہ کیا کوئی وقت مقرر بھی infinite ہو سکتا ہے؟ قرآن حکیم کے بقول زمانہ infinite نہیں
 ہے زمانہ fininte ہے۔ اشیاء کے خدا تک پہنچنے تک کے وقت کا تم کہتے ہیں اور کیا کسی مردے

کو بھی وقت گننا آتا ہے۔۔۔۔۔ Can deads count time.؟ یہ زندگی کے ساتھ ایک قدرہ وابستہ ہے۔ نہ یا حتی ہونا کہ حتی جتنا سے مغرب کے فلاسفر نے بتایا، نہ یا حتی عجیب و غریب حتی کہ اس پر کسی کی دھڑکن نہ ہوتی۔ اشیاء کے اپنے انجام تک پہنچنے کے process کو وقت کہتے تھے۔ اگر انسان نہ ہوتا، وقت بھی نہ ہوتا۔ اگر احساسِ زماں نہ ہوتا تو وقت نہ ہوتا۔ اگر جلدی نہ ہوتی تو وقت نہ ہوتا۔ ایک جھک میں جب آپ کھڑے ہوں تو آپ کو پتہ ہے کہ jumble کیوں ہو جاتا ہے؟ اس لئے کہ space نہیں رہتی اور جو نام space کو چاہئے، وہ اسے نہیں دے جیسے space قائم رہے تو آپ کو کوئی problem پیش نہیں آتی۔ مگر جب space نہ رہے تو آپ کا نام ضائع ہو شروع ہو جاتا ہے۔ نام کا ایک قصور یہ بھی ہے its a space in space جب جگہ نہ رہے گی۔۔۔۔۔

يَسْتَلُوْۤنَكَ عَنِ السَّاعَةِ (الاعراف 187:7)

(قیامت کو پوچھتے ہیں)

قیامت تو بھی آئے گی ماں، جب جگہ نہ رہے گی۔ قیامت تب آئے گی جب اشیاء کے تصرف کو ان کا مقام نہیں ملے گا، اس لئے پرانے عرب لوگ کہا کرتے تھے کہ
”الْوَقْتُ سَبْفٌ قَاطِعٌ“

(وقت کا حتی ہوئی گوار ہے۔)

وقت چیزوں کی تقسیم ہے، حیات کی تقسیم ہے، یہ اپنی ذات میں کوئی independent شے نہیں ہے۔ ایک غلطی کی وضاحت کرتا چلوں۔۔۔۔۔ جناب علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے برہگان کو جب یہ حدیث سنائی

”لَا تَسْبُؤُا اللّٰهَ اَنَا كُفْرٌ“

(زمانے کو برا نہ کہو میں زمانہ ہوں۔)

تو وہ پاچہ تھا، اپنی کری سے اچھل کر زمین پر گر پڑا، کہنے لگا: I swear Mohammad is the prophet. کیونکہ prophet کے بغیر تو کوئی یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا۔

خواتین و حضرات! اگر آپ غور کرو۔ تو یہ وقت کی تعریف نہیں ہے۔ وقت کی تعریف میں یہ جملہ نہیں کہا گیا۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کرتا ہوں۔ اس کو غلطی سے زمانہ و مکان پر منطبق کیا گیا۔ ایسا نہیں تھا، بلکہ یہ مقدر تھا، اللہ کی دین تھی۔ اللہ کی عطا کردہ چیز پر اعتراض کرنے

کی وجہ سے یہ حدیث قدسی اتنی ہی، اس لئے کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ آج اچھا نہیں گزرا۔ آج برا دن تھا، تو دراصل میں دن کو برا نہیں کہہ رہا ہوں، میں اس کے خالق کو برا کہہ رہا ہوں۔ تمام تخلیقات کا رزق اللہ کی طرف موزا ہے، ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہے، گردش روز و شب اللہ نے پیدا کئے ہیں، منگوں کا نام جو حوادث ہیں سب اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ جو برکات ہیں اللہ نے دیئے ہیں جو فحوش ہیں اللہ نے دیئے ہیں، جو مادات ہیں اللہ نے دیئے ہیں۔ اب اگر میں اپنی زندگی پر اعتراض کروں اور یہ کہوں کہ زمانہ کچھ ٹھیک نہیں ہے، اوقات اچھے نہیں ہیں، دن اچھا نہیں ہے تو زمانے کی کیا حیثیت ہے اس کا کتنا وجود ہے جو آپ اس پر اعتراض کر رہے ہو۔ دن کیا ہے؟

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ ط مَوَاقِيتِ لِلنَّاسِ وَالْعَتَمِ (البقرہ ۱۸۹)

یہ تو آپ کے اوقات ہیں، ان کا تو کوئی وجود نہیں ہے کہ جس پر لعنت بھیجیے۔ نفوذِ اللہ! معتز اللہ..... ان کی کوئی حیثیت بھی نہیں ہے کہ جن سے آپ جھڑواور آدمی شاعری زمانے کو برا بھلا کہتے ہوئے گزر گئی۔ اس کی کیا حیثیت ہے مگر زمانے کو برا بھلا دراصل زمانے کو نہیں، اللہ کو اس کی تحقیق میں کمی کا طعن دینا ہے۔ اللہ کو بتا ہے کہ آج کا دن آپ نے ٹھیک نہیں بنایا، بابا!..... کم از کم میرے لئے ٹھیک نہیں بنایا اور اللہ میاں کہتا ہے کہ تم نے آج ہی کا دن دیکھا ہے، ماں باں کرکل کا دن دیکھ لیتے تو کہتے کہ شکر ہے اللہ نے پہلا دن ٹھیک نہیں بنایا تھا۔ اس لئے کہ

”وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (البقرہ 216)

(کسی چیز سے تم کراہت کراتے ہو اور اس میں شے ہوتی ہے اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شے ہوتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

مگر خواہمیں و حضرات! کچھ ایسی باتیں ہیں، جو زمانے کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ اللہ کا تصور زمان و مکان کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ advance کا تہ ان کن ہے، اتنا پریشان کن ہے کہ زمانہ بحیثیت ایک وجود کے ختم ہو جاتا ہے اور صرف ایک چیز ابھرتی ہے اور وہ اللہ کی خواہش، اللہ کا ارادہ، اللہ کا حکم ہے۔ آئے ذرا! عزیز کے واقعہ پر ٹکاؤ ڈالتے ہیں۔ مرید و بیٹیوں سے گزرتے ہوئے، خنجر نے اچھڑے پڑے ہوئے گروہ کو دیکھا، سوکے ہوئے کنوؤں کو دیکھا، ان کو لپٹا پڑا ہوا دیکھا، پتھروں پر اوٹھ پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو بہت پریشان ہوا، خنجر تیرے ان کن استجاب میں چلا آیا۔ جب ان مرید و بیٹیوں کو دیکھا تو پروردگار سے سوال کیا

”أَوَكُلَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ“ (البقرة 259)

(یا اس کی طرح جو نذر ایک بستی پر۔)

”وَهِيَ خَاضِعَةٌ عَلَى عُرْشِهَا“ (البقرة 259)

(اور وہ مسما رہی پر ای تھی اپنی چھتوں پر۔)

تو اس نے کہا کہ دکھا تو کسی اے مالک! تو مرد و زنہ کیسے کرتا ہے.....؟ دیکھئے! غیر مشاہدے کی آرزو کر رہا ہے، براہیم نے بھی کہا تھا: ”ذَبْ اَوْسِيْ حَيْفَ تَحْسَبُ الْمَوْتٰى“ (اے رب مجھے دکھا کہ تو مرد کیسے زندہ کرے گا...)۔ تو غیر مشاہدہ کا نئے فرمایا: ”قَالَ اَوَلَمْ تَلْمٰى“ اے براہیم میں نے اتنی معنی دی آپ کو، اتنا شور مچا، apriory method آپ کو بخشا، پس apriory method میں نے آپ کو کچھ لیا تو میں سے صرف و کمال، آپ حقانیت پر بیعت، اس کا وجوہ آپ کو بخشا ہے۔

”قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لَّيَطْمَعَنَّ قُلُوبِي“ (الحقرہ 260:2) ”کہا: کیوں نہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو گمراہ کر دیا جائے۔“ کہ باوجود پروردگار کے دل مشابہہ مانگنا ہے، دل گرفتار مانگا ہے باوجود Ultimate convincing جب تک آپ personal عقیدے کی جتنی پر نہیں ڈال لیتے، شاید آپ تھوڑے تھوڑے بے ایمان بن رہتے ہو۔ اب آپ اپنی طرف غور کیجئے ۔۔۔ سچ اُس ہے ۔۔۔ ذکر پروردگار سے قرآن میں اللہ نے فرمایا ”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ“ (البقرہ 26:152) ”تم مجھے یاد کرو جس تمہیں یاد کروں گا۔“ اب جب آپ انکو یاد کرنے سے روکنا کرتے ہیں تو اللہ بھی آپ کو یاد کر رہا ہے پھر بھی آپ کو کیوں نہیں یقین آتا؟ آپ فکر سے دیکھنا چاہتے ہو، آپ کو کفری، ہماری شہادت چاہیے ۔۔۔ میں بھی فیشر request کر رہا

”قَالَ أَنَّى يُعَىٰ هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا“ (البقرة 259)

(یوں اے کیسے زندہ کرے گا اللہ اس کی موت کے بعد)

اللہ نے کہا ٹھیک ہے demonstration دے دیجئے ہیں، سو برس پہلے مارا ہوا۔۔۔۔۔
جگڑا ۔۔۔۔۔

"فَأَمَّا اللَّهُ فَمَنْ دَامَ ثَمَرُهُ بَعْدَهُ" (البقرة 259)

(تو پھر اللہ نے اسے سویرے تک مر (دہر) کا۔ پھر اسے جگا دیا۔)

”فَإِنْ كُنْهَ لَيْتٌ -“

(کہا کتنی دیر نظر ہوا)

اللہ نے پوچھا اے عزیر! کتنی دیر سوئے رہے ہو؟

”فَإِنْ لَيْتٌ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ“

(کہا۔ دن بھر نظر ہوں گایا پھر کچھ کم۔)

یہ بڑی important آیت ہے۔ One of the most impossible

mention جس آیت کا ہونا ہے وہ یہ آیت ہے۔ اللہ نے پوچھا: ”کتنی دیر سوئے رہے

اے عزیر“! کہا ”اے اللہ ایک دن یا آدھا دن سویا رہا ہوں“۔ اللہ نے قسم فرمایا اور کہا

”فَإِنْ بَلِ لَيْتٌ مَّائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لِمَ يَنْفُسْتَهُ“

(کہا: نہیں تجھے سویریں گزرتی اور اپنے کمانے اور پانی کو دیکھ جواب تک نہ دلایا۔)

ذرا دیکھ تو شراب کو، پانی تو دیکھ، ویسے ہی پڑا ہے اس کو یعنی پانی کو کسی نے چھوا تک نہیں، وہ ویسے

ہی پڑا ہے اور سویریں کی گردش نے کمانے کو چھوا تک بھی نہیں۔

”وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ“

(ذرا مدھمکو تو دیکھ، اس پہ سویریں پورے گزر گئے۔)

خواتین و حضرات! اللہ کی قدرت کے علاوہ جو سب سے عجیب و غریب بات اس

پوری آیت میں ہے وہ یہ کہ ایک چھوٹے سے span میں تین وقت گزر گئے، ایک چھوٹی سی

زمین پر Perhaps nobody can found such a statement

about relative time. ایک چھوٹی سی space میں تین وقت گزرے، ایک دن اور

رات گزرا، ایک لمحہ بھی نہ گزرا ”لِمَ يَنْفُسْتَهُ“ کسی نے اسے چھوا تک نہیں اور بیٹا درکھئے گا

کہ جب کمانے کا ذکر ہوا تو کمانا بظاہر شراب ہونے سے نہیں رک سکتا۔ کمانے کی کچھ جزئیات

ہیں۔ کچھ maggots ہیں، کچھ اس کا اندر ڈھانچہ ہیں، جنکو ہر صورت اپنی مدت حیات پوری

کرتی ہوتی ہے۔ انہیں لیس گھنٹے میں کمانے کو شراب ہونا ہوتا ہے۔ پانی کو، باہر سے آمیزش متی

ہوتی ہے، مگر وہاں زندگی کا یہ تمام procedure رک گیا۔ وقت سرے سے اس کمانے پر

گزارا ہی نہیں۔ وقت اس badger پر بھی نہیں گزارا۔ وقت اس جرثومے پر بھی نہیں گزارا جو پانی

کی جیت دریافت کر لیا۔۔۔

خواتین و حضرات! اب کیا بات نہیں، کچھ آگے کی باتیں بھی اللہ نے کی ہیں۔ سائنس دانوں سے بہت آگے کے باتیں۔ سبیل کے vision سے بہت آگے کی باتیں۔ اب کہیں کہیں نکل کوان باتوں کا سرائل بل رہا ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی مسلم سائنسدان چپے وا کٹر ہو رہا ہو جس نے لیجئے۔ وہ حضرت کہہ دے ہیں کہ مسلمانوں میں تو سائنس دان بھی نہیں سکتا۔ بھئی! آپ تو ہو۔۔۔ کہ آپ بھی نہیں ہو۔ یعنی خود اپنی اپنی فرما رہے ہیں کہ سائنس دان تو اسلام میں کوئی بھی نہیں سکتا، کیونکہ اسلام سائنس کو promote نہیں کرتا۔ خود relativity کے پروفیصر ہیں۔ تو کسی نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے قرآن کتنا پڑھا ہے۔ کہا کہ کس کھوڑا توڑا سا پڑھا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ایک چھوٹی سی، ایک ادنیٰ سی، تکمیلِ علم پہنچنے میں تیس سال بسر کرتے ہیں، قرآن کو آ وھا دن دینا بھی ان پہنچنے مشکل ہوتا ہے ایک مھینہ بھی دینا مشکل ہوتا ہے وہ بھلا قرآن کو کیا سمجھ سکیں گے؟ وہ کچھ قرآن کی understanding حاصل کریں گے۔۔۔ Because it is the law of knowledge, it's a rule and a principal of knowledge. اگر ایک معمولی سے جزو تعلیم کی تحصیل پہنچنے آپ کے ہیں باتیں برس گزر جاتے ہیں، تو کائنات کی سب سے بڑی کتاب علم پہنچنے، اگر آپ کی پوری زندگی بھی ہو تو اس کے اشارات کے لئے کم ہے اگر آپ قرآن کو کیا پتا دیتے ہو؟ یہ روزِ ہر اسم ہے ایک وہ قسم ہوا کہ جس میں ہمارے پرانے فلاسفہ اور دانشوروں نے قرآن پر اعتبار نہیں کیا۔ انھوں نے Ptolemy پر کیا۔ Copernicus پر کیا۔۔۔ آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں مگر انھوں نے اللہ کی آیات پر یقین نہیں کیا۔ اگر یقین کرتے تو کوئی جھٹکتے کرتے اور پھر اس حقیقت کا رتبہ اللہ آسان کرتا۔ اگر قرآن پر اعتبار کرتے تو دنیا کے cosmologists میں ان کا بھی برا مقام ہوتا۔ چند رائیڈ کا کام ہے تو کسی مسلمان ہو رہا ہو جس میں نام ہو مگر انھوں کو ان کو قرآن پر کوئی اعتبار نہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ نے بہت آگے کی بات کی، ابھی double universes کے concepts نہیں آئے تھے۔ ابھی لوگوں نے کسی دوسری جہت کے بارے میں سوچا نہیں تھا۔ ہم تو ابھی کائنات کا ذوالکبریاً سے پائین ہوئے تھے۔ ہمیں کیا پتا تھا کہ اللہ پاک کربا سے انگریزین رکھتے ہوئے جو تحقیق کرنے کا اللہ پاک کہتا ہے۔

”اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ عَظْمُونَ“ (طلاق 12:85)

(اللہ تو وہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کئے اور اسی طرح کی سات زمیں۔)

اس آیت پر غور کرنے والے مسلمان، دانشوروں نے آسمان کی تعریف ہی کبھی نہیں کی تھی، کسی نے آسمان کی تعریف constellation سے کی، کسی نے galaxy سے کی۔۔۔ میں ایک چوٹی سی آیت آپ کو اس کے ساتھ جوڑ کر دیتا ہوں۔

”وَلَقَدْ وَفَّيْنَا السَّمَاءَ الْفُتُوحَا بِمَصَابِيحٍ“ (ملک 5:67)

(ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے سجایا۔)

خواتین و حضرات! جہاں جہاں تک آپ کی نظر جاتی ہے۔ جہاں جہاں تک آپ کو پہنچے ہوئے چراغ نظر آتے ہیں، وہ آسمان دنیا ہے۔ ایک universe ہے، چاہے اُس میں دو سو سوڑے ہوں، چاہے اُس میں seven billion sun ہوں، چاہے اُس میں trillions of stars ہوں مگر جہاں جہاں آپ کی نظر روشنی کو جاتی ہے یا آسمان دنیا جہاں آسمان دنیا کو خداوند کریم ایک آسمان کہہ رہا ہے اور اللہ تو وہ ہے جس نے سات سی طرح کی کائناتیں تخلیق کی ہیں، وہ کائناتیں یا بندوں سے خالی ہیں؟ یا life belt سے خالی ہیں؟ یا زندگی اُن میں موجود نہیں ہے؟ کیا قرآن نہیں اترتا؟ کیا احکام الہی اُس کو زندگی نہیں بخشتے؟ فرمایا نہیں۔۔۔

”يَسْأَلُ الْأُمُورُ بَيِّنَاتٍ“ (طلاق 12:65)

(ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔)

ابن عباس فرماتے ہیں۔۔۔ میں آپ کو ایک بات تخصیص سے کہوں کہ اصحاب نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تابعین نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تابعین میں سے بھی کچھ بڑے بچے علم کے ستارے رہے۔ اس کے بعد یہ بحر ان آیا جو تیرہ سو برس سے چل رہا ہے۔ ابن عباس نے کہا۔۔۔ کہ اگر میں تم پر سات آسمانوں کی حقیقت کہوں دوں۔۔۔ جیسے تم یہاں ہو، وہاں بھی لوگ ہیں۔ جیسے یہاں کام ہے وہاں بھی کام ہے۔ جیسے ہم یہاں پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں، وہاں بھی لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ نتائج میں وہاں بھی ہوں اور میں یہاں بھی ہوں اور کہا کہ اگر اس کی حقیقت کو میں آشکار کروں تو شاید تم کا فر ہو جاؤ۔ کیونکہ اُس وقت ان چیزوں کو سمجھنے کیلئے اتنی عقل و معرفت نہیں تھی۔

خواتین و حضرات! پھر اتنی بڑی باتوں کے بعد بھی خداوند کریم کس چیز کا دعویٰ کرتا

ہے۔۔۔؟ قدرت کا۔۔۔؟ کہتے ہیں کہ نہیں۔۔۔

”وَأَنَّ اللَّهَ لَفِي أَخَاطِئِهِمْ لَكُنْ عَلِيمًا“ (الطلاق 12:65)

(علم کی معرفت سے میں نے اس زمین و آسمان کو گنہگار ہوا ہے)

ایک اور بڑے مڑے کی بات میں آپ کو بتاؤں۔ بڑی عجیب و غریب بات ہے اور دیکھیں اس کا ترجمہ کیسے کیا گیا۔ اللہ نے کہا

”وَنُفِى الْعِبَالِ فَحَسِبُهَا جَمِلَةٌ“ (النمل 88:27)

(اور تم خیال کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔)

یہ تو اُڑتے ہوئے پہاڑوں کی طرح چل رہے ہیں۔ کیا بھی Islamic sciences میں بھی یہ statement آپ نے سنی ہے۔۔۔؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہارا تو یہی خیال ہے کہ پہاڑ کھڑے ہیں لیکن دنیا اب twentieth century میں آپ کو confirmed کرتی ہے کہ پہاڑوں کے بارے میں یہ جو نظریہ ہے کہ یہ کھڑے ہیں، غلط ہے۔ یہ زمین کے ساتھ اسی تیزی و تندی کے ساتھ بھاگ رہے ہیں جس تیزی و تندی سے زمین بھاگ رہی ہے۔ اگر وہ اڑنا لیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہی ہے تو یہ اڑنا لیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہے ہیں مگر جاننے والوں نے، سمجھنے والوں نے، دانشوروں نے جو اس کا ترجمہ کیا وہ بڑا عجیب تھا کہا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قیامت میں پہاڑ پلائے جائیں گے۔ خواتین و حضرات آپ اگر اس آیت کو پڑھیں تو اس کا کوئی تعلق قیامت کے ساتھ نہیں ہے اللہ تو ایک general visual faith کی بات کر رہا ہے کہ ہمیں سارے پہاڑ کھڑے نظر آتے ہیں مگر خدا کہتا ہے کہ یہ پہاڑ کھڑے نہیں ہیں

”وَهِيَ تَمُورُ مَوَّ السَّحَابِ“ (النمل 88:27)

(اور یہ پلٹے ہیں بادل کی پال۔)

جب پہلا astronaut خلا میں گیا تو اس نے بڑی خوبصورت statement دی، بلکہ قرآن کو repeat کیا کہ I am seeing clouds running along the earth. رنگے بگے بادل۔۔۔ اور یہ سب سے خوبصورت منظر ہے جو غلاہ سے ہمیں زمین پر نظر آتا ہے۔

خواتین و حضرات! کتنی عجیب بات ہے ہمارے بعد اسلام کے اتنے اتنے بڑے

نے اس پر قید لگا دی کہ تمہارے دل نیز مٹے ہو جائیں گے۔ ہر آدمی کو شاید ان کی غور و فکر میں دسڑیں مائل نہ ہو۔ تم میں جو محقق ہیں، جو دانش ور ہیں، جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، کیا عجیب بات ہے کہ کتابیات کے حصن میں اللہ یہ بات کہہ رہا ہے

وَالرَّاصِعُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا (ال عمران ۷)

(اور علم میں راسخ لوگ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب تمہارے رب کی طرف سے ہے۔)

جو علم میں راسخ ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ جو information خدا دے رہا ہے جو creator دے رہا ہے، جو ایک ultimate truth authority دے رہا ہے وہ اصل علم ہے اور باقی اس کی explanation ہے، یا جزئیات میں ہے۔ تو جن لوگوں نے خدا کے علم پر حتمی یا اور اس کی وضاحتیں چاہیں، انہی لوگوں کو اللہ نے الراصعون فی العلمہ کہا۔

خواتین و حضرات! ایک بڑا مختصراً کے دنوں میں انٹاکر لوگوں نے کہا کہ کچھ آیات local ہیں اور کچھ آیات پڑھنے والی ہیں۔ لوکل آیات میں quote کیا گیا کہ جیسے ازوائن مطہرات کا جو ذکر ہے اور یہ کہ چار شادیوں کے بعد ان کی شادیوں کو maintain کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات لوکل آیات بھی ہیں، جو بعد میں apply نہیں کی گئیں۔

خواتین و حضرات! بات یہ ہے کہ یہ ایک تعلیمی بحران ہے کہ لوگ کسی بات کو سمجھنے میں کسی تڑو سے کام نہیں لیتے۔ قصہ صرف اتنا تھا کہ اس حکم سے پہلے پروردگار عالم نے ان عورتوں پر تھوڑی سی کشیدگی فرمائی۔ امباہت المؤمنین پر کشیدگی فرمائی۔ ان کو ایک choice دی چاہتی ہو تو مال و اسباب لو، دنیا لو، مال طہارت لو۔ اور رسول ﷺ کو چھوڑ جاؤ۔ اللہ اگر چاہے گا تو اپنے رسول ﷺ کو بہتر خواتین کی معیت دے دے گا۔ مگر تمام عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو چنا۔ یہ پیرا credit بہت بڑا credit تھا کہ کسی بھی عورت کے کسی بھی ام المؤمنین کے ایمان میں یہ

نہیں آئی They all chose God and they all chose prophet

پھر ان سے کہا گیا کہ خواہ تم تو جو ان ہو یا بوڑھی ہو، Prophet کے بعد تم کسی سے شادی نہیں کر سکتی۔ اللہ نے اس کو lock کر دیا کہ دیکھو یہ دور سب تم کو لینے پڑیں گے۔ ایک تو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مسرت و غربت اور فقر و فاقہ کی یہی زندگی قبول کرو گی تو جب ان کے ساتھ رہو گی تو انھوں نے کہا کہ یہیں گئی۔ پھر اللہ نے کہا اے رسول ﷺ کی یہ جو تمہان کے بعد کسی

سے متادی نہیں کر سکتی ہو کیونکہ تم ان کی مانیں ہو۔ انہوں نے یہ بھی قبول کیا۔ اب آپ انصاف فرمائیں کہ جب چار کا حکم آیا تو کیا اللہ اور رسول ﷺ اتنے بے انصاف تھے؟ کیا اللہ اور رسول ﷺ ان غورتوں پر یہ بوجھ ڈال سکتے تھے، یہ مشقت ڈال سکتے تھے، ان کو یہ سزا دے سکتے تھے۔ کہ وہ رسول ﷺ کی معیت سے حرم کر دی جائیں تو اس پورے قانون میں ایک exception create کی گئی اور وہ exception یہ تھی کہ ان غورتوں کے اس درجہ ایمان کی بدولت اللہ نے ان کے لئے اس پورے قانون میں ایک exception قرار دی۔ یہ رسول ﷺ کے لئے exception نہیں تھی۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اس قانون کی exception رسول اللہ ﷺ کے لئے نہیں تھی۔ اس قانون کی exception سچے سے create کی گئی کہ ان غورتوں کے ایمان، ان کی دعا کی وجہ سے، ان کی جہت خدا اور رسول ﷺ کی وجہ سے ان کو advantage دیا گیا تھا کہ اللہ کا رسول ﷺ تھیں اپنی ذات سے جدا نہیں فرمائے گا۔

خواتین و حضرات! اب میں major part کو آٹا ہوں کہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی، local law کیوں واقع ہوا۔ اگر جس چیز پر لوکل law مقرر ہوا اور چیز بدل جائے تو law بھی بدل جائے۔ یہ سچا قانون کسی دانشور نے غور کیا کہ قرآن کس چیز پر مقرر ہے۔ خواتین و حضرات! قرآن نہ صرف انسان پر مقرر ہے۔ وہ نہ صرف انسان جو آیت سے بائیس ہزار سال پہلے بھی ایسی تھی، جو Homo Sapiens میں بھی ویسی تھی۔ جو پہلی آباد انسانیت میں بھی ویسی ہی تھی، جو Periclese کی democracy میں بھی ویسی ہی تھی، Sparta کے قانون میں بھی ویسی نہ صرف انسان تھی اور اب، آج بھی ویسی نہ صرف انسان ہے اس میں قطعاً کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آیا۔ کھائے خود بدل دے۔ اور یا آپ دیکھ لیجئے کہ آج سے تین ہزار سال پہلے جو قوانین خرابی کے، فحاشی کے، بد باطنی کے، انسان بنا دیا تھا، آج بھی ویسی قانون تحقیق کر رہا ہے۔ یورپ کا مذہب ترین انسان ویسی قانون تحقیق کر رہا ہے جو lesbass میں lesbians کا تھا یا جو یورپ نے ہم جنسی کے قوانین پاس کئے ہیں وہ کوئی نئے قوانین نہیں ہیں۔ نہ نہ صرف بدلی ہے نہ انسان بدلا ہے اور قرآن کی کوئی آیت اپنے مطالب میں نہیں بدلی ہے کیونکہ انسان ویسی ہے قرآن ویسی ہے۔۔۔

خواتین و حضرات! لوگ کہتے ہیں کہ situations بدل گئی ہوں گی مگر لوگوں کو غلط فہمی ہے۔ اللہ نے آیا تو قرآنی کی وضاحت کے لئے ہر واحد وجہیں تحقیق کئے۔ ہاں وہ

situations موجود تھیں مگر قرآن اتر رہا تھا، کتاب کی وضاحت ہو رہی تھی۔ اللہ نے ہمارے وہ situations create کیں جن کی وجہ سے کتاب کی آیات کی وضاحت ہو گیا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ جن میں کیا کہتا ہے؟ کہ مسلمان جب ذرا ماز میں آئے اور کہا کہ پہلے ہم قلیل التعداد ہوتے تھے، تب بھی پیچھے تھے، آج تو ہم بہت زیادہ ہیں تو اللہ نے کہا اچھا اب تم خدا کے توکل سے بہت گئے، اب تمہیں خدا پر اعتبار نہیں رہا۔ پہلے تم قلیل التعداد ہونے کے باوجود اللہ پر شکست و فتح کے لئے اعتبار کرتے تھے مگر اب تمہیں اپنی تعداد پر فخر ہوا، اب تم اپنی تعداد پر میتو گئے۔ جاؤ ذرا جیت کر دکھاؤ۔۔۔ تو وہ شکست، وہ ہلکی پھلکی سی سرزنش جو اللہ نے جن میں دی، وہ کتاب کی اس آیت پڑھنے create کی گئی جہاں اللہ مسلمانوں کو warn کر رہا ہے۔

تمام کائناتی situations ایک ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو یہ کسی علمی اصول کی تحقیق میں ہوتی ہیں۔ آج اگر uranium ہے، آج اگر plutonium ہے تو اس کی بنیاد رکھنے والا انسان نہیں ہے۔ دو ارب سال پہلے جس اللہ نے زمین میں اس قوت کو رکھا جو آگے جا کر کسی انسان کے کام آئی تھی اور قرآن میں اس بات کا ذکر فرمایا

”وَجَعَلْنَا فِيهَا زُجَاجًا مِّنْ فُوقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا فِجَاجًا ۖ فَمَكَرُوا بِهَا وَلَعُنَ اللَّهُ الَّذِينَ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ هَٰئِلًا ۖ لِلشَّيْطَانِ هَٰئِلًا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ“ (حم السجده 10:41)
(جب ہم بلند ہوئے ہم نے دو دن لگائے زمین کے بنانے میں اور دو دن لگائے اس میں اسباب ضرورت انسان رکھنے میں۔)

اور دیکھئے کبھی تو ضرورت انسان فوری طور پر وجود میں آتی ہے اور کبھی ضرورت انسان دو ارب سال کے بعد پیش آتی ہے۔ قرآن کے بارے میں یہ یاد رکھئے کہ بہت سے لوگ یہ متعدد مرتبہ کہتے ہیں کہ ”کن فیکون“ مثلاً ایک دھماکا تھا، ایک روشنی تھی، ایک جھماکا تھا مثلاً ایک پل میں پوری کائنات وجود میں آئی، مثلاً ایک پل میں زمین و آسمان تخلیق ہوئے۔ ثوالتین حضرات! اللہ ایسے نہیں کرتا، نہ ایسے کرتا ہے، نہ کہتا ہے۔ اللہ نے خاص طور پر کہا

”وَمَا مِن ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيُعْلِمُ مَسْفَرُهَا وَمُسْتَوْدَعُهَا“ (هود 6:11)
(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ، کرم پر نبیو اور وہ جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں پر رہے گا۔)

مگر یہ جہاں۔۔۔؟ یہ صرف اللہ کے دماغ میں نہیں۔۔۔ ”كُلُّ شَيْءٍ بِيَدِنَا“ یہ سارے

سارا..... ایک بہت بڑا ٹھیل ہے جس پر ایک master plan رکھی ہے، ایک total master plan۔۔۔ اسی سے قرآن نازل آیا، اسی سے زندگی کے واقعات مارے گئے مگر جب پلان بنا چکے تو پھر اس نے کہا Now i am perfectly satisfied with my design with my creative facult

”هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُفَضِّلُ“ (العنبر 24:59)

میں تصویر کش ہوں، میں نے دنیا میں جتنے لوگ پیدا ہوئے تھے ان کی تصویریں بنائی ہیں، تمام sources کو میں نے پیدا کر دیا ہے میں ”يُفَعِّلُهُ“ اور يُعْبِدُهُ کے تحت پیدا کرنے والا ہوں، لہذا نے والا ہوں۔۔۔ میں نے ان کی قسط بنائی ہے۔ میں نے پہاڑوں کو قسط دے دی ہے۔ پانی پیدا کر لیا ہے اب ”مُنْ كُنْ فَكُنْ“ اب یہ سکیم چل پڑی ہے۔ Now start up اگر آپ نے کرکٹ کھیل دیکھا ہو تو شروع کرنے سے پہلے پہاڑ کہتا ہے کہ Now let start up پہلے سب کچھ بن چکا ہوتا ہے، ٹیمیں بن چکی ہوتی ہیں، پروگرام بن چکے ہوتے ہیں، مچھتا ہوا ”مُنْ كُنْ“ فَكُنْ سے شروع ہوا۔ جب اللہ نے یہ کہا کہ Now according to all this master plan things should start working, they started working زمین پیدا ہوئی شروع ہوئی۔ آسمان ڈھلانا شروع ہو گیا۔۔۔

خواتین و حضرات! اگر آپ قرآن کا مطالعہ تصور، اساتذہ سے کر لیں، تو چاہے اور محبت سے کر لیں، تو آپ کی راہ میں صرف ایک رکاوٹ آئے گی۔ یہ ہوشیاری ہے جو آپ اس سے پہلے ہی چکے ہو، وہ ہوشیاری جو بارہویں، تیرہویں اور سولہویں صدی کے مفکرین نے دی ہیں۔ مجھے نہیں سمجھا تا کہ ان لوگوں نے قرآن کو غیر فطری علم کی معرفت سے کیوں اہم کرنا چاہا؟ ان لوگوں نے قرآن کے سادہ سے مطالب آلودہ کئے، ان لوگوں نے دورانہ کا نا ویلوں کے ذریعے direct معنی کو زہاب کیا۔ تاویل کا حق اسی کو ہے جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے ”وَالسُّرُّ مَسْخُورٌ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا“ یقیناً اسی وجہ سے علم، یہ تمام دانش اور برہان کسی نہ کسی تعلیم استاد اور مشاورت سے چلتی ہے۔ یہ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بے پناہ System of education اسی لیے چل رہا ہے کہ on his own ایک نو ذرا نیدہ بچہ یہ تمام چیزیں از خود حاصل نہیں کر سکتا، علم، استاد، تعلیم اس کے لیے ضروری ہیں مگر اگر آپ ان علم سے آگے گزریں گے، جب آپ دنیاوی علم سے آگے گزریں گے، جب آپ کے دنیاوی مقاصد پورے ہو

جائیں گے اور کبھی آرزوئے خداوند ہوئی تو پھر آپ کو اس علم کی خواہش ہوئی، جو آپ کو اللہ تک پہنچا سکتا ہے، پھر اس دلیل کی خواہش ہوئی، جس کے بارے میں آپ کو حتیٰ یقین ہو، جس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ رہے، تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ پھر آپ کے پاس قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! قرآن یقیناً گلزار ہے، اس کا معیار وہ لوگ تھے جو منہ تمام اللہ کی یاد میں گزارتے اور خشیت و محبت کے آنسوؤں سے غسل کرتے تھے۔ اللہ کے رنگ میں سر ہلکا رنگے ہوتے، دنیا و کائنات کی کسی شے کو باطل نہ سمجھتے تھے

”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا“ (ص 38، 27)

(اور ہمیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ۔)

ان کو قرآن کی اس آیت پر یقین تھا کہ اللہ نے کوئی چیز مفروضے میں پیدا نہیں کی۔ ہر چیز کسی مقصد کے لئے ہے، کسی کارگزاری پہلے ہے۔ وہ غور و فکر کی صلاحیتوں کو استعمال کرتے تخلیق کائنات، اساتذہ شب و روز کے اختلافات کے اصول و ضوابط، تصریحات و راجح کرتے تغیر و تبدل کرتے، تھخہ، زمین کی تجدیداشت کرتے، صرف ایک آیت اُن کو قرآن کی آپ دیکھ لو تو ان میں سے تمام آٹھ اصول تحقیق صرف اس آیت میں ہیں

”وَاللَّهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۚ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَکِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسْتَطَرِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُعْقَلُونَ“ (البقرہ 2: 163، 164)

(اور تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی گردش میں اور کشتیاں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہیں اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے پیدا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور پھولوں کی گردش اور جادوں کے آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا پابند جان سب میں مہکندوں پہلے ضرورت نیاں ہیں۔)

خواتین و حضرات! ایک آخری تجویز اساحہ۔ اس لیکچر کا حرفہ منطقات پر ہے جس

کے بارے میں مدتوں یہی کہا گیا کہ یہ سراسر رہائی ہے۔ یقیناً سراسر رہائی ہے۔۔۔ یقیناً یہ ازبا نئے
 مرہبہت ہیں مگر اگر یہ حروف متعلقات میرے سوا آپ کے لئے نہیں ہیں تو خدا سے بچد ہے کہ وہ آپ
 سے بے معنی مشقت کروائے۔ اگر ہم نے روزیہ پڑھنے ہیں تو پھر خدا کا یہ کہنا کہ غور و فکر اور تدبر
 کے بغیر تو میں انسان کو جانور سمجھتا ہوں۔ تو حروف متعلقات میں دراصل ہم نے ہاتھ اٹھا لئے۔ ہم
 نے ہتھیار پھینک دینے کو ہمیں انکا مطلب نہیں آتا۔ ہم نے صرف ان کی تاہوت سے حد حاصل
 کیا ان کی تاہوت کو ہی کافی سمجھا، بہت سارے علماء نے دعوے بھی بہت کئے اور بہت سارے
 لوگوں نے کہا کہ ہمیں حروف متعلقات کا علم دیا گیا مگر ان کی practical demonstration
 کبھی سامنے نہیں آئی۔ دعوے ضرور سامنے آئے مگر اس عصر میں نہ
 اس عصر سے پہلے اس دعوے کے بارے میں کوئی ایسی حقیقت سامنے نہیں آئی۔

خواتین و حضرات! میں بھی ایک چھوٹا سا طالب علم ہوں۔ crazy, curious اور
 mad یہ تین نقطہ پوری طرح میرے رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں تو خواتین و حضرات! میں
 نے اللہ سے مگر کیا، آرزو کی کہ اگر یہ حروف ہمارے سمجھنے کیلئے نہیں ہیں تو ہم پھر ان کو کیوں پڑھتے
 ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ قرآن میں اور بھی بڑی آیات ہوگی جو میرے پڑھنے کیلئے ہیں مگر سمجھنے
 کیلئے نہیں ہیں تو پھر لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ قرآن کی صرف تاہوت ہی کافی ہے۔ آپ نے پھر
 بار بار یہ کیوں کہا ہے کہ قرآن غور و فکر سے پڑھو، سوچو سمجھو سے پڑھو تو کچھ نہ کچھ قرآن کو بغیر سوچے
 سمجھے بھی پڑھنا چاہئے۔ خواتین و حضرات! میں نے آرزو کی۔۔۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ جو عطف
 اس کا مل ہے، وہ مجھے عطا کر، میں نے آرزو کی کہ اس کی placeable definition مجھے
 عطا فرما، acceptable explanation عطا فرما۔ میں نے بس اتنی آرزو کی۔۔۔ میری
 آرزو سے۔۔۔ ”بے بس آرزو کہ خاک شدہ“! ادھر ادھر کھو جتے ہوئے چلے، بہت ڈھونڈا، دماغ
 سے یہ خیال کیا نہیں کہ حروف متعلقات کا کوئی مطلب ہے، کوئی معنی ہے مگر سرائے کوئی نہیں ملا۔
 اتفاق یہ دیکھئے، بعض اوقات کوئی اشارہ مل جاتا ہے۔ سب گرا تو Newton کو اشارہ ملا۔ اتفاق
 دیکھئے کہ مجھے ایک نقطہ اشارہ دے گیا۔ میں محی الدین عربی پر Lious Mesinen کی کتاب
 پڑھ رہا تھا تو اس نے ایک نقطہ استعمال کیا ”basic catagories“

خواتین و حضرات! جو جی میں نے وہ نقطہ ”basic catagories“ سنا تو
 میرے ذہن میں ایک شکل لپکا کہ Perhaps when the language

started, when the humans started, when the life started
 basic اور وہ there must be some basic categories
 categories اسی طرح ہوں گی جیسے کسی فائل کی categories ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ
 حضرت انسان کی فائل مرتب ہوئی، اس میں A, B, C, D, E کے جو اجزاء یا
 بنائے گئے، یہ اس کی basic category ہے۔۔۔۔۔ but how to apply and
 how to give۔۔۔۔۔ پانچ دیکھتے ہیں۔

خواتین و حضرات! سنا اس اہل بیت میں مجھے ایک حدیث عرآئی۔ وہی یہ عجیب و غریب حدیث تھی۔ حضرت عرفا روقیؑ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ یا علی یہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ بڑے عبادت گزار ہوئے ہیں مگر ہمارے دل ان کو نہیں چاہتے اور کچھ لوگ سستے بڑے عبادت گزار نہیں ہوتے۔ بالکل گئے گزرے ہوئے ہیں لیکن ہمارا دل ان سے دوستی کو چاہتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا امیر المومنین! یہ مجھ پر بھی ایک سوال اٹھا تھا۔ میں نے پھر اسے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جب راجع کے لشکر تحقیق کئے تو ان میں سے کچھ کی کچھ سے موانعت اور غمخیزا دی اور کچھ کا کچھ سے اختلاف غمخیزا دی۔ اب جو وہاں موانعت اور اختلاف غمخیزا، وہ زمین پر آ کر بھی ویسے ہی ہوگا چاہے آپ جو مرضی کر لیں۔ پھر مجھے تو ہوا سا سراغ ہوا۔ مجھے جو جب سے بڑا سراغ ملا کہ حفاظ کے جو groups ہیں اور جب ان کی حکایت کا زمانہ آتا ہے تو پھر آپ ان اہلۃ کے متقابل ایسی value وضعو گے جس کی وجہ سے "اہل دم"، "تم" کے خلاف جائے گا، "عسقی" کے خلاف جائے گا تو ایک اصول جو اس سے نکلا وہ یہ کہ اسامیگر پورے پورے نہیں تو جو محتاجات ہیں یہ پوری کی پوری Range of relationship determine کرتے ہیں۔ Range of relationship develop کرتے ہیں، نہ صرف انسانوں میں بلکہ اشیاء میں بھی ہیں، درختوں میں اور چھوٹے چھوٹے پودوں میں ...

اب آپ کو آخری روز سے مضامین کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم اے demonstrate کرتے ہیں تو سوال کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو value کیسے دیتے ہیں؟ فرض کرو میں ایک demonstration دیتا ہوں جیسے ایک صاحب میرے پاس آئے وہ جانتا تھا اللہ بے ساختہ جوکیل تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے کبھی

heart check کروایا، کہنے لگے: نہیں۔۔۔ تو میں نے کہا مجھے لگتا ہے کہ آپ کے معدے کے enzymes ٹھیک نہیں ہیں اور وہ ہیں سے بارت ایک نہ ہو جائے تو انہوں نے کہا کہ مجھے آفتاب دل کی تکلیف ہی نہیں ہوئی، تو میں نے کہا کہ پلوٹنیک ہے، ہمارا کام تو بال ٹھیک کرنا ہے جب وہ واپس لاہور گئے تو ان کی artenes بند ٹنگیں اور ان کے enzymes کی average بہت ہی بڑی ہوئی تھی، بڑے پریشان ہو کر وہ پھر واپس آئے اور کہنے لگے ”جی ابھی تک چونکا کوئی حادثہ یا ایسا نہیں چٹا تھا تو آپ کو یہ کیسے پتا چلا۔ خواتین و حضرات It's a very shocking knowledge sometime ناموس کر کسی ایسی چیز کو value دینا جس کی کوئی مثال ہمارے سامنے موجود نہ ہو، سب سے مشکل کام ہوتا ہے اس پہلے پوری زندگی انسان کا، اشیاء کا، کسی بھی چیز کا مطالعہ چاہئے۔ اب آپ دیکھئے کہ جب سلیمان جیتھوں کے پاس سے گزرے تو جیتھوں کی سردار نے ان سے کہا: ”مے جیتھو! مل میں پٹی جاؤ۔۔۔! ایسا نہ ہو کہ سلیمان کا لشکر تمہیں روک دے گا۔ اس کی بات سن کر سلیمان جیسٹم ہوئے کہ کتنی سیانی ہے جس نے یہ بات کہی۔۔۔ خواتین و حضرات! اہل یورپ نے قرآن کی اس بات پر اعتراض کیا۔۔۔ قرآن حکیم میں ایک بڑی خوبصورت آیت ہے۔۔۔ اس سے پہلے میں آپ کو ایک بہت بڑے صاحب قدر حکیم کا حروف مضغات کے بارے میں ایک جملہ سنا دوں۔ مجھے وہ جملہ زیادہ پسند ہے۔ بات وہی ہے جو قرآن نے کہی ہے مگر شاید انہوں نے اس کا حق ادا کیا ہے:

”لَعَلَّكُمْ سُرُتُفَةُ فُطْفُتُہ“

کہ یا ایک ایسے حکیم کا راز ہے جو جسے چاہتا ہے بتاتا ہے یا ایسے رتبہ کریم کا اسرار ہے یا ایسی بڑی حکمت کی انہیں ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے بتاتا ہے۔۔۔ میں آپ کو سلیمان کا واقعہ سنا رہا تھا۔۔۔ تو بہت سارے محققین نے جو اس وقت وہاں موجود تھے، انتظار نہیں کر سکے اور انہوں نے کہا کہ قرآن غلط ہے کیونکہ ہماری تحقیق میں چوٹی بوٹی نہیں ہے، آواز نہیں سنی ہے۔ اس کا انداز سنو: She does not have any kind of communication in language. میں تمہاری سی وضاحت اس لئے آپ کو بتا رہا ہوں کہ بہت سے لوگ قرآن کے ساتھ تھوڑا سا جگت سے کام لیتے ہیں۔ یہ ایک معمولی سی Information میں آپ کو پہنچا رہا ہوں: The sound heard by ants are

in audible range frequency of one kilo hertz... Ants communicate with each other through air using near field sound. The near field is in which the characteristics of the transition zone surrounding a small source, the size of any sound change abruptly before it can propagate fully in the far field. اس کی تفصیل بعد میں آپ ڈاکٹر صاحب سے ضرور پوچھئے گا۔۔۔ قرآن حکیم کی بہت ساری باتیں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو بلاشبہ آپ کے خیال کی حدت، آپ کے دور حاضر کے نتائج سے مطابقت نہیں رکھیں گی مگر آپ یقین ہائیے کہ قرآن آخر زمانہ کا انجام دے چکا ہے، وہ بتا چکا ہے۔

”إِنَّا الشَّمْسُ مَكْوَرَةٌ ۖ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَثَرَتْ ۚ“

(جب سورج بھج جائے جب ستارے ٹھکریں)

وہ بتا چکا ہے: ”وَحَسَفَ الْقَمَرُ“ (اور جب چاند گہرائے گا۔) ”وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ“ (اور سورج اور چاند کو جمع کر دیں گے۔) (القیصہ 9:75) جب پراز روٹی کے کالوں کی طرح زریں گے۔

”الْقَارِعَةُ ۚ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَا أَزْوَاجُ مَا الْقَارِعَةُ ۚ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

الْمَبْثُوثِ ۚ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ“ (القارعة 5-1:101)

یہ سب کچھ وہ بتا چکا ہے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں آپ موجودہ information لیں اور قرآن میں کوئی تنازعہ آجائے تو قرآن یہ کہتا ہے کہ ہم نے ہر آیت کو سوچی سمجھ کر رکھا ہے، ہر آپ تول کر رکھا ہے ہر زمانے پہلے رکھا ہے ہر زمین پہلے رکھا ہے اور اگر آپ کو کوئی شبہ پڑ جائے، کوئی غلط سمجھ آجائے تو تھوڑا سا وقت کھینچ کر، تھوڑا سا ٹھہر جانا۔ جب تک کہ خدا کی بات سچی نہ ہو جائے۔ یہ اصول حکیم قرآن ہے۔

خواتین و حضرات! قرآن میں جلدی کرنے والا کبھی ملے گا قرآن تک نہیں پہنچتا۔ جیسے میں کہہ رہا تھا آیات کے تجسس میں جو لوگ معروف درجے ہیں، شکر گزار کتابت ہو جاتے ہیں، عبادتِ الہی میں معروف، چٹ بندگی، صاحب کائنات کرتے ہیں۔ یہ ادیب، یہ ماسٹران، یہ مفکر، یہ تجسس دہیں ہیں جن کے علم کی پیاس سوائے قرآن کے کسی کتاب سے نہیں بجھتی، جو اسے

پڑھ کر بھی پر نہیں ہوتے، وہ لوگ ہم میں سے اٹھ گئے ہیں۔۔۔
 ”الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ“ (ال عمران 3: 191)
 (وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور کرختوں کے بل اللہ یاد کرتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں۔)

”اَوَلَيْسَىٰ تَحْتَ قِبَابِي“ اللہ کے بارے میں سنے ہوئے
 ”اِنَّمَا يُعَلِّمُ اللَّهُ مَنِ عِبَادَهُ الْغُلُقُوتَا“ (فاطر 28: 35)

(بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اسکے مالم ہی ڈرتے ہیں۔)
 یہ مسلم اور مومن اللہ کو اتنے عزیز و محبوب تھے کہ ان پر تجلی طلم کی راہیں کشادہ کی جاتی ہیں۔ وہ
 مالم کتاب ہوتے ہیں، جو آصف بن برخہ کی طرح fusion اور difusion پر قدرت رکھتے ہیں۔

ثوالمین وضرعات! fusion اور difusion کے جس مسئلے پر سائنس دان چونکہ
 movement میں بیکار ہو گئے تھے۔ ابھی وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ionized
 atoms کے ذرات یعنی plasma کے ذرات کے ذریعے fusion gain کر سکیں۔
 اب وہ اس قابل ہو رہے ہیں کہ fusion کریں۔ اس process میں چونکہ اتنی heat
 پیدا ہوتی ہے کہ سب کچھ جل جلا ہوتا ہے، اس لئے اب آق کے سائنس دانوں نے plasma میں
 movment کو fusion کو gain کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ آپ دیکھ لیجئے گا کہ
 قرآن میں ہر بات جفا سانی سے پوری ہوئی سائنس دان اسے بڑی مشکل سے پوری کریں گے
 دکھا لیجئے گے۔۔۔ یہی فرق خدا کے بندوں میں اور سائنس کے بندوں میں۔۔۔

سائنس کے بندوں کو سمجھ کر پڑتی ہے، جدوجہد کرنی پڑتی ہے، تحقیق کے قوانین
 دریافت کرنے پڑتے ہیں۔ بڑا زور چاہیے سائنس لینے۔۔۔ مگر خدا کے بندوں میں پھر وہ سوچنے
 تین ہزار برس پہلے۔۔۔ اللہ کہتا ہے کہ وہ جسے ہم نے کتاب کا علم دیا تھا۔ ”یعنی حضرت آصف بن
 برخہ جسے ہم نے قرآن کا علم دیا تھا۔ وہ کیا علم ہو گا جو کتاب اللہ میں موجود ہے۔ جس پر آپ کی فکر
 نہیں جاری اور کیسے کیسے طلم ہو گئے قرآن میں جس کی طرف آپ کی نظر نہیں جاری، اگر خلاص
 سے اس میں غور و فکر کریں۔۔۔ اور یہ کتاب وہ وہاں کتاب ہے جو دنیا کی سب سے آسان کتاب
 ہے۔ اسے ان پڑھ پڑھ لیتا ہے پڑھا سمجھا پڑھ لیتا ہے، دانش ور پڑھ لیتا ہے غلطی پڑھ لیتا ہے۔
 مگر overall اس کتاب کے مطالب تک پہنچنا سب سے آسان ہے، یا اللہ نے آپ کو

سوغات بخشی ہے یہ نعمت آنکھ بخشی ہے کہ جملہ مسلمان اگر غور و فکر سے، اس کتاب سے، اپنی زندگی کے حقائق پہنے، اصول زندگی، اگر اخذ کرنا چاہتے ہیں تو ہر قسم کا اصول اس میں موجود ہے۔ یہ وہ نام کتاب ہیں کہ ان کے نگاہ باریک مبارک سے قصصِ فرہاں ہوتی ہیں۔ یہ واقعہ بندہ میں پیش آیا آمد می اور بھڑپاں رہے تھے، دو صاحبِ رسول ﷺ مدینہ میں مسجد نبوی ﷺ پہنچے نیکے توخت اندھیرا تھا تو دیکھا کہ وہ قصص ان کے آگے فرہاں ہو گئی ہیں اور ان کو نیکر وہ مسجد کے دروازے تک پہنچے۔ یہ بھڑپاں نہیں ہیں۔ یقین چاہیے، یہ بھڑپاں نہیں ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ کیا ہے؟ یہ اعتبار کی وہ نعمت ہے جو آپ حاصل کر رہے ہوتے ہو۔ آپ کو کتنا scientific اعتبار حاصل ہے؟ آپ کو پتہ ہے کہ یہ بھڑپاں کیں گے تو یہ مشین، یہ function کرے گی۔ رہے کہ کی قسم ہے اگر آپ کو خدا پر اتنا ہی اعتبار ہو، جتنا ہمیں scientific informations پر ہے تو یہ کام اتنی آسانی سے آپ کے رستے میں ہو کہ آپ حیران ہو جائیں۔

بہر حال ”اللَّهُمَّ“

لا تھکوا اور جتنا حق آدم کی سعادت میں سر جھکا تے ہیں

”وَإِذْ قُلْنَا رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً“ (البقرہ 30:2)

(اور جب کہاتیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔)

آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آدم میں ملاحت اور طاقت و قوت نہ ہو تو وہ جن اور ملک کو کیسے کاؤ کر سکتا ہے۔۔۔؟ دو صورتوں سے قوت قائم ہوتی ہے یا میں ملائکہ اور جہات کی قوت اپنے تصرف میں لادیں اور دھیرے لے لے اُسے استعمال کریں یا میں اُن سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، اسی لئے اللہ نے اُن کو میرے سامنے جھکا ہے۔ میں مجھو ملائکہ اس لئے ہوں کہ یا میں بھٹک سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں یا یہ کہ میں اُن کی طاقت اپنے مقاصد پہلے استعمال کر سکتا ہوں۔

خواتین و حضرات! پہلا حصہ صحیح ہے کہ جب انسان کا دل غالی ہو جائے۔۔۔ شیخ عبداللہ اور جیلانیؒ نے فرمایا کہ ملکہ سب نے جیسے اپنے سر داروں کو کہا کہ جب بڑے بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں چھوٹے چھوٹے امراء کو تاج و تاجہ باندھ دیتے ہیں، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں داخل ہوتا ہے تو چھوٹی موٹی آرزو و خواہش کو ختم کر دیتا ہے اور اس ویرانے میں صرف ایک چراغ جلتا ہے۔ اللہ کی یاد کا چراغ۔۔۔ اور پھر آنکھ قرآن کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے۔ یہ خواب و خیال کی باتیں نہیں۔ خواتین و حضرات! یہ مسلمانوں کی باتیں ہیں،

یہ اللہ کے بندوں کی باتیں ہیں۔ یہ کتاب کے وارثوں کی باتیں ہیں۔ تلمیذ اللہ فی الارض کی باتیں ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی باتیں ہیں۔ قرآن کے طالب علموں کی باتیں ہیں۔ باقی تو وہ سب کچھ نہیں رہا۔ اب تو بڑا خلا ہے بڑا بحر ان ہے بڑی ویرانیاں ہیں، میرا بچہ، سراب صحرا میں بدل گئے۔ مقدس راستوں پر دھول اُڑتی ہے۔ جماعت تفرقہ سازی کی مذہبوری ہے ہو چکی ہے۔ امیہ مسلک پر وہی غالب ہے، دوطرف دنیا غالب ہے، دوطرف امریکہ اور انگریزینہ غالب ہے، امیہ و سوشل غالب ہے غیر کے منت پڑے ہیں اس لئے اب ان میں وہ کردار و اخلاق قائم نہیں رہا۔ اخلاق و ایمان اب قصہ، پارینہ ہے۔ متاعِ اہل ایمان ٹھانے بھاری ہو چکی ہے۔ اللہ پر یقین رکھنے والوں کی لہائی اور necklace کے نیچے تک محدود ہو گیا ہے مگر کیا رحمت ممکن ہے؟ کیا آپ کے خیال میں ممکن ہے؟ کیا میرے خیال میں ممکن ہے؟ وہ غلبہ و اقتدار جو ہمارے آباؤ اجداد کو اور اصحاب رسول ﷺ کو حاصل تھا، کیا ہم بھی وہ حاصل کر سکتے ہیں؟ ہاں instrument موجود ہے۔ اُس اقتدار کا، غلبے کا instrument موجود ہے۔ سب کچھ گنوانے کے باوجود ایک چیز محفوظ ہے، ایک خزانہ تو ہے جسے کوئی نقب نہیں لگا سکتا۔ ہم اُسے بھی خراب کر دیتے، ہم اُسے بھی بگاڑ دیتے، اتفاق یہ ہے کہ اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ نہ تھی۔

”ثُمَّ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنُحْفَظُوهُ“ (العنبر 8)

(ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اُس کی حفاظت کر رہے ہیں۔)

ایک کتاب تو آیت تک بھی آلودہ و خریف نہیں ہوتی ورنہ اس کے پیچھے سائنس کی منہ بٹ جاتی۔ اللہ کا کلام، اللہ کی دلیل غالب، سلطانِ نصیر، احساسِ علم و حکمت، شرفِ مسلم و اسلام، فلسفہ و اخلاق و کائنات، تحریکِ فکر و ترقی و حیات، کلیدِ محبت خدا و رسول، طلسمِ کشائے چین و تان، لہرِ ستونِ زبان، انکسارِ خیال، رفعتِ فکر، امتیازِ تخلیق انسان جب آپ اس کی طرف پٹو گے، تو قافلے سکر جائیں گے، حوادث کے زرخ پلٹ جائیں گے، آسمان کے بالا خانوں سے رحمت کی پھوار پڑے گی، آفتابِ زرخِ محرم کی تاریکیاں نکل لے گا، گردشِ افلاک شرمسار و منتعل ہوگی اور زمین و آسمان پابندِ تلمیذِ اللہ فی الارض ...

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

پیغمبر کے ناتھے تک چند ایک بہت اہم باتیں تھیں جو اس ضمن میں کرنی تھیں۔ ہمارا اصول تھا، پہلے فاتح پڑھنا۔ وہ اس لئے نہ ہو سکا کہ اس مرسے میں اتنا بڑا حادثہ گزر گیا۔ مظفر آباد کا حادثہ

ہمارے پاس اس وقت بھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنے عزیز و کارپاس مادے میں گواہی دے کر اس میں گواہی دے کر لے کے ہمارے میں جو technical رائے تھی، وہ تو میں پہلے دے چکا ہوں۔ ایک speech میں کہہ چکا ہوں تو میرا خیال یہ ہے کہ ایک اور مسئلے پر تھوڑی سی گفتگو کے بعد اللہ تعالیٰ ہم فائق پڑھیں گے۔ مرنے والوں نے دنا کریں گے۔ ایک دوسری بات جو آج کل کے زمانے میں بڑی شدت سے جاری ہے ابھی بھی جاری ہے ڈنمارک کے کارٹونسٹ کی تو بیسی رسالت پر بہت سے لوگوں نے فون پر مجھ سے میری رائے پوچھی۔۔۔

خواتین و حضرات! میرا یقین کریں کہ دشمن سے رنایت مانتی نہیں چاہیے۔ اگر آپ دشمن کو رنایت دو گئے تو وہ آپ کو اسی نقطے پر بار بار تک کرے گا۔ رسول اکرم ﷺ کی ہستی، مبارک ہمارے ایمان کا معتبر حصہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث مبارکہ سے فرمایا ”ایمان کی حاوت اگر کسی نے چٹکئی ہو تو تین چیزیں ہیں۔ وہ میں ہے۔ ایمان کی حاوت اللہ کو ”وعدہ الاثر یکہ“ ماننے اور پھر اس میں کسی کو شریک نہ کرنے میں ہے اور ایمان کی حاوت رسول اللہ ﷺ کو اپنے جان و مال، اولاد و برتری سے بڑھ کر چاہنے میں ہے اور ایمان کی حاوت اسلام سے کفر کو واپس جانے میں کراہت کو کہتے ہیں۔“

خواتین و حضرات! میں سمجھتا ہوں آج ہی نہیں، پہلے بھی بہت ایسے واقعات گزرے ہیں کہ جب رجنالڈ، کرک کے والی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی ایک عزیزہ جو مانیوں کے گروہ کے ساتھ جاری تھی، ان پر حمل کیا۔ تو اس خاتون نے آواز دی ”و محمداء“ (اے محمد ﷺ میری مدد کریں) کیا آواز عجیب و غریب تھی۔۔۔ وہی، اس وقت اس زمانے میں یہ آواز دینا بڑا نہیں سمجھا جاتا تھا۔۔۔ تو اس عورت نے کہا ”و محمداء“ رجنالڈ نے یہ سن کر کہا ”آج محمد ﷺ تو کیا تیرا خدا بھی تجھے میرے ہاتھ سے نہیں چھو سکتا۔“ جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو یہ بات پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ اس مردود کا سر میں ڈواپنے ہاتھوں سے قلم کروں گا۔ وادی، Hittin کی جنگ کے بعد Twenty five princess of Europe قید ہوئے، گرفتار ہوئے، صلاح الدین کے سامنے لائے گئے۔۔۔ جنگ Hitten دراصل پیاس کی جنگ ہے جب پیاسی ذریعہ روکتے رہنے ہوئے کھلی کے باعث ہی مر گئے تھے بلکہ حتی پیاس کی جنگ تھی کہ جب ان کو قتل کرنے کے لیے کوئی ملوث یا کوئی ترسان پہنچا تو وہ کہتے کہ سر اٹا رہے مگر ایک کھونٹ پانی

دشمن سے بیک نہیں جاگی یا سخی۔ دشمن سے کسی courtesy کی توقع رکھنا بہت بڑی حماقت ہے۔ وہ ہم پر رحم کیوں کریں گے؟ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے آپ پر رحم کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم خدا اور رسول ﷺ کے طریقوں پر چلیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم honesty اختیار کریں۔ ایک مضبوط نسل بن جائیں۔ ایک اعلیٰ قدر کی نسل بن جائیں پھر دیکھیں گے کہ کون حواء کرتا ہے؟ انا ماںہ وہ وقت آئے گا جب آپ ان سے اس تحلیک کا پورا حساب لیں گے۔ پورا پورا لیں گے۔ میزانِ ولی جائے گی۔۔۔

اے پروردگار عالم! اتنے بڑے حادثے میں جو ہمارے عزیز و قارب، ہمارے دوستوں کے عزیز و قارب، چنگے کھربا دیوئے، ان کے تھکان پورے فرما، جسکی زندگیاں گئیں جو اگر دنیا میں نہیں آتے تو ان کو دوسرے گروں میں امن و سکون کی زندگی عطا فرما! اے مالک و کریم ان کے جو بچے یتیم ہو گئے ان کی خدمت فرما، اور ان کو اپنی منزل پر پوری خدمت سے پہنچا! اے مالک و کریم ان بچوں کی بھلائی ہو اور ہمارے گھروں میں امن رکھ، لیکن رکھ، جو سننے

تازہ پیدا ہوئے انکی زندگیاں ہمارے ہاں امانت کی طرح ہیں، ہمیں ان کی مدد اور امانت اور پرورش پر مدد فرماتا کہ ہم ان کو تیرے اچھے بندے بنانے کی توفیق دے سکیں۔ اے مالک و کریم! ہمیں اپنی ترجیحات کا سبق اچھی طرح پڑھاؤ! اے مالک و کریم! ہمارا نفس و تجو رو درمادے اور اے مالک و کریم! اپنے بندوں پر اپنے بندوں کی طرح رحم فرما! ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تجھے ماننے کا حق ادا کریں۔ خطا و غلطیاں کو فراموش فرما، گناہ کو بھول کر فراموش فرما اور زندگی اپنی خدمت میں اور اپنی غلامی میں بسر کرنے کی استطاعت فرما! اللہ ہم کو ملے جو ملے آل محمد و آل محمد و آل محمد و سلم

سوال: اساتذہ عزاء اور اساتذہ موافق کون کون سے ہیں؟ اساتذہ کے اخلاقی خواص وضاحت سے بیان کریں اور حرم سے مل کر کیا اثرات مرتب کرے گی اور ان سے مل کر کیا اثرات مرتب کرے گا؟

جواب: خواجین و حضرات! wellcome back السلام علیکم ورحمۃ اللہ! پہلا سوال مغرب تک جانے والا ہے، بہت طویل ہے۔ مختصر میں کچھ آچکے اس کا جواب دوں گا۔ جیسے میں نے پہلے کہا تھا، کہ اساتذہ انصاف و مہربانی جو قرآن میں درج ہیں جیسے السلام، رحم، عطف، کھینچنا، جمع، عطف۔ یہ second combination ہے۔ یہ combinations آگے بڑھ کر بنے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگیوں میں غور کیجئے گا کہ بہت سارے اساتذہ speed زمانہ اور خواہش کے لحاظ سے ایک دوسرے سے different ہو جاتے ہیں۔ جیسے سب سے پہلی جو رحم ہے اسے ہم حیات و موت کہتے ہیں۔ حیات متحرک ہے اور موت ساکن ہے۔ اب اسی چیز کو جب آپ آگے بڑھاتے ہیں۔ تو کسی بھی قانون کا نام اگر ح سے شروع ہو گا۔ تو وہ agitation، movement، tension اور constant غضب کی علامات رکھے گی۔ آپ فریض کرو، اگر اس temper کا آپ انکو رشہ دے دو تو یہ movement آپس میں ٹکرا کر ختم ہونے کے ورپے ہو جاتی ہے مگر اگر ح کا تعلق ہم سے ہو جائے۔ تو ہم اسے سمیٹ لیتی ہے۔ وہ اتنا بڑا سکون aspect آگے لیتی ہے۔ اسی لئے پہلی رحم جو ہے وہ حیات و موت کی ہے اور دوسری رحم جو ہے وہ موت اور مہربانی ہے۔ یہ دیکھ لیجئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سات ح اور مہم عطا کی گئیں۔ ان میں سے دوسری مہم جو ہے وہ موت اور مہربانی ہے۔ یعنی پہلی ح۔ آپ نے غور کیا ہو تو ماہ کو مہم البعوی یعنی سمندر کا پانی کہتے ہیں۔ دریا اور بے ماہا بحر اور بے اگر مہم کارنگ سفید

ہو تو وہ تیز رفتاری سے پہلے کو دھکیلتے ہوئے projective۔ اور اگر ہم کارنگ سا نوا لے جتو وہ depth اور گہرائی رکھے گی اور اگر اس وقت اس کی شادی "ج" سے ہو جائے تو "ج" جو مرضی کر لے ہم اسے سینے رکھے گی اور اگر نہیں ہوگی تو یہ تعلق بد قسمتی سے ختم ہو جائے گا۔ اب اگر دیکھیں تو یہ combinations ہیں جیسے ہم میدانوں میں، جنگ میں، ہم اگر جریلوں میں بھی دیکھیں تو یہ چند نظر آتی ہے۔

یہ اساتے سوا اخت ہیں جو قرآن حکیم میں درج ہیں۔ یہ اساتے کا طریقہ نہیں ہیں۔ مگر جب اساتے کا طریقہ باری آتی ہے تو وہ ہمیں خود discover کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی بھی اساتہ کی ایک list، ایک وقت میں آپس میں محبت رکھتی ہے اور دوسرے وقت میں ایک دوسرے کی مخالف ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہوتی ہے کہ first combination اور second combination اور third combination ہوتے ہیں اور third combination ہوتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ ایک شخص third combination میں جا رہا ہے تو وہ چلتا تو رہے گا مگر ان میں اتنا انس نہیں ہو گا۔ فرض کرو اس شخص کی ملاقات first combination سے ہو گئی تو first combination جو ہے اس کے third combination کو بڑا کر دے گی۔ اس لئے اکثر جو شادیاں ٹوٹتی ہیں یا کسی دوسرے تعلقات کی مداخلت ہوتی ہے تو ہم یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں خدا خواستہ کوئی affair، کوئی تعلق، اپنے combination میں اتنا تو نہیں بڑھ گیا کہ second یا third combination کے لئے باعث خطرہ بن گیا ہے۔

خواتین و حضرات! آپ ایک لائبریری میں جاتے ہو۔ اگر کوئی sign نہ ہو کوئی نشان نہ ہو، اور آپ کچھ کہا جائے کہ لٹریچر پر فلاں author کی کتاب آپ ڈھونڈ دو میرا خیال ہے کہ ایک بڑی لائبریری میں آپ کچھ ایک ہفتہ بھی لگ جائے تو وہ کتاب نہیں ملے گی۔ ہوا کیا ہے؟ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ لائبریری کی بجائے کسی جگہ میں داخل ہو کر کتاب ڈھونڈیں Obviously you have to get the first name then you have to go where there will be major division کہ یہ ماول ہے، یہ تاریخ ہے، یہ فسانہ ہے یہ فلاں ہے اس کے بعد آپ کو وہ section ڈھونڈنے میں جہاں وہ ماول یا فسانہ ہے آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ کو guide

کیا جاتا ہے کہ یہ وہ section ہے۔ پھر آگے ایک author's list بنی ہوئی ہے۔ وہ author's list دیکھ کر آپ اس کتاب کے اس Particular rack میں سے تھوڑی سی کوشش کے ساتھ آدھے پونے گھنٹے میں اصل کتاب ڈھونڈ لیتے ہیں۔

جب خداوند کریم نے لوگوں کو پیدا کیا تو ان کی basic catagories کا تحقیق کیں۔ basic catagories کو وہ حرف rule کرتے ہیں جن کو آپ حرف مضامین کہتے ہیں اور اسی catagory کے بعد secondary catagories وہ نام ہوتے ہیں جو ان ماموں کے ساتھ آکر ملتے ہیں۔ ان کے features، ان کے relations hips میں نادانہ basically مشترک ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بہت سے دانشور یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ایک ہی مام دس آدمیوں کا ہے تو وہ مختلف کیوں ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ خواتین و حضرات! ان کے genetic differences ہوتے ہیں۔ مام تو وہی رکھا جاتا ہے مگر اگر مجھے یہ جانا ہو کہ یہ کس گلاس میں ہے تو مجھے لائبریری کی جگہ ذرا پیچھے جانا پڑتا ہے۔ اور پیچھے جا کر میں دیکھتا ہوں کہ genetically جس ماں باپ کے کمر پیدا ہوا ہے اس میں affinity جتنی مشکل تھی۔ پھر ان فرض کرو کہ کسی کا مام الف سے شروع ہو اور اس کے مفروضوں سے پیدا ہوا ہو جائے تو ان کی آپس میں سخت مخالفت رہے گی اگرچہ ان بڑا obedient رہے گا۔ مگر mentally they would be lot apart۔

میں الف اور نون کی آپکے دو بڑی مخالفتیں بتا سکتا ہوں۔ اس کی وجہ اگر آپ سوچو تو بڑی واضح ہے کہ اللہ نے فرمایا۔ صمدی قدسی ہے۔ کہ خدا نے جس انسان میں اپنا سب سے بڑا دشمن پیدا کیا ہے۔ اگر آپ غور کرو تو الف اگر اللہ کے basic مام کو ہم کہتے ہیں تو اس نے اپنی مخالفت خود ہی نون میں رکھی ہے۔ اب آپکے تھوڑا سا ایک عنصر بتاؤں کہ جب الفاظ، الفاظ سے ملتے ہیں تو ان کے ایک جیسے اثرات نہیں ہوتے۔ اگر وہی سا، شرک ہیں اور ان کی موافقت ہے تو وہی سا، کا تعلق جو ہے وہ نتیجے طبعیہ طبعیہ دے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ الف اگر مام سے ملے تو وہی نتیجہ نکلے جو الف اور شین کے مہنے میں ہوتا ہے۔ الف اور شین کے تے میں جسمانی possessions ہوتی ہیں۔ دونوں چونکاہٹ ہیں۔ الف بھی بٹیل ہے شین بھی بٹیل ہے تو دونوں میں possessive attitudes پیدا ہو جائیں گے۔ الف اگر مام سے ملے گی تو الف کو چونکاہٹ مام سے شدید محبت ہوتی ہے اور یہ محبت چونکاہٹ اور رسول محمد ﷺ سے شروع ہوتی

ہے اس لئے اس کا effect normal life پر بھی پڑے گا۔ اگرچہ ہم کسی نہ کسی وقت تہائی حاصل کرنے کی بلیدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

الف کے ساتھ اس کو جب ہم آگے بڑھاتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ الف اور ہم کی یہ روایت الہم میں آئی ہے اسی لئے جب یہودیوں نے question کیا تھا رسول اللہ سے کہ آج کل کون کون سا وقت عطا کیا گیا۔ جب انھوں نے حضور ﷺ سے الحور سنا تو وہ چونکا ہوا کر چلے گئے کہ یہ تو قیامت تک جائیں گے حضور ﷺ نے کیا فرست مایہ میں ایک عمل استاد کی طرح تھے انہوں نے ایک جھک اس علم الاماء کی اس وقت دکھائی جو معنی کے لحاظ سے تھی جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے رہے تھے تو ایک اسطر بند شخص ان کے پاس آیا۔ حضرت ابو بکرؓ و ادرے کہ یہ حضور ﷺ پر حملہ نہ کر دے تو حضور ﷺ نے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا ”میرا نام اسلم ہے۔“ کہا ”اس میں ہمارے لئے سلاحتی ہے۔“ کہا ”کس قبیلے سے ہو۔“ کہا ”میں بنو نسیم سے ہوں۔“ کہا ”اگر اللہ تبارک و تعالیٰ میں بھی ہمارے لئے اچھائی اور بہتری ہے۔“ تو بہتر طریقہ کار یہ ہونا ہے کہ اگر اچھی تعلیم، اچھے مصلک اور اچھے مذہب پر انسان قائم ہو تو اس کی طرح حرکت کرنا ہے۔ جیسا چھائی کو حرکت کرنی چاہیے۔ مگر جب یہ بات نہیں ہوتی جیسے آج کا زمانہ ہے تو ہم اس کو اس کی بھلائی سے نہیں بچھتے بلکہ اس کی بُرائی سے بچھتے ہیں۔ اس لئے بہت سارے اماء آج کل اپنے مقام سے گر جاتے ہیں اور جیسے حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ پوچھیں گے، اور لوگ mention کریں گے۔ کہ غلاں شہر میں، غلاں محلے میں، غلاں گلی میں ایک شخص ہے جو ایماندار ہے یعنی ایمان اتنا کم ہو جائے گا کہ لوگ ڈھونڈیں گے، search کریں گے، پوچھیں گے اور اس شخص کا یہ نام ہوگا جو ایماندار ہوگا کیونکہ وہ اکیلا ہوگا۔ اور کہیں آجکا ایماندار ہی نظر نہیں آئے گی۔

ایک تیسرا سوال جو اٹھتا ہے، جس کے لئے میں آپ کو یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس معاملے میں، اماء کی recognition دینے والا، میں اس وقت صرف اکیلا استاد ہوں، چونکہ اس کی تعلیمات کا قطعاً کوئی record بنایا نہیں موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اماء کی تحقیق میں، ان کو مناہد دینے میں، جن چیزوں نے مذہبی ہے سب سے پہلے قرآن حکیم مدد کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کی کتاب کے بعد، ہمیں اپنی psychological observations، sociological anthropological observations اور کو لاکر اگر حقیقت اس

جاتی تھی۔ اب اللہ کے فضل سے میرے کچھ دوستوں نے بڑی مروت فرمائی، بڑی حمایت فرمائی تو میں نے تھوڑا area کھول دیا۔ میں نے کہا: چلو! آپ کے علاقے میں اگر ایک شخص نے بھی ہماری امانت کی جواز میں support کیا ہے تو باقی حضرات اپنی خوشی سے آسکتے ہیں۔ تاکہ ہمارے نوجوان دوست کوئی burden feel نہ کریں۔ مجھے بھی لگتا ہے کہ پیسہ زیادہ ہیں مگر اگر آپ یقین رکھو تو یہ پیسے لینے کے لئے نہیں ہیں بلکہ تعداد روکنے کے لئے ہیں کہ ہمارے پاس جگہ کم ہے۔ ہم جب تک کسی بڑے کٹے میدان میں نہیں جاتے، ہم manage نہیں کر سکتے۔ اب امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگلے برس تک ہم open کریں گے۔ پھر آپ یہاں ہزاروں لوگ دیکھیں گے۔

آپ تو شاید یہاں کی تعداد دیکھتے ہو مگر مجھے انہیں یہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہزاروں دوست جو آنے کے لئے بڑے بے چین ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے نہیں آسکتے کہ شاید ان کے پاس مانی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس دفعہ سڑکوں پر، گلی کوچوں میں، ٹرانسپورٹ بند ہونے سے ہرش کی وجہ سے جو واقعہ پیش آ رہا تھا تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ہم equivalent level پر تیار کریں مگر ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ لوگوں نے اتنی جت دکھائی ہے کہ آپ نے ہمارے کمانے کے space and time میں فرق ڈال دیا۔ میں روز پٹری چایا کرتا تھا اور مدرسہ کے ساتھ وہاں آتا تھا۔۔۔۔۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے، سڑکوں پر جاتے ہوئے اگر ایک لمبو توقف کر کے دوسرے سے کہیں کہ تم نکل جاؤ تو کسی قسم کا بھراؤ پیدا نہیں ہوتا مگر ہم اتنی جگہ کرتے ہیں،۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ مہربان نہیں کریں گے، جب تک آپ اس جگہ پر قائم نہیں پائیں گے، ہم بھی بھی ایک بہتر اور اچھی قوم نہیں بن سکتے۔ شاید میں بھی پہلے پہلے ایسا ہی کرتا تھا۔ میں بھی آپ سے زیادہ عجیل تھا، پھر جب اللہ نے تھوڑا سا مہر و سکون بخشا، جب مجھے خیال آیا کہ ہم اللہ کے ماننے والے ہیں، اللہ بھی کوئی discipline مانگتا ہے، ایسا discipline جس کا centre! پر نہ ہو، جس کا centre! نہ رہو، کچھ رکاوٹ نہیں پڑتی اگر میں ذرا سارک کر اپنے بھائی کو اشارہ کر دوں اور سارے لوگ اگر ایسا کریں، وہ ڈک جائیں اور کہیں کہ چلو! اور تیرا امت میری گاڑی سے آگے ہے، تو پہلے نکل جا مگر ہم لوگ اسے جگہ پسند ہیں کہ اگلی گاڑی! لے کر ہر صورت تاجوہر باد کر کے آگے نکلتا چاہتے ہیں۔ خواتین و حضرات! آپ یقین کیجئے کہ ہمارا کمال کبھی کم نہیں ہوا۔ میرے ساتھ جو لوگ co-operate کرتے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے اچھا کمالا جاتے ہیں

اور ہماری یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آپ تک پہنچے، مگر کبھی کبھار نکتہ ایک بھرے پرے نظام کو برباد کر دیتی ہے۔ میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ ہم سے کتنا ہی ہوئی تو ہمیں معاف کریں، اگر آپ سے ہوئی تو اصلاح فرمائیں۔

سوال۔ خدا کائنات کی مجموعی طاقتوں کا نام ہے۔ اگر نہیں تو پھر خدا کیا ہے؟

جواب۔۔۔ ”لَوْ كَانَ لِهَيْمًا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ لَفَسَلْنَا“ (الانبیاء 22:21)

(اگر کائنات میں ایک خدا کے سوا خدا ہوتے تو کائنات میں فساد ہو جاتا۔)

اللہ کی دلیل بڑی سادہ ہی ہوتی ہے۔ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ یہ تو ہم نہیں جانتے۔ کائنات میں کوئی تو ہم نہیں جانتے۔۔۔ اشیاء قدرت خداوند کی پابند ہیں، ان کی اپنی کوئی جڑ، سب حرکت نہیں ہے، کوئی جڑ، سب حزن نہیں ہے، ان کی کوئی تخلیق قوت نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں جو اللہ نے ڈالیں انسان کے باطن میں ڈالیں، اشیاء کے باطن میں ڈالیں، جو پتھروں میں ڈالیں، جو جھروں اور بھر میں ڈالیں، اس کے لئے ہمارے پاس sciences کے پاس غلطی کے پاس، ایک بھی دلیل نہیں ہے کہ پہلے مادام کا درست مادام کا کیوں ہوا؟ اخروٹ کا کیوں نہ ہوا؟ یہ فرق کیسے ہوئے؟ یہ پتھروں کے رنگ کیسے different ہوئے؟ اب ہم ان کی reason discover کر کے خدا کو دیتے ہیں مگر پہلے بھی صرف اور صرف اللہ کی ذات نے نصیحتات مقرر کیں۔۔۔۔

ایک معمولی سا، ایک چھوٹا سا استاد ہونے کی حیثیت سے میں ابھی آچکنا رہا تھا کہ اساتذہ کے لئے میں آپ کو کسی بڑی authority کے طور پر refer نہیں کر سکتا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ research اور تحقیق کے بعد اساتذہ کو میں نے منافع از خود بخشی ہیں۔ مطالعے کے بعد آپ مجھ سے اختلاف کر سکتے ہو۔ اساتذہ کی منافع میں اختلاف کر سکتے ہو، مگر یہی حال جو ہے کائنات والا میں اس پر کہہ کریم کا ہے، اس خلاق کا ہے ”هُوَ اللَّهُ الْعَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ“ کا ہے کہ اسی نے اشیاء کو قدرتیں بخشی ہیں۔ اگر کوئی آندھی تیز ہے، اگر کوئی سورج چمکا ہوا ہے، اگر چاند رست مگر ہے تو یہ سب اللہ کی وجہ سے ہے جس نے اشیاء کو بنایا اور ان میں اپنا حکم ڈال دیا۔

یہی اللہ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام اشیاء میں اپنا حکم ڈال دیا۔ پوری کائنات میں کوئی division of force نہیں ہے، کوئی تحقیق میں division نہیں ہے

کوئی mastership نہیں ہے وہی معبود ہے۔ وہی خالق ہے وہی الہاری ہے، وہی ختم ہے وہی جبار ہے وہی قہار ہے وہی عزیز ہے وہی شکیم ہے۔ جب دنیا ختم ہونے کو آئے گی تو وہ اپنے اس دعوے کے ساتھ آپ کے سامنے آئیں گے مگر آپ اندازہ کیجئے کہ جب اللہ کا نور چمکے گا۔ تو اس وقت positive language استعمال ہوئی ہے کہ

”وَأَشْرَكَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا“ (الزمر ۶۹)

(جب زمین اپنے رب کے نور سے جھمکا جائے گی۔)

قیامت کے دن ساتھی ہیں دکھائی جائے گی اور پروردگار کے نور سے زمین چمک جائے گی۔۔۔ مگر اترنے والے آسمانی فرشتے نہیں اتریں گے۔ ملکیتوں کے دعووں کو توڑتے ہوئے ہمیں گے۔ بادشاہوں کی کلاچیں اُتارتے ہوئے ہمیں گے۔ بیش اور بلخیر کو ملیا دیتے کرتے ہوئے اتریں گے اور فرمائیں گے! آتوں کے مالک! اے بادشاہ! اے فرعون و بلقان و شداد! آت مجھے بتاؤ! آت خالق کو face کرو۔ یعنی خالق نہیں آسمانی خالق کو face کرو۔۔۔

”لَمَنَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ“ (المومن ۱۶)

کس کی ہے یہ دنیا۔۔۔؟ کس کی ہے یہ مملکت۔۔۔؟ کس کا ہے یہ زمانہ۔۔۔؟ کس کی ہے زندگی۔۔۔؟ اور پھر وہ خود ہی کہے گا۔۔۔

”وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ (المومن ۱۶)

(اور اسی واحد و قہار کا ہے)

یہی آپ کے سوال کا جواب ہے۔

سوال: واقعہ کربلا کے تناظر میں پتہ چلتا ہے کہ کثیر تعداد میں صحابہ ماکرام نے بھی بڑے ہی بطور خلیفہ بیعت کی تھی۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: خواتین و حضرات! بڑے نے بیعت مانگی نہ اصحاب نے کی۔۔۔ اصحاب رسول ﷺ کو کبھی بھی یہ طعن نہیں دیا جاسکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں کنز و ہوسکتا ہے، منافق نہیں ہو سکتا، مگر ہم نے اگلی جنگوں میں بھی دیکھا، معاملات میں بھی دیکھا کہ پوری امت کو جب اس قسم کے فساد پیش آئے تو اس میں ہمارے دس سے پندرہ اصحاب کی شرکت ہمیں نظر آتی ہے جیسے حضرت بل کرم اللہ وجہہ کے ساتھ عمار بن یاسر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف اُگر آپ دیکھو تو ام المومنین

حضرت عائشہؓ یا طلحہؓ یا زبیرؓ مقرر آتے ہیں۔ جب بعد میں ان کے اندر آپس کی understanding develop ہوئی تو حضرت طلحہؓ نے ان کو اللہ کے رسول ﷺ کا واسطہ دیا اور مرض کی کہ میں اپنے لئے کسی صحابی کا خون بہا جاؤ نہیں سمجھتا اور آپ نے ان اصحاب کو جنہوں نے روم اور یمن کی سلطنت کو الٹ دیا تھا، وہی اصحاب جو اس وقت تھے تو آپ نے ان سے موت کی بلکہ ان کو قسم دی رسول اللہ ﷺ کی اگر تم میں سے کوئی میرے لئے لڑے گا تو اے رسول ﷺ کی قسم ہے تو اصحاب پلٹ گئے اور وہ لڑنے والے فساد یوں سے نہ لڑ سکے وہ اپنے گھروں میں بند ہو گئے۔ ان کو حدیث یاد آتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے اصحاب! حکومت آئے گا فساد کا... اگر ایسا وقت آئے تو تم اپنے گھروں کے دروازے بند کر لینا اور اپنے مقام پر ہی نماز ادا کرنا۔

ثوالتین و حضرات! اس کے بعد ہم نے اصحاب کو کھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ کچھ دور کے بعد اصحاب نے یہ مناسب سمجھتے ہوئے کہ اگر یہ لوگ حکومت پہنچنے لڑتے مرنے میں تو ہم اللہ کے لئے دین کی تبلیغ کے لئے دور دراز نکل جانا بہتر سمجھتے ہیں مگر اس طرح تبلیغ پہنچنے نہیں جیسے آج کل... بلکہ ان کے اپنے انداز تھے۔ وہ فتنہ و فساد سے کہیں دور جا کر بس جاتے تھے اللہ ان سے لوگوں کو متاثر کروادیتا تھا اور اس طرح ہمارے بڑے بڑے علاقوں میں ہمارے اصحاب کے ہونے کی وجہ سے تبلیغ بھی ہوئی۔ اللہ کے لوگوں کو ان سے تلوس و محبت اور پیار بھی ملا اور حضور ﷺ کی حدیث بھی پوری ہوئی

”أَصْحَابُكَ الْغُيُوم“

(میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔)

اس لئے ہمیں کوئی اتکا ثبوت نہیں ملا۔۔۔۔۔ میں نے بہت تاریخیں دیکھیں ہیں، مگر پانچ، سات کے علاوہ مجھے اس دور میں اصحاب کے نشان نہیں ملتے۔ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ اتنا ”بھرا پورا“ وقت گزارنے کے بعد ہمیں اس زمانے میں اصحاب رسول ﷺ بالکل active نہیں نظر آتے اور اس کی وجہ یہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ دو فتن میں اپنے گھروں میں بیٹھ جانا اور اپنے دروازے بند کر لینا۔۔۔

سوال: پروفیسر صاحب! یہ بہت دلچسپ سوال ہے ایک دوست پوچھتے ہیں کہ خدا نے آپ کو پردے کے پیچھے دیکھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ آپ بتائیے کہ آن کا بھی پاکستان جیتے گا!

بھارت؟

جواب: خواتین و حضرات! یا انھوں نے بالکل غیر مناسب بات کی۔۔۔ میں پردوں کے پیچھے نہیں جھانکتا ہوں، بل! اگر پردے کے پیچھے سے کوئی چیز نکل آئے، تو اس کو میں دیکھتا ہوں۔ مجھے حدیث رسول ﷺ یاد ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے دروازے پر بغیر دستک کے آواز دی اور اس کے بعد پردہ بنایا تو حضور ﷺ کے ہاتھ میں نہ ہتھکا، کہا کہ اگر ذرا بھی تو اور ٹھہرا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ تو بھائی صاحب! میں پردوں کے پیچھے نہیں جھانکتا۔

توفیق مر: صحیح و جیس کا وہ ہیں ہے۔۔۔

پروفیسر احمد رفیق: اچھا، یہ میں تا سکتا ہوں، مگر پردے کے پیچھے جھانک کر نہیں، اپنی فراست سے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ سب کو بھی دی ہے، میرے پاس بھی ہے۔۔۔ تو میں تا سکتا ہوں مگر میں تاؤں گا نہیں۔ اس سے میری عزت کم ہونے کا خطرہ ہے۔۔۔

سوال: ایک دوست کا بہت خوبصورت سوال ہے کہ انسان کی زندگی میں خدا پہلے آتا ہے یا اعتدال

پروفیسر احمد رفیق: بال تعجب جواب دیں گے۔

بال تعجب: میرے خیال میں خدا پہلے آتا ہے اور اعتدال بعد میں۔۔۔ کیونکہ خدا کا آنا ہی اعتدال ہے اور باقی اگر اور کسی religion میں دیکھیں، جن کو کہ میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ comparative religion کو میں کافی عمر سے study کر رہا ہوں۔ کسی بھی religion میں آپ کو اعتدال نظر نہیں آتا۔ میں اس کو عموماً دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، آپ سے بھی یہ عرض کر رہا ہوں۔ ہماری لوگوں کے بارے میں جو normal judgement ہوتی ہے وہاں کے mannerism پر، اخلاقیات پر ہوتی ہے۔ یا ایک learned trait ہے جس سے کہ ہم لوگوں کو judge کر لیتے ہیں اور ہم عموماً سی، اخلاقی کو اعتدال بھی سمجھنے تک جاتے ہیں اور اگر تھوڑا deeper aspect میں دیکھا جائے تو ایک دوسرا aspect جس کو کہ میں character کہتا ہوں جو کہ آپ کا inner self ہے، آپ کی personality ہے، آپ کے genetics ہیں، آپ کی بہت سی ایسی decisions ہیں جو کہ آپ کے مزاج کے تو خلاف ہے لیکن ایمان کے ساتھ ہیں۔ انکو balance کرنے پہلے جب تک زندگی میں خدا شامل نہیں ہو گا، آپ کی زندگی میں اعتدال نہیں آ سکتا۔ ایک apparent mannerism

فوری ہو سکتی ہے۔

سوال: انتظار کی ڈوب صورت ترین صورت کیا ہوگی؟

جواب:

۔ تو نہ می دانند بنو ز شوق یہ میر د زے وصل

چسب حیات و دام سوخس ما تمام

(تجھے تو ابھی یہی نہیں کہ وصال موت ہے۔ وصال میں زندگی نہیں ہے بلکہ زندگی تو ہم وقت چلے

میں ہے۔) بہت پہلے میں نے ایک شعر لکھا تھا انتظار پر ۔۔۔ شاید کسی شیطان کو وہ شعر یاد ہو ۔۔۔ وہ

انتظار کی اس کیفیت کو بڑے سادھے طریقے سے ادا کرتا ہے کہ

۔ بڑا کرم ہے کہ صبر ہے وہ نہیں آئے

بڑے حلے میں شب انتظار گزری ہے

یہ ایک پرانا شعر ہے۔ اس میں انتظار کی کیفیت عیاں ہوتی ہے۔

سوال: ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ ہماری زندگی میں خدا کا تصور حقیقت ہے یا محض راوی

فرار؟

جواب: یہ دراصل آپ ایک ایسی statement دے رہے ہو جس کے پیچھے کم از کم پانچ نقطہ

بائے نظر ہیں اور جس اوقات انکار کی اور ماننے کی بنیادی اساس ایک ہی ہوتی ہے اور وہ ہے

جہالت۔۔۔ جس نے انکار کیا، اُس نے بھی جہالت میں انکار کیا اور جس نے لا اُس نے بھی

جہالت سے لا۔۔۔ تو اس صورت میں جس وقت کو تو متان رہے ہو اُس کا کوئی اثر آپ کی زندگی

پر نہیں ہوتا۔ اس بات کے بارے میں اتنا بار بار قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ تم لوگ آباؤ اجداد

کے دین پر قائم ہوئے، اہل کفر بھی آباؤ اجداد کے دین پر قائم تھے اور ہم جو مسلمان ہیں دو برحق

میں، ہم بھی اپنے آباؤ اجداد کے دین کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ تو دونوں صورتیں ایک ہیں۔ اگر

آپ غور کرو تو اگر کسی کا ذکر یہ طعنہ دیا سکتا ہے کہ تم اللہ کو اس لئے نہیں جانتے کہ تم اپنے آباؤ اجداد

کے دین پر قائم ہو تو کسی مسلمان پہنچے بھی یہی طعنہ ہو گا کہ تم اللہ کو صرف اس لئے مانتے ہو کہ یہ

تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ دین کی اور اللہ کو جاننے کی ادنیٰ ترین

صورت ہے، جس میں اگر کوئی benefit ہے اور اگر آپ بچنے گئے تو آپ یہ بالکل نہیں کر سکتے

کہ میں اپنے غور فکر کی وجہ سے بخشا گیا۔ بلکہ آپ یہ کہو گے کہ میں اپنے آباؤ اجداد کی وجہ سے بخشا

گیا۔

اگر غور کیجئے تو ہمارے دل کو یقین اس وقت آتا ہے، ہم اس وقت خدا کو مانتے ہیں جب ہمارے شکوک و شبہات، ہمارے اللہ پر اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔ ہم اس وقت اللہ کو حقیقی مانتے ہیں اگر اعتراض معیوب ہیں تو خدا کا وجود قلیل ہو جاتا ہے۔ ہم اسے مانتے تو رہتے ہیں خوفِ خلق کی وجہ سے۔ مگر دراصل ہم اسے مانتے نہیں ہیں۔ ایک تجاہلِ نادانانہ ہے۔۔۔ ساری کتابیں اللہ کے نام سے بھری ہیں، ہمارے میگزین اللہ کے نام سے بھرے ہیں جس جگہ جاؤ اللہ کی باتیں ہیں، پھر اس سوسائٹی کو اس طرح سے نہیں ہونا چاہیے، جس طرح کہ وہ جیسا اس طرح کا تو نہیں ہونا چاہیے کہ قدم قدم پر ہر جگہ بر معمول کی بات میں جھوٹ، فریب، مکر۔۔۔ اس لئے کہ ہم accountable نہیں ہیں اللہ کے بارے میں۔۔۔ ہمارا دین جو ہے اتنا بڑا زاری ہے کہ ہم اللہ کو کہیں بھی جواب دی نہیں دیتے۔ جب تک آپ باطنی طور پر بغیر کسی خارجی تہیہ کے اللہ کو اپنی جواب دی کامر کو نہیں مان لیتے، آپ کا اللہ کبھی حقیقی نہیں ہوتا۔۔۔

توفیق مر: معزز ذواتین و حضرات مجھے خوشی ہو رہی ہے آپ کو یہ بتاتے ہوئے کہ شیخ پر ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب موجود ہیں۔ انہوں نے لازیم پرنسپل سے اسلامی علم میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔ آپ کا جو خاص موضوع ہے وہ Islamic theology ہے۔ سو ہم ان سے ابھی استفادہ کریں گے۔ ایک سوال ہے ڈاکٹر بلیل صاحب خاص طور پر آپ کیلئے اور بہت دلچسپ سوال ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو انٹل کا ایک نمائندہ سوال ہے، جو ان پوچھتے ہیں کہ آج کل کے پروفیشنل دور میں profession زباں دہوتا کیا ہے اور توجہ مانگتا ہے، ایسے میں کیونکر ممکن ہے کہ ہم تمام وقت تھیں، جتنی اور آرزوئے خدا میں گزار دیں۔ اگر ایسا کریں گے تو ہمارے رزق کا کیا ہوگا؟ ہمارے پاس وقت کہاں کیلئے گا؟ ساتھ ہی پوچھتے ہیں کہ اگر رزق کا وعدہ اللہ نے کیا ہے تو پھر professionalism میں اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ڈاکٹر عبد البلیل: اس سوال کو محترم استاد بڑے موقعوں پر بڑی مختلف dimensions سے handle کر چکے ہیں۔ اس سوال سے جو مضامین سول بنے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان اپنا profession کیسے choose کرنا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ اس کا جواب دے چکے ہیں کہ اللہ نے جس بندے سے جو کام لینا ہوتا ہے وہ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے یعنی professional choice عام طور پر determined

ہے۔ preferences genetically determined ہوتی ہیں پھر exhibit ہوتی ہیں۔ depending upon the things around you اس کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ جب profession کی جستجو کی جائے تو پتہ کر کے کیا جائے تو اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔ پہلی نشستوں میں کوئی علم ایسا نہیں کہ جب وہ اپنے کمال کو پہنچے، تو حقیقت اولیٰ کا اور اک نصیب نہ ہو۔ کوئی بھی علم جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو خدا کے وجود کی شناخت کا اشارہ ضرور دیتا ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر رزق کی جستجو میں گئے رہیں تو اللہ تک کیسے پہنچیں گے؟ یقیناً رزق مقدر ہو چکا اور جو رزق آپ پہنچے گا پکا ہے وہ آپ کو ضرور ملے گا۔ آپ بھی چاہیں تب بھی آپ تک پہنچے گا لیکن اس ساری جدوجہد میں اگر آپ آنکھیں کھلی رکھیں تو جستجوئے رزق میں بھی ایسے مقام آتے ہیں، جہاں آپ کے عرفان میں، فہم میں، فراست میں، مختلف ڈائریکشن سے اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ میں میڈیسن سے متعلق ہوں۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کسی قسم کے غیر فضا بنی مطالعے نے کوئی hinderance create کی ہو بلکہ وہ زیادہ excitement understanding create کرتا ہے۔۔۔۔۔

سوال: پروفیسر صاحب آپ سے سوال ہے کہ What is the status of women in Islam? Why are other religion more tolerant towards women than Islam?

جواب: میرے خیال میں پروفیسر سید بلال تنجب نے اس پر خاصا کام کیا ہوا ہے۔ کچھ مقالے بھی پڑھے ہیں، یہ اس سوال کا ابتدائی جواب دیں گے اور جو آخری relation ship towards Islam میں اس کو ضرور پورا کر دوں گا۔

سید بلال تنجب: جواب سوچنے سے پہلے آپ کو ایک بات عرض کر دوں کہ اگر کسی شخص کو شک ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس جیٹنا اور پھر بات کرنا کوئی آسان کام ہے تو وہ اپنا شک دور کر لے۔۔۔ میں پروفیسر صاحب کو 1991 میں پہلی دفعہ ملا تھا۔ اللہ جت نصیب کرے ہمارے ایک بڑے اچھے دوست تھے کیانی صاحب۔ ان کا پچھلے سال انتقال ہو گیا۔ انہوں نے طویا، جب سے لے کر اب تک کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ استاد کے پاس بیٹھے ہوں اور باتیں نہ کانپ رہی ہوں کیونکہ میں اس وقت تک دنیا میں کافی زیادہ محکم پھر چکا تھا تو میں نے پروفیسر صاحب سے ایک بڑے نکیرانہ کہیں یا ایک بڑے چالاک بننے کے سلسلے میں، پوچھا کہ پروفیسر صاحب

مجھے کیا پڑھنا چاہیے، تو انہوں نے کہا کہ تم کوڑے پر سے بھی کانٹہ اٹھا کر پڑھا کرو۔ تو وہ دن اور آج کا دن ... کوڑا کی کڑا ہو رہا ہے انسان اور کچھ بھی نہیں

میرے خیال میں ہماری جتنی بھی informations ہیں وہ بہت نیا وہ مینڈیا پر focused ہیں۔ میں اپنے طالب علموں سے عموماً اگر پوچھوں، اگر viva کے دوران بھی کسی informaton کے بارے میں پوچھوں کہ reference کیا ہے؟ تو نیا دہتر مجھے کہتے ہیں کہ ہم نے net پر دیکھی ہے تو مجھے یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ کتاب کو کوئی refer نہیں کر پاؤ۔ اسی طرح religion کے اوپر جب ہم سوال اٹھاتے ہیں، تو کتنی عجیب بات ہے کہ ہم اپنے religion کو بھی بالکل نہیں جانتے اور اگر ابھی میں آپ سے کہوں کہ مسجد جو ہے وہ کیسی ہوتی ہے؟ اور اگر کسی نے دیکھی ہو اور میں صرف یہ کہوں کہ اس میں ایک بال ہوتا ہے، جس میں نماز پڑھتے ہیں۔ پھر اس کے باہر ایک courtyard ہوتا ہے اور اس courtyard کے دونوں اطراف میں وضو کی جگہ ہوتی ہے تو بڑی سیدھی سی، صاف سی بات ہے۔ کچھ جگہ ایسی ہے جو سائے میں سہولت دے گی۔ کچھ جگہ ایسی ہے جو کہ کھلے آسمان کے سہولت دے گی اور اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ مندر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ مندر کیسی چیز ہوتی ہے؟ تو وہ بھی بالکل ایسے ہی سمجھنے کہ ایک کمرہ ہوتا ہے، جس میں نیا دہتر کوئی کھڑکی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو بہت باریک slit window ہوتی اور اس کا چھوٹا سا دروازہ ہو گا اور دروازہ بھی بہت دور کر کے ہو گا اور اس مندر میں symbolical ایک خدا بیٹھا ہوا ہے۔ اب اس architecture کا اس structure کو بنانے کا کوئی مقصد ہو گا، جس طرح مسجد کا مقصد ہے اسی طرح مندر کا بھی کوئی مقصد ہو گا۔ اس میں بنیادی طور پر آپ نے خدا کو ایک کمرے میں بند کیا ہوا ہے کیونکہ اگر خدا کہیں باہر نکل جائے گا تو اس کی حفاظت کیلئے باہر چوکیدار کو بٹھایا ہوا ہے جو کہ برہمن ہے۔ اب یہ دونوں اشخاص وہ بھی کبھی پور بھی ہو جائیں گے تو ان کی دلچسپی کیلئے بھی انتظام کیا گیا ہے وہ ہے داسی کا اور پھر اس داسی کے ساتھ entertainment programme کے ساتھ آگے بہت لمبی بات جب چلتی ہے تو ان کے ہاں، پورا ایک آرٹ develop ہوتا ہے جن میں کلا سوزاں بھی آتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں بھی، جو انتہائی وہابیات طریقے سے کی ہوئی ہوتی ہیں۔ دوسری طرف اگر آپ دیکھو تو new christianity میں Most probably the chapter sixteen میں ہے۔

verse is 36 or 37 میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ چونکہ جانے آدم کو original sin پر convince کیا تھا کہ تم یہ sin کر لو، کچھ نہیں ہوگا تو اہل کے کہنے پر آدم نے یہ sin کیا۔۔۔ تو اس کے لئے ایک سزا ادا کرنے میں کوئی، ہمیشہ ہیٹے یا مت تک سینے اور وجہ یہ ہے کہ جب بھی عورت labour pain میں جائے گی، اس کو یاد دلانے کے لئے یہ labour pain اس کو یاد دلائے گا۔

اب دوسری صورت اگر آپ دیکھو تو معاملہ بالکل اور ہے۔ اگر میرے خیال میں مسلمان عورت یہ کہے کہ equality چاہیے تو میرے خیال میں سب کو ملے دینی چاہیے۔ اور رات کو مسجدوں میں چائے پانی کرنا چاہیے کیونکہ صورت یہی ہے کہ ایک چائے گئے رسول ﷺ کے پاس اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو جس، خلاصہ جہاں میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: ”تیری ماں کا“۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیں گا کہ یا ایک ہندو سے بات ہو رہی ہے اس نے کہا: ”پھر اس کے بعد؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تیری ماں کا“۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ! ”پھر کس کا؟“ فرمایا: ”پھر تیری ماں کا“۔ چوتھی دفعہ جب اس نے پوچھا ”اب اس کا؟“ تو نبی پاک ﷺ نے کہا: ”اب تیرے باپ کا“۔ اب آپ غور کریں equality کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں پر تو گولڈ میڈل عورت کے پاس، silver medal عورت کے پاس، brass medal عورت کے پاس۔۔۔ آدھی کو تو ایک appreciation certificate ملتا ہے اور چوتھے درجے پر اس کی حیثیت ہے۔ ایک طرف آپ دیکھتے ہو کہ عورت کو labour pain کے ذریعے یاد دلایا جا رہا ہے اس کا ذلت کا مقام۔۔۔ دوسری طرف جب وہ ماں بنتی ہے تو اللہ کا جو highest order ہے جنت۔۔۔ وہ symbolically اس کے پاؤں تلے رکھ دیا گیا کہ جنت تیری ماں کے قدموں تلے ہے۔ اب یہ تصورات اتنے مختلف ہیں کہ میرے خیال میں ایک مسلمان کو یہ بالکل بھی نہیں سمجھتا کہ وہ اس طرح کی بات کہے کہ اسلام میں عورت کا مقام equal کیوں نہیں ہے۔ پیچھے کیوں رو گئی؟ بالکل equal نہیں ہے definitely بہت بہتر اور بلند ہے۔

اس میں جو دو تین typical قسم کے سوال ہوتے ہیں، وہ گواہی کے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر کیوں ہے؟ کل ہی ایک جگہ سمیٹا رہا تو میں نے ان سے بھی درخواست کی کہ جب جتنا ماں مائی نے جو کس کیا اس میں گواہی کتنی عورتوں کی تھی۔ ایک عورت کی

کواہی تھی..... اگر تھوڑا سا depth میں دیکھیں تو دو گواہوں کا معاملہ صرف اُس وقت آتا ہے جب کوئی economical issue ہو کیونکہ عورت کو economics handle کرنے کے لئے کہا نہیں گیا۔ اُس کے لئے options ضرور ہیں لیکن اُس کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ مائے یا economically چیزوں کو handle کرے کیونکہ یہ بنیادی طور پر اُس کا فرض نہیں رکھا گیا اس لئے یہاں پر اُس کی جو رائے ہے وہ بھی تھوڑی سی محتاط طریقے سے لی گئی ہے۔ otherwise میرے خیال میں جو عورت کا مقام اسلام میں ہے اور کوئی ایسا religion نہیں ہے جو عورت کو اس status پر رکھتا ہے جہاں پر کائنات اور اس کے رسول ﷺ نے کہا اب اس حدیث پر غور کریں..... سختی عجیب بات ہے کہ بی بی فاطمہؓ جب آتی ہیں رسول ﷺ کے پاس تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ انہیں اپنی جگہ جیسے کے لئے ویجے ہیں اور جو آپ کی رضائی ماں ہے، اُن کے لئے آپ ﷺ اپنی پادر بچا ویجے ہیں۔ طرح سے کم ہے۔ میرے خیال میں شاید باقی لوگ جو ہیں وہ اپنا exposure دینا ہی نہیں چاہتے کہ اُن کے religion میں عورت کا جو مقام ہے وہ کیا ہے۔؟ پر و فیہراحمہ رفقہ اسکے علاوہ خواتین و حضرات! ساری شاعری، ساری فلمیں آپ ہی پر تو ہیں۔ ہمیں تو کوئی بھی اچھا نہیں کہتا (قتیبہ)

سوال: Why have Muslims failed as a civilization?
 جواب: This is very unauthenticated question, infact muslims are the only civilization which have lasted over fifteen hundred years. اگر آپ غور کرو تو تمام civilization جنہوں نے دنیا میں وقت گزارا ہے، اُن کی مدت زندگی پندرہ سال سے لیکر ڈیڑھ سو سال، دو سو سال، اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سو سال رہی ہے۔ ساڑھے تین سو سال سے آگے کوئی تہذیب نہیں ہے۔

perhaps آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ بہت سارے لوگوں نے ملکر کسی تہذیب کو قبول کیا، اور اگرچہ اسلام christianity کے چھ سو برس کے بعد آیا اور یہ کہ christianity کو already advantage حاصل ہو چکا تھا پھیلاؤ کا، اس کے باوجود اسلام نے آپ

ہاں میں christianity کو قہر اور میں پچھا کر رکھ دیا۔ because؟..... why لوگوں کو اسلامی تہذیبی اقدار پسند آئیں۔ البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس civilization کی ایک ایک قدر پر اللہ کی چھاپ تھی اور اس کے ایک ایک معمولات پر رسول اللہ ﷺ کے کردار کی جھلک تھی۔ Islamic civilization کی ایک مختصر سی بات نیچے کہہ دوں میں جب ابو عبیدہ بن الجراح نے حملہ کیا تو اس حملے میں پوری civilization کی پچھلی اقدار چل گئیں اور آپ نے ان سے جز یہ لیا۔ ان کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جب یرموک کی جنگ آگئی تو حضرت ابو عبیدہ جو بھی حکم ملا کہ آپ یہ جی چھوڑ کر یرموک میں آ جائیں۔ جب آپ جانے لگے: It has never never happened in the history of civilization... یہاں سے کہ پہلے civilized attitudes ہی نہیں تھے۔ تو حضرت ابو عبیدہ نے ان سے کہے لوگوں کو بلایا اور بلانے کے بعد ان کے پیچھے واپس آئے جو جز یہ کے لئے تھا اور کہا کہ ہم نے تمہاری حفاظت کے عوض یہ پیسے لئے تھے۔ اب چونکہ ہم چارہ ہیں، تمہاری حفاظت نہیں کر رہے تو یہ اپنی امانت واپس لے لو۔ جو christian پادری اس وقت آئے اور جو اس قوم کے بڑے آئے، انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے ہم قوموں سے تو یہ مسلمان infidal ہمیں بہتر ہیں۔۔۔

اس civilization میں بڑی بات یہ ہوتی تھی کہ اقدار کا مالک زمین کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ اقدار کا مالک صرف اور صرف اللہ تھا۔ اس civilization میں کردار کی وجہ سے محبت کا مرکز، صرف اللہ کا رسول ﷺ تھا اور اس civilization میں انصاف کسی فرد یا حد سے issue نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ کی وجہ سے issue ہوتا تھا۔ اس civilization میں ایک غریب ترین بیکاری بھی Court of justice میں بادشاہ کی مساعت رکھتا تھا۔ اس civilization میں کوئی شخص بھوک اور افلاس سے نہیں مر سکتا تھا Double security system کی وجہ سے، زکوٰۃ کی وجہ سے، اور صدقات کی وجہ سے۔۔۔۔

خواتین و حضرات! آج یورپ کی اہل ترین civilization صرف اپنے security system کی وجہ سے لوگوں میں popular ہے۔ جس دن وہ ختم ہوگا، وہ civilization ناک وناکستر میں چل جائے گی۔ It's very very difficult to say that Islam is the only civilization جو اپنے وجود میں آنے کے بعد قائم

نہرو کی..... اگر چاس کی حیثیت میں اقتدار کے سینٹر بن گئے رہے ہیں مگر مسلسل پندرہ سو سال کے بعد آئین تک بھی اس civilization کے بچے بچے آثار پہنچے ہیں۔

بال مقرب :- میں اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک چیز ہوتی ہے anthropolog کے کہتے ہیں اور ایک چیز ہوتی ہے history جب history کو جاننا ہو تو anthropology اس میں مدد کرتی ہے۔ anthropology ہے پرانی چیزوں کو کھود کر نکالنا کہ انسان کو پرانے زمانے کے خدائی کا اندازہ ہو سکے۔ ابھی آپ ایک لمحے کے لئے فرض کریں کہ اگر آئین سے ایک ہزار سال بعد ان ساری civilizations کو کھود جائے، ان میں پاکستان بھی کھود جائے، یورپ بھی کھود جائے، امریکہ کو بھی کھود جائے، تو جو اس وقت کے anthropologists ہوں گے وہ کس بات پر یہ judgement دیں گے کہ یہ civilization کامیاب civilization تھی اور یہ civilization factors ہیں جن پر آپ اس بات کو base کرتے ہیں۔ چوتھی سے west نے جو ہمیں بتایا ہے کہ ہر چیز میں success کا ratio دولت کے ساتھ associate کرنا ہے تو ہم اس چیز پر راضی ہو گئے۔ ہم اگر اس بات کو پہنچ کر دیں کہ ہم wealth سے success کو associate نہیں کرتے تو civilization کو آپ کیسے judge کرو گے؟

Archaeology میں پارٹریٹ تھے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس civilization میں تصور خدا کی کیا صورت تھی؟ کیا طریقہ کار تھا؟ یا اس civilization میں کیسے رائج تھا اور لوگ اس پر کس طرح کا مزمن تھے؟ دوسری جو بات یہ دیکھی جائے گی کہ اس civilization میں matter کو energy میں کیسے convert کیا گیا۔ یہ وہ پہلو ہو گا جو کہ scientific ہو گا۔ تیسرا پہلو یہ ہو گا کہ وہاں کے لوگوں کا رومن بہمن دیکھنا۔ human rights کو دیکھنا، اور اس طرح کی چیزوں کو دیکھنا۔ چوتھی چیز جو ہے وہ اس civilization میں concept or sense of aesthetic ہے یعنی اس civilization کی جس جمالیات کو دیکھنا، ان چار بنیادوں پر ایک ہزار سال کے بعد یہ فیصلہ ہو گا کہ کون سی civilization ترقی یافتہ تھی، اچھی تھی، کوئی civilization اچھی نہیں تھی، اگر آپ ذہن میں یہ merit رکھیں تو میرے خیال میں ہم seventy five percent سے easily پاس ہو سکتے ہیں۔

سوال:- تمام دنیا کے مسلمانوں کی بے ربط حالت کے پیش نظر کیا احیائے اسلام ممکن ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو عملی طور پر کیسے؟

جواب:- خواتین و حضرات! کچھ باتیں ہمیں اپنے simple ذہنی estimate سے آگے جا کر دیکھنا ہوتی ہیں۔ احیائے امت اسلام ایک تاریخی حقیقت بھی ہے اور ایک افسانوی حقیقت بھی ہے افسانوی میں اس لئے کہ رہا ہوں کہ جب سلطنتِ غرماط کا زوال ہوا تو ایک بہت جگہ جو جرنیل حضرت موسیٰ زبیری جنہیں موسیٰ بن ابی غسان بھی کہتے تھے۔ وہ ہادی الکبیر کے تارے سر مائیک سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو مدتوں غرماط میں یہ صدا، یہ شہر ہر باک موسیٰ الجزار گئے ہیں اور وہاں سے پلٹ کر آئیں گے اور ہمیں پھر فتح دلائیں گے۔

ایک قوم کے لئے میں ایک خواب، ایک امید، ہر حال میں زندہ ہوتی ہے۔ Over the time جو ملت اسلام کو leaders ملے ہیں وہ قریباً قریباً ایسا لگتا تھا کہ مغربی تعلیم کے زیر اثر ہیں جیسے اب بھی ہو رہا ہے کہ اس secular tendency کے لئے، مغرب سے آئی ہوئی اس تہذیبی قدر کے لئے ہم اپنے مذہب کو یا تو اس کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں یا ہم اس مذہب کو ختم کرنے کے بعد we like to be like them میں بھی سمجھتا ہوں کہ اگر ان سوسائٹیوں میں کوئی قابلِ قدر راہنما، ہیں تو ہمیں نہ ور لینی چاہئیں مگر احساسِ کمتری کے ساتھ نہیں۔ ہم نے بھی انہیں دیا ہے ہم نے تیرہ سو برس انہیں اقتدار بخشی ہیں، ذہانتیں بخشی ہیں، تعلیم بخشی ہے، یہی رشد بخشی ہے، غزالی بخشی ہے، تو جس دستور کے تحت مغربی دنیا آج powerful ہوئی ہے، اسی دستور کے تحت اسلامی دنیا کل مغرب سے بہت آگے نکل جائے گی۔

مغرب زوال سے بہت خوفزدہ ہے۔ یہ پہلی مرتبہ اس کا عروج نہیں ہے پہلے بھی عروج ہوا، جب سلطنتِ روم بہت زیادہ مراتب تک پہنچی تھی تو Gernalic tribes نے اسے تہہ و بالا کر دیا۔ پھر ایک دفعہ جب روم کی سلطنت بہت پھیلاؤ میں آئی تو مشرق سے اٹھے ہوئے Attila the Hund نے اسے ختم کر دیا۔ پھر تیسری مرتبہ جب سلطنتِ بڑے عروج پر آئی تو مسلمانوں نے eastern دنیا پر زکوٰۃ ختم کر دیا اور اس لئے انہیں latest زیادہ دیا دے۔ ان کو زیادہ یاد یہ ہے کہ تاریخی قیادہ مشرق کو اگر کسی نے چیلنج کیا اور ہار دیا تو وہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں کا خوف خواہ سلطانِ ہیر تیور کی شکل میں ہو، خواہ وہ سلطانِ صلاح الدین کی شکل میں ہو، خواہ وہ ہیر سلطانِ عظیم کی شکل میں ہو، ان کو یہ احساس دلاتا رہتا ہے کہ ہمارا یہ اقتدار بھی کبھی

چمن جائے گا۔

حضرات گرامی! چوتیس ہزار اہم بم سے قیادت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ کسی ملک کے پاس دنیا میں چوتیس ہزار شہ نہیں ہیں اور نہ ہی جنگوں میں یا کسی بڑی مبینہ جنگ میں اتنے اہم بم کی ضرورت پڑتی ہے۔ امریکہ کے بھی ہاؤن سی ٹی ہو گئے جن کا ہاؤن اہم بم چاہئیں۔ زیادہ کر کو تو سو بم چاہیے ہو گئے اور امریکہ بھی ایک ہی شہ پر چوتیس ہزار بم نہیں گرا سکتا۔

خواتین و حضرات! ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی سرعت سے، بڑی تیزی سے خیالات بدل رہے ہیں۔ ہم اپنے ملک کو دیکھتے ہیں اور Turkey کو دیکھتے ہیں، پاکستان جو مذہب کے نام پر بنا تھا، Turkey جو شروع ہی سے secular ہو گیا تھا، تو secular ہونے کے باوجود اسے ورتی حاصل نہیں ہوئی جیسے آج ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ سیکولرزم میں ترقی ہے۔ آج زاو خیالی اور روشن خیالی میں ترقی ہے۔ اگر ایسے ہوتا تو مملکت Turkia آپ سے بہت آگے ہوتی۔ عزت میں، برکت میں ترقی میں، مظلوم سازی میں بہت آگے ہوتی۔ مگر Secular Turkey آج بھی یورپ کے دروازے پر کھڑا ہوا ان سے شرکت مملکت کی بجائے مانگ رہا ہے اور اس کے برعکس وہ مسلمان، وہ پاکستان، جس کے بارے میں یہ کہا گیا، جس کے بارے میں کتابوں میں لکھا گیا کہ جب پاکستان بنا، اس کی پوری سیکرٹریٹ میں ایک گری جی اور ایک آدھ ورق والی کاپی جی اور پچل سرے سے جی جی نہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ کے نام پر بنا ہوا یہ ملک اس وقت خالی، اسلام ہی نہیں بلکہ ٹیکنالوجی میں، جدت میں، اہم میں، میزائل میں، دنیا کے انتہائی leading ملکوں میں سے ہے اور اسی وجہ سے یہ مغرب کی نظر میں کمزور رہا ہے۔ جسے یہ خوف ہے کہ کوئی نہ کوئی ان میں سے انھیں کر حملہ آور ہو گا۔ اس کی دوسری وجہ خواتین و حضرات یہ ہے کہ وہ ماتم نہیں دینا چاہتے۔ صرف تین سال کے اندر I have a firm faith Technically speaking اس کے شرقی ممالک یورپ کی supermacy بھی توڑ دیں گے جو F 16 اور F 15 کی فیل میں ہے۔ صرف تین سال بعد اور اگر یورپ نے تین سال کے اندر جنگ کرنی ہے تو ہو سکتا ہے کہ initial خسارہ مسلمان کو ہو۔ مگر ایک اور حقیقت یہ ہے کہ یورپ کو یا امریکہ کو زندگی سے پیار ہے، انہیں ہے محبت ہے وہ کہتے ہیں we only live once and even not like to die in this one life مگر مسلمان اس کے برعکس اس کی زندگی کا قرینہ یہی ہے کہ یہ

عاشی اور فضول سی زندگی ہے۔

”مُسْتَغْرٌ مُّضَاعٌ“ الیٰ حبیبؑ (البقرہ 236)

(ایک وقت تک ٹھہرا اور رہتا ہے۔)

چند لمحوں کے لئے ہم یہاں ہیں۔ اصل زندگی تو آگے شروع ہوئی ہے۔ یہ اتنا بڑا نظری اختلاف ہے۔ اتنا بڑا pusher ہے مسلمان کا کہ وہ زندگی میں جدوجہد سے کبھی غافل نہیں ہوتا اور آج بھی میرا خیال ہے کہ یورپ کے کیا امریکہ کے اپان اگر لرز رہے ہیں تو وہ مسلمان کی اسی مادیت سے کہ وہ مرنے سے نہیں ڈرتا اور خود کش حملوں کی آپ کتنی بھی مذمت کر لو مگر یورپیوں کے نزدیک desperate act کرنے والا کوئی یورپی نہیں ہو سکتا۔

میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ دوسری چیزیں اس سے بھی زیادہ طاقتور ہیں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دے گئے کہ کچھ ہی عرصے بعد ہونے والے ہنگامہ کبریٰ کی یہ بنیاد ہے اور یہ جنگ آزنائی..... یہ شرق و مغرب میں بھی ہوئی ہے یہ سائیت اور اسلام میں بھی ہوئی ہے..... پھر جوئی گیا..... سوئی گیا..... اٹھارہ منٹ میں maximum ایسی جہتیا تو ختم ہو جانے میں اس کے بعد جوئی گیا سو پچھ گیارہ پھر میرا تو خیال یہ ہے کہ ایشیا میں جی جانے پٹنے یورپ سے زیادہ پچھیں موجود ہیں تو فائل prospects جو ایشیا کے ساتھ ہیں شرق کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کے ساتھ ہیں مسلسل بیماری کے باوجود آپ دیکھ لیں..... اسامہ ابھی تک زندہ ہے۔ پانس ہمارے زیادہ ہیں..... انتہا مالہ

سوال یہ دو تین کی طرف سے سوال آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حکمران بنایا ہے یعنی مرد اور عائد جو مرضی چاہے کر سکتا ہے عورت ہر بات برداشت کرے صرف اس لئے کہ وہ ایک بیوی ہے۔ اس کی جائز ما جائز بات ماننے پر اس کی فرمانبرداری ہی اسے جنت میں لے جائے گی۔ کیا یہ سچی ہے؟

جواب:۔ ایسا تو بالکل نہیں ہے۔ ایسا تو قطعاً نہیں ہے۔ اس سوال کا کچھ جواب سید قطب دے چکے ہیں مگر میں practically اس کا جواب دے رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر practical حقائق موجود ہیں کہ خدا نے جب یہ تہذیب و تمدن کو...

”وَلِلنِّسَاءِ عَلَیْہِمْ کَرۡہٌ“ (البقرہ ۲۲۸)

(ہم نے ایک دہچہرہ مرد کو عورت سے ناپا دیدیا۔)

میں آپ کو ایک اصول بتا سکتا ہوں۔ کہ وَللّٰہِ جَنَالٌ عَلَیْہِمْ ذُرِّعَاتُ کُلُو تَرَوْنَ
تے مال مبارک کے ساتھ اچھالا ہوا ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ تم کمران ہیں۔ بعض اوقات تقویٰ طبع
کے تحت بعض اوقات یوں ہوتا ہے۔ کہ جیسے امریکا کے یہودیوں کے کہنے پر مسلسل
پروپیگنڈہ نے جرمنی کو submissive رکھا ہے، بالکل ای طرح خواصین بربریت یہ کہہ کر کہ
وَللّٰہِ جَنَالٌ عَلَیْہِمْ ذُرِّعَاتُ کہ کیوں رہتا جاؤ مرد کبتا ہے کہ خدا کے لئے دس اوپر لے
لو۔ میری جان چھوڑ دو۔ نگر ہوتا یہ ہے کہ دونوں طرف ایک چیز یکساں ہے۔
acceptances دونوں طرف ہیں، کچھ مرد اور ماوراء القرد کی وجہ سے کچھ مصمم شریف
اور اجمعی غرور توں پر ظلم کرتے ہیں نگر اس ملک کی روایت ہے کہ کز و عورت ایک مطلب الغرض مرد
کے سامنے کچھ مرد مبرا کرتی ہے۔ بلکہ جب ماننا تھا اس کے پیچھے بڑے ہو جاتے ہیں، وہ اپنے
آپ کو طاقتور feel کرتی ہیں اور ویسی سلوک اس مرد کے ساتھ کرتی ہے بڑا چاپے میں، جو وہ اس
کے ساتھ کر چکا تھا۔ This is such an often repeated history in our country

اصل میں انگریز پوچھتے تو یہ دونوں نظاموں کی جنگ ہے جسے ہم Matriarchal اور Patriarchal نظام اور مادانہ نظام اور پدری نظام کہتے ہیں۔ چونکہ ہندوستان پہلے سے مادانہ نظام کی زد میں تھا، پھر Aryans نے مادانہ نظام لگایا اور ان میں مرد Family کا محور تھا اور یہاں عورت Family کی محور تھی۔ آئیے اب ذرا ایک جائزہ لیجئے ساری تاریخ کا اس معاشرے میں، ہندو معاشرے میں کس کو غلبہ حاصل ہے تو be you hundred percent sure کہ عورتوں کو غلبہ حاصل ہے یعنی طویل عرصے کی اس جنگ میں عورتوں نے مردوں کے اس درجے کو مکمل طور پر مہار کر کے رکھ دیا۔ ہم مسلمان ذرا تھوڑا اور متشدد کریں گے دس پندرہ سال اور..... پھر غلبہ ادھر ہی چلا جاتا ہے۔

سوال۔ آپ نے مزید بتایا کہ پرامتہ اشیا کی انھوں نے قرآن پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو تیرہویں صدی میں وہ ساری ایجادیں اور دریافتیں کر سکتے تھے جو آج ہو رہی ہیں۔ قول عباس کے مطابق ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر ہے۔ علماء کے لئے اس زمانہ عرصے کو پانچ سو سال طرح ممکن تھا؟ اور کیا آپ کے لئے قرآن میں کوئی کتابت یا بت ہے؟ کیونکہ آپ اُمر یہ بتادیں کہ پانچ سو سال بعد وہ پرامتہ اشیا جو آپ کر رہے ہیں، آپ پر اس دور کے علماء نہیں کریں گے؟

جواب۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نہیں کریں گے..... اس کی آپ وجہ پوچھتے ہو.....؟ پانچ سو سال ابھی رہے نہیں ہیں۔ نہ کوئی آئے گا، نہ مجھ پر پرامتہ اشیا کرے گا..... ہیں جی..... دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کسی پرامتہ اشیا نہیں کیا۔ میں نے آپ کو ایک بات بتائی ہے اور انصاف میں آپ سب پر چھوڑ دیتا ہوں..... آج مجھے Sir James Jeans کہتا ہے کہ تمام کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن بڑے سادہ اور واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے تو میں اس غلطی کا ذمہ دار کیسے ٹھہراؤں؟ ان لوگوں کو جن لوگوں نے اس وقت قرآن پڑھا۔ ان نالموں نے اسے پڑھا، مگر انھوں نے کیوں نہیں اسے لیا؟ کیوں نہیں اسے درست لیا؟ کیوں انھوں نے Ptolemy کی بات مان لی کہ زمین کھڑی ہے اور باقی سیارگان اس کے گرد چل رہے ہیں.....

Do you have any answer to this question. I don't think so میرے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں۔ آپ کے پاس کوئی جواب ہے.....؟ کہ اتنی خوبصورت آیات قرآن، اتنی واضح، بغیر کسی شبہ و شبہ کے اللہ نے جب آکھو دیں اور آج میں

نئی آیات کی وجہ سے زمانے کا انجام بھی دیکھ سکتا ہوں، میں اپنا انجام بھی دیکھ سکتا ہوں، میں اپنے علم کو آخری حد تک لے جانے کی حدود بھی دیکھ سکتا ہوں، مجھے یہ سمجھائیے کہ تیرہ سو برس تک یہ عالم ہمارے لے کیا سوغات لیکر آئے رہے؟ آئے دیکھئے کہ یہ عالم کیا لائے ہیں؟ میں ایک مثال دوں گا۔ پہلے میں اس پر تفریر کر چکا ہوں۔ آپ کسی بھی قرآن کو اٹھا کر دیکھ لیجئے

”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“

(اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے)

قرآن کہتا ہے اور سادہ تفہیم ترجمہ ”وَجَعَلْنَا“ پیدا کیا ”مِنَ الْمَاءِ“ پانی میں سے ”كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“ تمام حیات میں سے۔ ایک دفعہ نہیں کہا، دو دفعہ نہیں کہا، دس مرتبہ کہا اور تمام دفعہ سرائی کر دیکھ لیجئے کہ اس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ نے تمام حیات کو مٹنے سے پیدا کیا ہے۔

حضرات گرامی! یہ کیا مذاق تھا.....؟ یہ کس قدر غلط interpretation تھی۔ ایک بالکل واضح Statement کو کیوں confuse کیا گیا.....؟ وہ اس وجہ سے کہ ابھی تک کسی یونانی، کسی Roman کسی دوسری Mesopotamium civilization کے عالم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم نے حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ، دانش ور، جو نئے معتزلہ ہوئے، نئے نئے دانش ور ہوئے، اسامعہ جو دانش ور ہوئے، مازے یہ جو دانش ور ہوئے، ان کو احساس یہ تھا کہ قرآن کے سادہ الفاظ میں تاویل کے بغیر ہم قرآن کو سچا نہیں ثابت کر سکتے۔ قرآن پہلے بھی سچا تھا، اب بھی سچا ہے، قیامت کے دن تک سچا رہے گا۔ میں ان کو ٹرام نہیں دے رہا تھا۔ میں صرف انھیں ماتم سمجھنے سے انکار کر رہا تھا۔ ...

ڈاکٹر عبد الباقی:۔ میں اس میں دو باتیں add کروں کہ پروفیسر صاحب آجکاس میں دو مصلوہ کی تائید کر رہے ہیں۔۔۔ دو مصلوہ یہ ہیں کہ اگر قرآن کی پانسی حدیث کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہ آئے تو کہیں بہتر ہے کہ ہم یہ کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور ہم مزید علم کا انتظار کریں گے اس کی دو مثالیں میں آپ کو دے رہا ہوں، ایک وہ ہے جو استاد نے دی

”وَالشَّمَاءُ بَنِينَهَا بَابِدٌ وَأَنَا لَمُوسِعُونَ“ (ذاریات 47)

(اور آسمان کو بیٹا یا اپنے ہاتھوں سے، ہم اس کو وسعت دے رہے ہیں۔)

اسکا سادہ ترجمہ کوئی بھی مرئی جاننے والا کر سکتا ہے۔

more or less اسی مفہوم کے ساتھ۔۔۔ اب دوسری آیت ہے اسی سے ملتی جلتی ہے اس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین کو بنایا، ہم اسے کناروں سے نیکھتے جا رہے ہیں۔ اب ان کی تفاسیر میں آپ کو سنائے لکھا ہوں جو کہ پرانی تفاسیر ہیں۔ کسی مفسر کا نام نہیں لے رہا۔۔۔ ایک مفسر یہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مسلمان جو ہیں، وہ فتوحات کرتے جا رہے ہیں، تو ان کی جو سلطنت ہے، وہ پھلتی جا رہی ہے اور اس طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے اور دوسری تاویل اس کی آپ نے اسناد سے سنی، کسی اور مفسر کی، کہ اللہ نے اس میں اپنی قوتیں رکھیں، قوت بازو رکھی، وغیرہ وغیرہ۔۔۔ جو بالکل کسی معنی میں قوت نہیں دیتی تھیں اور یہ جو دوسری آیت میں نے آپ کو بتائی ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ (میں زمین کو کناروں سے نیکھتا جا رہا ہوں) تو اس کی تفسیر ایک عالم نے یوں کی کہ مسلمانوں کی فتوحات سے عمارکی زمین اور سلطنت سکرتی جا رہی ہے۔ تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ کتنی Local interpretation تھی۔ مگر وہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ اللہ یہ فرما رہا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ آسمان تخلیق کئے اور میں انھیں وسعت دیتا جا رہا ہوں اور آگے لکھ دیئے: ”وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصُّوَابِ“ حتیٰ کہ ظلم اپنے سال کو پہنچتا اور ہم تک نہ پہنچتی، اسی طرح استاد محترم نے آپ کو وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یہ سننے پر کی مثال دی ایک مفسر نے اس کی تفسیر میں لکھا کہ ہم نے انسان کو مادہ جی سے پیدا کیا۔ ان کے نزدیک مادہ کوئی اور چیز نہیں تھا، تخلیق کے reference سے۔۔۔ حتیٰ کہ بالیولوجی کی کتابوں نے یہ انکشاف کیا اور قرآن کی اس آیت کا literal ترجمہ یہ بالوجہ کی books میں اس طرح آیا کہ All life has been created from water...

اسی طرح حدیث میں بھی ہے جس کی مثال بار بار مختلف sessions میں دی جا چکی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری! سے پوچھا گیا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوذر! تجھے ہمارے کہ یہ سورۃ کہاں جاتا ہے۔ ابوذر نے آپ سے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ یہ قریش کی طرف جاتا ہے اور اسے لو لایا جاتا ہے کہ وہیں سے نکلے اور ایک دن آئے گا کہ اسے نہیں لایا جائے گا۔ اس پر غلام احمد پروین نے اعتراض کیا کہ sun کی یہ movement تو ہے ہی نہیں لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ان کی وفات کے کچھ ہی عرصے کے

بعد یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ سورج کی حرکات اس نوعیت کی بھی ہیں کہ یہ حدیث انہیں explain کرتی ہے تو بجائے اس کے کہ توڑے علم پر تقاضا اور حمیت کا اظہار کرتے ہوئے کسی آیت قرآنی یا حدیث رسول ﷺ کی حقانیت پر اعتراض کیا جائے، کہیں بہتر ہونا کہ وہ علماء انتظار کر لیتے اور آج بھی یہی بہتر ہوگا کہ کچھ ایسی آیات جو آج کا علم explain نہیں کر پاتا اُس چٹکس سے انتظار کیا جائے، وہ جو سوال کرنے والے نے اشارہ دیا۔

حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہ قول ہے کہ ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر رکھتا ہے اور ابن عباسؓ نے ایک صاحب سے یہ کہا کہ یہ آیت تمہارے لئے نہیں ہے۔ جب انہوں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ اللہ جانتا ہے کہ زمین میں کیا ترستا ہے اور آسمانوں کو کیا چھوڑتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت تمہارے لئے نہیں اور آج ہم جانتے ہیں satellite کی مدد سے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ تو ہر آیت اپنے زمانے کے ساتھ فطرتی ہے اور اُس وقت تک اُس کا literal translate ہی رکھا جائے اور انتظار کیا جائے اُن لوگوں کا جن لوگوں نے وہ آیت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر رحمت اللہ: علمائے الاذہر نے کہا ہے کہ هُوَ الْعَالَمُ کا مطلب ہوتا ہے protoplasm
disintegration of protoplasm

سوال: پروفیسر صاحب یہ سوال بہت سے دوستوں کی جانب سے آیا ہے جو آج کل زمینی حقائق ہیں اس کے حعلق ہے۔ مائیکرو الیون کے ہاتھات کے اثرات کے بعد آج نبی کریم ﷺ سے حعلق ناکوں کے خلاف مسلمانوں کے زبردست غم و غصے اور احتجاج کے مابعد اثرات کے حعلق کچھ ارشاد فرمائیں: Why are people making cartoons of our Prophet?

جواب: بعض اوقات قوموں کے اپنے انداز ہوتے ہیں۔ اگر میرے رسول ﷺ زندہ ہوتے تو اُن کو اپنی زندگی میں بھی اُس قوم جلاہ سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ ہر حال میں انہیں ذیت دینا چاہتے تھے۔ جب crusades شروع ہوئیں اور مسلمانوں میں سخت جنگیں شروع ہوئیں تو ایک priest لائینس نے ایک پوری کتاب لکھ ماری۔ اس نے کہا کہ مسلمان ایک بت کی پرستش کرتے ہیں جسے ہمیت کہتے ہیں یعنی اسم گرامی محمد ﷺ کو بھی مسخ کیا گیا۔ آپ پندرہاویں کروڑ لوگ ہیں لیکن آپ اُن کے ہاتھ اور زبانیں پکڑ نہیں سکتے۔ اگر آپ ان کو متوجہ بھی کر لیں تو

وہ کوئی نہ کوئی آپ کے خلاف جھیز جھاز کر دیں گے۔ جیسے آپ کے اپنے ملک میں قرآن کی تحقیر کی جاتی ہے یا بعض اوقات اس قسم کے slogans لکھے جاتے ہیں مگر بنیادی پہ جو ذوال کی ہے کہ پہلے دُشمنوں میں مسلمان بادشاہ جب کوئی پکار رہے تھے کوئی ایسی بات سننے سے تو وہ اس قابل تھے کہ دوسرے ملکوں کو میدانِ جہاد میں گھسیٹ لاتے تھے اور حضرت رسول ﷺ کو زور بازو سے defend کرتے تھے۔

اب آپ کا عجیب حال ہے کہ حکومتیں کھینچ لیں ہیں اور شاہِ عالمِ گرامی کی cost پر بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ جو آپ کے حکمران ہیں، جو باقی مسلمانوں کے حکمران ہیں اگر ان کے پاس choice ہو تو وہ اس cost پر بھی ان سے تعلقات رکھیں گے۔ وہ کہتے وہ سادہ لوگ، غریب لوگ وہ دل کا جتنے لوگ، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے لوگ تو ان سے یہ اذیت بکاوٹ نہا رہے گا۔ مگر جیسے میں نے آپ سے کہا کہ اس حیثیت کو ignore کر کے، ممبر سے، استقامت سے، ماما جاسکتا ہے اگر آپ انہیں جھیزیں گے تو وہ آپ کو چڑائیں گے۔ ان کو اگر پتہ ہے کہ مسلمان اس چیز سے دکھ اٹھاتے ہیں تو وہ آپ کو اور دکھ دیں گے۔ جب تک ہم میں زور نہیں برہتا، جب تک ہم اس فتنہ کی practically سرکوبی نہیں کر سکتے اس وقت تک ہم نے، ہماری غیرتِ اسلام نے، ہمارے مزاجِ محمد ﷺ کے تصور نے اگر کوئی نقصان اٹھاتا ہے تو ہمیں اس سے بچنے چاہیے۔ ہمیں ڈھانچتی چاہیے، ہمیں اپنے دل کے اندر یہ دنا رکھنی چاہیے اور مانتی چاہیے کہ اسے ایک ایسی اس قابل بنا کہ ہم عزتِ رسول ﷺ کے خلاف نہ نکلیں۔ ہم اس قابل ہوں کہ ہم دشمن کی ان باتوں کو روک سکیں۔ آپ کو یاد ہے کہ یہ کتنا اذیت منک ہے کہ وہ جو رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرتا تھا، فتح مکہ کے دن، کعبہ کے اندر قتل کیا گیا۔ کعبہ کے اندر بھی اگر کسی کا قتل حلال کیا گیا تو وہ شخص ہے جس نے جو رسول ﷺ کی ہو اور یہ سزا رسول اللہ ﷺ نے بھی نہیں دی۔ رسول اللہ ﷺ تو ہر قسم کی برائی بات سن کر چپ رہتے تھے۔ وہ تو اللہ کی رحمت تھی۔ تلق اور انکار کا نام عجیب تھا۔ وہ جو بدترین دشمنوں سے بھی بات سننے سے خاصا ممبر کا ہی دامن قمار کرتے تھے مگر یہ سزا اللہ نے دی ہے، ان لوگوں کو جو جو رسول ﷺ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کیساتھ شاید ہم کچھ نہیں کر سکتے، دور ہیں۔۔۔ سمندر حائل ہیں، کھڑے ہیں۔۔۔ ہتھیار کد ہیں۔۔۔ نیامیں ٹوٹی پڑی ہیں مگر اگر آپ اعتبار رکھو تو آپ یقین پاؤ کہ اللہ یہ بدلہ ضرور لے گا۔ وہ اپنے دوست کی حرمت پر آئی نہیں آنے دے گا۔

سوال: شکر یہ پروفیسر صاحب! مومنین سَیْلے ٹوٹنے کی ہے کہ جنت میں حوریں ہونگی، یا وہ حوریں مومنات ہونگی، پھر ستر کی تعداد کیسے پوری ہوگی؟

جواب: خواتین و حضرات! جس نے بھی سوال پوچھا، اس کو پتہ ہونا چاہیے کہ خواتین سَیْلے بھی جنت ہے اور اگر غلطی سے اُن کے یہاں کسی عاتقون بیگم سے ایسے تعلقات ہیں تو وہ وہاں بھی چھٹا نہیں چھوڑیں گی اور اس کی خدعت کرنے سَیْلے یا میں یہ کیوں کہ لازم ہے کہ آپ یہاں اپنی بیویوں سے لڑتے رہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُن کے پاس بھی ایک اختیار ہے۔ مجھے ایک کنزرو رواجیت پٹنگی ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے کہ جنت میں ایک دوکان ہے، ایک مارکیٹ ہے جہاں کوئی بھی جا کر قتل و صورت اور جنسی آگہی بدل سکتا ہے اور اگر اچھی عورتوں نے چاہا کہ وہ وہاں مرد بن جائیں تو بڑی آسانی سے بن جائیں گی۔ یہ جو جنسی تقسیم ہے، صرف اس دنیا سَیْلے ہے اور فرض کرو کہ اگر اس قسم کے genetic pattern پر انسان کو جنت میں کنٹرول حاصل ہو تو یہ دونوں طرف جائے گا، عورتوں کو بھی یہ اختیار حاصل ہو گا کہ جب چاہے مرد بن جائیں، جب چاہیں خواتین بن جائیں اس لئے خالق آپ ہی کو فائدہ نہیں ہے اُن کی طرف بھی ہے۔

سوال: مرد کا غیر عورت سے دوٹی کرنا جائز ہے اگر عورت کسی غیر مرد سے دوٹی کرے تو وہ ناجائز ہے۔ کیا سلام میں بھی ہے؟

جواب: قطعاً نہیں، بلکہ دوٹی کا کوئی concept مذہب میں نہیں ہے۔ مذہب بھگتا ہے کہ دوٹی جتنی مرضی بھی کر لو، اُس کے پاس پردہ کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی، جیلی حرکات زندہ ہو جاتے ہیں اور تمام دوٹی کے افسانے ہوا ہو جاتے ہیں یا کسی ایسی غلطیوں کا جہل شکار ہو جاتی ہے کہ جہاں یہ ممکن نہیں رہتا۔

آئینک شرق میں یہ تصور پیدا ہی نہیں ہوا۔ مگر مغرب میں جہاں مرد اور عورت کی دوٹی کا تصور موجود ہے اُس کی وپا خلاق نہیں ہے۔ آئین میں آپ کو خصوصی طور پر یہ بتا دوں، اس کی وپا یہ نہیں ہے کہ مغرب اخلاق میں بہت اچھا ہے۔ اُس کی وپا یہ ہے کہ تصور زن کی وپا سے mental impotence create ہو گئی ہے۔ ان میں، عورت مردوں پر وہ خدائیں چھوڑتی جو، ہمارے ہاں چھوڑتی ہے اور جو وہاں کے حالات ہیں، وہاں مرد imaginatively impotent ہو چکا ہے کہ وہ عورت کی جگہ Boy friend کو اپیل کرتا ہے، جہاں یہ صورت حال ہو، وہاں ہم عورت سے اس قسم کے سلوک کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں

بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ friendship سرے سے ہے ہی نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک خاتون کے ساتھ کوئی شخص ہو اور وہی شخص عورت کے ساتھ دوستی کا شوق رکھتا ہو۔ وہ دوستی تو عورت سے کرے مگر جنسیت کا اعتبار مرد سے کرے۔ اس لئے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یورپ میں یہ کوئی اخلاقی ترغیب نہیں ہے بلکہ جتنی مجبوری ہے یہ disculture ہے۔ ہمارے ہاں شاید ابھی جلی تمامات موجود ہیں، رکاوٹوں کی وجہ سے، پردوں کی وجہ سے، اختلاف کی وجہ سے، مگر یہ ختم ہونے کی وجہ سے، ہمارے ہاں imaginative skill موجود ہے۔ یاد رکھئے کہ جنسیت کے basic محرکات desire اور imagination ہوتے ہیں اگر آپ imagine ہی نہیں کر رہے کسی عورت کو عورت کی طرح تو پھر آپ کسی قسم کے جنسی محرکات سے آشنا نہیں ہو گئے اس لئے بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ west کی طرح عورتوں سے دوستی ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے نہیں ہو سکتی۔ ایک شرط پر ہو سکتی ہے کہ عورت اپنی جنس سے فارغ ہو اور مرد اپنی جنس سے فارغ ہو یعنی تنہائی کی ہو سکتی ہے۔

سوال کیا بات ہے کہ آن کوئی نازی علم دین پیدا نہیں ہو رہا؟

جواب: بہت ہیں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ نہیں ہوا..... میرا خیال ہے کہ یہ زمانہ زیادہ سرعت پذیر emotions رکھتا ہے اور ایک آدھ دن کے فرق سے آپ یہ کہہ بھی نہیں سکتے کہ اسے سزا نہیں ملے گی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جرنل ڈائز کو ایک ہندوستانی نے پارلیمنٹ میں گھس کر مارا تھا تو آپ کو تھوڑا سا دقت ملتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ بیٹھے ہو وہ بیٹھے ہندوئیں کہ وہ Denishہ نے برکسی نے قتل کر دیا..... پہلے ایک یہی واقعہ ہو چکا ہے کہ مووی بنانے والے فلم ڈائریکٹر کو قتل کر دیا گیا تھا..... ہماری تہذیب ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ ہمارے ایمان کا اعلیٰ ترین وصف اللہ کو لا شریک لہذا مانا ہے اور وہ سب سے بڑا وصف اللہ کے رسول ﷺ کو جان و مال، اور اولاد سے بڑھ کر محبت کرنا ہے اور یا فساد نہیں ہے۔ حضرت عزہ کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب ایک غزوہ میں آگے ایک، دو، تین، چار بیٹے شہید ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی بات نہیں کہ میرے بیٹے شہید ہوئے، مجھے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا ثناء ملے گا۔ تاکہ اللہ کے فضل سے زندہ رہیں تو پھر فرمایا کہ اب مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت کا کوئی غم نہیں ہے۔

ہماری تو محبتیں رسول ﷺ سے ایسی ہیں..... میں imagine کرتا ہوں آپ یقین

کریں کہ کبھی ترس بھی آتا ہے کہ اس خود غرضی و مافوق شئاسی قوم کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ سے کتنی محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے christ سے محبت نہیں کرتے۔ اُن کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ ہم کیوں نہیں حضرت یحییٰ سے اتنی محبت کرتے۔ میں اُن کی مجبوری بھی سمجھتا ہوں۔ It is a very big gap of understanding. Is lack of understanding. comprehension between these two religions. کے واسطے پاک میں خراش ڈالنے سے بھی خوفزدہ ہیں، ہمیں اُن سے اتنی محبت ہے کہ اتنا افس ہے مگر وہ اپنے نبی کو بھی جاوے یا رسوا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے بھی cartoon چھاپتے رہتے ہیں، اُن کے بارے میں بھی ایسی ایسی وہابیات باتیں کرتے رہتے ہیں کہ مسلمان کا دل دکھاتا ہے مگر christians کا نہیں دھکتا۔ I think ان کو religion کی وہ value ہی نہیں پڑے، اس لئے میں تو نہیں سمجھتا کہ اس کو زیادہ زبردست بحث لانا چاہیے۔۔۔۔۔

سوال۔ اسی سے متعلق سوال ہے کہ جن لوگوں کے پاس ڈنمارک کی مضموعات ہیں اور یہ مضموعات تو قرآنی رسالت کے واقعہ سے پہلے خریدی گئی تھیں۔ اب ان کو زیر استعمال رکھا جائے نہیں۔؟

جواب۔ پیسے دیئے ہوئے ہیں، Danish نے آپ پر کوئی احسان تو نہیں کیا ہوا۔ آپ کی ملکیت ہیں۔ جو چیزیں آپ کی ہیں۔۔۔۔۔ وہ Danish کی نہیں رہی ہیں۔۔۔۔۔ انھوں نے سچ دی ہیں۔ آپ پر احسان نہیں کیا۔۔۔۔۔ وہ آپ کی ہیں۔۔۔۔۔ چاہو تو استعمال کرو۔ چاہو تو Danish Government کو آدھے ریٹ پر واپس کر دو۔۔۔۔۔

س۔ اس سوال کا جواب بال مقرب دیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ In this time of multimedia, pictures and paintings are prohibiting in Islam. How will Islam progress in technology

جواب۔ بال مقرب۔ پروفیسر صاحب نے جیسے ابھی کہا کہ ان کو ادراک نہیں ہے کہ مسلمان کتنی محبت رکھتے ہیں اپنے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے۔۔۔۔۔ تو یہ بات عیسائی کسی ذمہ سے نہیں ہے۔ یہ بات حقیقی ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ ایک بات ذہن میں رکھنیے کہ اگر آپ intellectual بات کرتی ہو، socio-economical, political, gender کی بات کرتی ہو، کسی بھی

موضوع پر آپ کو بات کرنی ہو تو آپ اسلام کو اپنا حوالہ بنا کر بات کر سکتے ہیں۔ ہندو اگر ان مومنوں پر بات کرنا چاہے گا تو اس کے پاس religion میں اتنی depth نہیں ہے کہ وہ اس مومنوں پر بات کر سکے۔ christianity میں اتنی depth نہیں ہے کہ وہ ان مومنوں پر، metaphysical issues، time and space پر، اپنے religion کے حوالے سے بات کر سکیں اس لئے وہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ اس لئے انکا کوئی ایسا intellect develop ہوا بھی نہیں ہے مجھے اپنے تجربے سے یہی لگتا ہے۔ سو اگر ان کو کوئی ایسی بات بتائی جائے تو ان کی سمجھ میں آتی بھی نہیں ہے۔

جہاں تک معاملہ ہے تصویر بنانے کا، ایک تو ہم اس بات کو منسوب کر سکتے ہیں رسول پاک ﷺ کی حدیث سے لیکن میرا یہاں خیال ہے کہ اس بات کو صرف یہاں تک نہیں دیکھنا چاہیے کہ تصویر کشی جو ہے وہ چونکہ رسول پاک ﷺ نے کہا کہ پردہ یہاں سے بنا دو تو ہم کہیں کہ تصویر کا concept بس یہاں تک محدود ہے۔ میرے خیال میں یہ سارا معاملہ فلسفہ، جمالیات کا ہے۔ Philosophy of aesthetic کا ہے۔ اس کو اس حوالے سے دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ Greeks کا زمانہ دیکھیں تو ان کے ہاں جو فلسفہ تھا جس جمالیات کا، اس میں جو elite culture تھی، جو بادشاہوں کی کلاں تھی، اس میں ہر اس چیز کو aestheticical یا جمال سمجھا جاتا تھا جو ان کے نفس کو تسکین دے۔ ہر وہ شے حسین ہے جو تسکینی نفس دے رہی ہے۔ ان کے ہاں یہ فلاحی ہے کہ جو چیز آپ کے desire کو satisfy کرتی ہے۔ وہ aesthetic ہے۔ وہ خوبصورت ہے۔ اس لئے elite cultures میں یا جو kings کے cultures ہیں ان میں instinct relationship ہیں، باپ کا بیٹی سے، بیٹے کا ماں سے، بازرگ اور پاتے تھے۔ وہ اس لئے کہ ایک بادشاہ کو اگر اپنی بہن میں اپنی جبلت کی تسکین نظر آتی تھی تو اس کو اسی میں تسکین نظر آتا تھا اور وہ اسی کو حسین سمجھتا تھا۔ یہ ایک کلاں تھی جن کے ہاں یہ فلسفہ تھا۔ دوسری جو کلاں اس وقت available تھی، وہ تھی Hebrew کی جو کہ حضرت موسیٰ کے followers وغیرہ ہیں۔ یہ جو کلاں تھی، جس طرح آج ہم کہتے ہیں، یہ economically غربت کی لائن سے بھی نیچے چلے لوگ تھے۔ ان کے ہاں اس زمانے میں جو aesthetic کا یا جو خوبصورتی کا تصور تھا، وہ یہ تھا کہ خوبصورتی اور حسن یہ اس شے کو مانتے تھے جو ان کے اور انکے تحقیق کرنے والے یعنی creator اور creation کے درمیان جو communication ہے، جو رابطہ

ہے وہ اس کونسل مانتے تھے۔ اس لئے ان کے ہاں جو بھی معاملات aesthetical ہوئے
 وہ communication between the creator and the creation ہوئے۔

اب آپ ایک ٹیکسٹ کے لئے ذرا غور کیجئے کہ اگر میں Greeks کی elite class
 میں سے ہوں جن میں آگسٹائن ہے، Saint Baseli ہے، Saint Basu ہے، اگر میں
 ان لوگوں میں سے ہوں۔ تو میرا حسن کا اور تعالیاات کا جو expression بنے گا، میں اپنے
 جذبات کا جو اظہار کروں گا۔ وہ ایک تصویر سے زیادہ، ایک مرد، عورت یا گھوڑے کی تصویر سے
 زیادہ اور کیا ہوگا کیونکہ میری تسکین نفس جلت میں بے اور انہی چیزوں کی تصویر کشی کروں
 گا۔ اب دوسری طرف جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جو میری aesthetics ہیں یا تعالیاات ہیں،
 وہ creator اور میرے درمیان کی communication ہے، ہمارے درمیان کا رابطہ
 ہے۔ اب اس کو آپ تصویر میں کیسے نیکر آئیں گے؟ اس کی تصویر نہیں بن سکتی۔ اسی لئے قرآن
 میں، میرے خیال میں یہ ذکر نہیں ہے کہ تصویر نہ بناؤ۔! لیکن زبور میں آٹھ جگہ ذکر ہے کہ تصویر
 نہیں بنائی۔ یا س دقت کی بات ہے۔۔۔۔۔ اب Hebrews نے بعد کے وقتوں میں، اپنے ان
 جذبات کے اظہار کے لئے expression develop کیا، اس میں تو انہوں نے جیومیٹری
 کو adopt کیا۔۔۔۔۔ جیومیٹری mathematics کی ایک صنف ہے، اس لئے ان کا
 تعالیاات کا تصویروں میں نہیں آیا، وہ proportions کے اندر آیا، جیومیٹری کے اندر آیا۔
 اسی لئے اگر آپ مسلمانوں میں دیکھو تو، جیومیٹری کی proportions کے ساتھ
 جو sciences ہیں یا جو architecture بنایا آ رہا ہے، وہ سال کو پہنچا۔۔۔۔۔ اسی لئے آت
 بھی اگر آپ غور کرو تو آرٹ کی اپنی کوئی morality نہیں ہے لیکن جب ایک مسلمان
 اپنا expression دینا چاہتا ہے آت بھی، تو آپ مسجدوں کو دیکھو! بادشاہی مسجد کو دیکھو! اس
 میں جیومیٹری میں golden mean کا ایک اصول استعمال کیا گیا ہے جو کہ انہوں نے تحقیق کیا
 کیونکہ وہ اس پر کام کر رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ figurative ڈرائنگ میں نہیں گئے کیونکہ اس
 میں expression نہیں تھا۔

مسلمانوں نے golden mean کی جو proportion نکالی وہ ایک اعشاریہ
 چو کی تھی۔۔۔۔۔ اگر آپ بادشاہی مسجد کا total area دیکھو تو یہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنی بڑی مسجد نعر

پروفیسر احمد رفیق: excellent! بال مطلب۔۔۔۔۔!

جواب پہلا تو یہ اسادہ سا طریقہ ہے کہ آپ مولویوں سے ایک ہی حال میں پکے سکتے ہو کہ ان کی جماعتوں میں کیا کر نہ چھو اور تو مجھے کوئی طریقہ نظر نہیں آتا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو اس صورت میں بچ کر جائیں کہ آپ جتنی بھی جاکیں، کوئی اور ہو جائیں، جماعت اسلامی کے ہو جائیں، یعنی آپ کو دن میں چندہ میں پارٹیاں دہلنی پڑیں گی مگر میرا خیال ہے کہ یہی ایک طریقہ سائن سے بچنے کا

80

لشکر کو persue کر سکتی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سیدہ فاطمہ الزہراء جنگ میں Flourence Nightingale سے بہت پہلے انکر services سرانجام دے سکتی تھیں تو میرا خیال ہے کہ انکوئی تبلیغ جائز اور سچی ہو اور عورتیں well-committed ہوں تو ان کے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی اپنی fields موجود ہیں، انکے اپنے areas موجود ہیں اور زمانے میں کبھی مشہور تھا کہ اگر دین سیکھنا ہو تو مدینے کی بڑھی عورتوں سے سیکھو۔ یہ ضرور میں کہوں گا کہ شاید وہ وقت جب عورتوں کی ذمہ داریوں کا سمجھا ہے۔ ہاں بچوں کا، خاوند کا، وہ بچوں کو neglect کر کے نہیں جاسکتی ہیں Perhaps these are those women who don't have any belongings میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔۔

سوال گوتم خان کے دوست آپ سے پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ آپ گوتم خان کے لوگوں کو خاص وقت نہیں دیتے اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو حوائج مختلفہ میرے دلی بات ہے؟ جواب: اتفاق یہ دیکھنے کو کل عی کی بات ہے، کہ میرے ایک دوست آئے، وہ ابھی یہاں پر تشریف فرما بھی ہوئے تھے تو وہ مجھے کسی دوسرے شہر کا کوئی واقعہ سنارہے تھے۔ وہاں گوتم خان کے کچھ احباب بھی گئے ہوئے تھے تو کسی نے میرے ان دوست سے پوچھا کہ پروفیسر صاحب اُدھر ہیں اور وہ ہمارے استاد ہیں۔ انھوں نے کہا ”اچھا وہ تو جاوے گا“۔۔۔۔ خواتین حضرات! اگر میرا شہر مجھ سے یہ کہے گا۔ تو میں بھی ان سے یہی کروں گا۔۔۔۔

سوال: اسلام کے عرب پس منظر کی back ground کیا ہے کیونکہ یہ اصطلاحیں کیا جاتا ہے کہ قرآن میں صرف یہودیت یا عیسائیت کا ذکر ہے جو کہ عرب کے پڑوسی مذاہب تھے لیکن جدوجہد اور ہندومت جو نہایت پرانے مذاہب تھے ان کی مثال نہیں دی گئی اور ہندو پتھر کا بھی ہمیں کہیں ذکر نہیں ملتا۔

جواب: میرا تو خیال یہ نہیں ہے بلکہ چونکہ ہر قوم کا area ہے۔ اُس کی working details ہوتی ہیں۔ اُس کی جان بچوں کے ذرائع ہیں۔ جن areas میں اسلام آیا، جن areas میں یہ message آیا زیادہ تر وہ لوگ تھے۔ بلکہ وہ، چار ماہیٹ ایسی بھی ہیں جن میں اصحاب رسول ﷺ نے ہندوستان کے واقعات بھی سنائے ہیں بلکہ اسی میں باسور کی بھی حدیث موجود ہے جو سرانند پپ سے پرے کسی ساحل کی ہے تو ایسی cultural

mix-ups کی بہت سی باتیں ہوتی ہوئی۔ مگر شاہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن حکیم کو اس سختی سے یا اس حدیث سے پڑھایا جاتا تھا کہ ان میں غلط باتوں کی گنجائش بہت کم تھی، اس لئے اس کو عرب culture تو نہیں کہنا چاہئے، مگر قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ زبان جس میں ہم نے قرآن کو اُتارا ہے یہ most sophisticated زبان ہے۔ ”عربی ہمیں“ ہے، واضح ہے اس میں مطالب کا کوئی confusion نہیں ہے۔ اس کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ Language میں بھی دوسرے الفاظ کی کچھ آمیزش موجود ہے، واقعات میں بھی حادثہ میں بھی تھوڑی بہت آمیزش موجود ہے، مگر اتنی کثرت سے نہیں ہے، مسافرت کے اندازہ ہوتے تھے اور وسایل متنازعہ نہیں تھا کہ مختلف علاقوں کے لوگ اتنی کثرت سے ملا کرتے

اس سے آگے جا کر شاہ مصر میں، چونکہ وہ تجارت کا ایک گھر تھا، بحرین میں یا ایران کے ان علاقوں میں جہاں بحریہ تھا جیسے اٹلیا تھا جسے آپ Troy کے نام سے جانتے ہو یہ بڑے بڑے بحری مراکز تھے جہاں businesses ہوتے تھے وہاں اس قسم کا mixture تو possible تھا مگر اتنا پیچھے ہٹ کر جیسے مکہ اور مدینہ تھا almost civilization was almost a be raft of every unnatural fact of the other nations وہ effect نہیں آیا مگر ایک بات آپ کو وضاحت سے بتا دوں کہ وہ عرب culture جو نکل آیا ہے وہ Apollo کی جڑی ہوئی شغل تھی۔ عربوں کا اپنا کوئی دیوتا نہیں تھا۔ جس خدا کو یہ پوجتے تھے وہ Apollo ہے۔ نیکل Apollo ہے۔۔۔۔۔ جو crete کے ذریعے عرب تک آیا ہے۔ اسی طرح Astharthe ہے جسے عرب میں اشطار کہتے ہیں جو ملکہ سہا کی پروردگار دیوی ہے، جس کو Divine image کہتے ہیں اور جو زرخیزی کی goddess ہے پیدائش کی goddess ہے۔ اس کا بھی ذکر آیا ہے۔ پھر خدا نے خود قرآن میں ان قوموں کا، ان جن کا ذکر کیا ہے جو اس عرب سوسائٹی میں موجود تھے عرب سوسائٹی کے جتنے دیوی، دیوتا تھے، یہ روم و ایران سے چل کر آئے ہوئے تھے اور اس لحاظ سے ان میں ایک پوری علاقائی وحدت کا نشان تو موجود تھا البتہ ہندوستان میں شاہ دوری مائل تھی یا وہاں سے تجارت بہت کم تھی تو اس کا Mention بھی کبھی ہوتا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ farthest limit جو اسلام میں تھی وہ چین کی تھی، اسی لئے حضور ﷺ نے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ظلم حاصل کرو، خواہ چین ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ صحرائے

کوئی، دور واز کا علاقہ، پانچ ہزار میل لمبا صحرا Mancho dynasty اور Mongol dynasty جو اس پر rule کر رہی تھی، اسکا ذکر میں وہاں عربی تاریخ میں بھی ملتا ہے مگر کثرت سے نہیں ملتا مگر قرآن میں ایک آیت یہ ہے کہ ہم نے یہ قوم میں ایک پیغمبر بھیجا، ایک پیغام دینے والا بھیجا اور اسی قوم کی زبان میں بھیجا

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ“ (ہمزہیم ۴)

ہم نے کسی قوم کو بجا نہیں کیا جب تک ان میں ایک پیغمبر نہیں بھیج دیا اور اس پیغمبر کی ٹوٹی یہ تھی کہ وہ اسی قوم کی زبان میں تھا۔۔۔ تو ظاہر ہے کہ مہاتما مدھار تھا اور مدھاروں یا جینا ہوں یا کرشنا ہوں۔۔۔ بلکہ اگر آپ یقین چاہے تو رام چندرا اور کرشنا کی لائف ہسٹری میں سے اگر ہندووانہ روش نکال دی جائے جو بعد میں add ہوئی تو ان کی زندگیوں کے خاکے پیغمبرانہ ہیں۔ خاص طور پر ”رام چندر“ جو ہیں، وہ تقریباً قریباً ایک پیغمبرانہ نمائندگی کے مالک ہیں جن کو بعد میں ہندووانہ طوائف نے خراب کر دیا اور وہ جتنی جلدی خراب کر دیتے ہیں کہ مہاتما مدھار کے انھو اعتدال کے rules ہیں جیسے ہمارے رسول ﷺ نے انھو اعتدال کی مادہ دی ہیں مگر اگر آپ غور کیجئے تو چندرا کیسا سورہ کے زمانے سے لے کر تا وقت نہیں جاتا مگر جو نبی سمندر پگت کے بیٹے شوکانے کلاں کی فتح کے بعد بدھ مت کو قبول کیا، تو اس کا سب سے پہلا کام بدھ مت کو corrupt کرنا تھا۔

بدھ مت میں خدا کا کوئی واضح تصور نہیں تھا۔ بدھ جانے بھی اس ڈر کے مارے اللہ کا نام نہیں لیا کہ وہ جو نام بھی لیتا، وہ ہندوؤں کی دشمنی میں کسی god کا نام ہوتا تھا He did not mention the name of God بلکہ اسے ایک تصور کی طرح پوجتا رہا مگر جو نبی مہاتما مدھار کو شوکانے اپنا یا، سب سے پہلے دو گروپ بدھ مت میں بن گئے وہ بتیلان اور مہابان تھے۔ بدھ مت میں تو حید پرستی تھی اور کوئی بت کی پرستش نہیں کرتا تھا مگر شوکانے کی قبولیت کے ساتھ ہی بدھ مت corrupt ہو گیا اور مہابان فراتے نے جن کی عبادت قبول کی اور ہندوؤں نے بدھ کو اپنے پیغمبر کے طور پر قبول کر لیا اور ایک دور کا نام بھی بدھ مت کو رکھ دیا۔ اب یہ وہ صور حال ہے جو باقی مذاہب میں بہت جلدی جلدی پیدا ہوئی مگر عرب اگرچہ موحد تھے اور یز سے متنی اور سخت قسم کے موحد تھے، اسراہیلی موحد تھے مگر ان میں ایک ایسے قہاک وہ کہا کرتے تھے کہ اب اللہ اتنا بڑا بھی تو نہیں ہے کہ سارے کام اکیلا ہی کرے۔ تو دو چار add کر لینے ٹھیک ہیں۔۔۔ یہ ان

concept ہے۔

سوال۔ یا مل مدد، مولیٰ علیٰ مشکل مٹا، یا رسول اللہ کیا یہ باتیں شرک کے زمرے میں آتی ہیں قرآن اور حدیث کے حوالے سے اس پر روشنی ڈالیے۔ ساتھ ہی پوچھتے ہیں کہ آن کل جو بیرون، فقہاء اور اللہ کے ولیوں سے مدد مانگتے ہیں۔ اور مختلف جہوں سے ہیست ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے اگر یہ جائز ہے تو آپ اپنے مریدوں کو کیوں ہیست نہیں کرتے؟

جواب۔ کوئی میرا مرید ہو گا تو ہیست کروں گا۔ اور دوسری بات یہ ہے صاحب۔! کہ پکارنا بذاتہ کسی قسم کا کوئی crime نہیں ہے۔ پکارنا۔ تاریخ میں اس کو ہم dramatics میں کہتے ہیں کہ کسی ہرمانے character کو اگر نکالا ہو تو ہم اسے پکار کہتے ہیں۔ بعض اوقات dramatics میں یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی بڑی قریبی، سنی کو جب ڈرامائی انداز میں پیش کرتے ہیں تو اسے ایک بالکل straight لہجے میں پکارتے ہیں۔ اب پکارنے میں تو کوئی حرج نہیں۔ باقی رہا کہ وہ مدد کرتے ہیں، جواب دیتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ یہی بات آپ کو بتا دوں کہ مجھے تو اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔

بعض اوقات یہ ساری چیخ پکار ایک wasteful activity کہتی ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ یہ پکار تب جائز ہے اگر اوپر والا آپ کی پکار نہ سنے۔ اگر اللہ نہ سنے اور انسا رسول ﷺ آپ کی آواز نہ سنے۔ میں نے آنکھوں میں دی تھی کہ سلطان صلاح الدین نے جو murder کیا، جو قتل کیا، وہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے نام کے reference کی وجہ سے کیا تھا کہ اس خاتون نے پکارا تھا۔ ”وا محمد“۔! کہ یا محمد ﷺ آپ کہاں ہو۔۔۔؟ ہماری تیر گیری کرو۔۔۔ تو crusades کے سارے واقعے میں بڑے بڑے علماء نے یہ واقعہ کھسا مگر کسی نے یہ نہیں کھسا کہ یہ ”وا محمد“ پکارنا غلط تھا۔ یہ کسی نے نہیں کھسا، بلکہ مصیبت میں، کرب میں تکلیف میں، اپنے کسی بڑے عزیز کو پکارنا ”natural“ لگتا ہے۔ اب اگلا جواب دے گا کہ نہیں دے گا، یہ اس کی مرضی ہے۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ اپنی tendency different ہوتی ہے، مجھے تو امید ہے کہ اللہ سے جواب مل جائے، اپنے رسول کی شفاعت نصیب ہو جاتی ہے اس لئے اگر اس level پر آتا ہو تو ٹھیک ہے۔ نہ آتا ہو تو بہر حال، کوئی غری باتیں نہیں کہا جاسکتا۔۔۔

اگر اس شخص سے جو یا مل مدد کہہ رہا ہے پوچھو کہ اللہ کون ہے؟ کہتے ہیں؟ تو وہ کہے گا ایک۔۔۔ اس سے پوچھو کہ کیا اللہ ہے، وہ کہے گا نہیں۔۔۔ تو پھر اس کے بعد اس پر کفر کا فتویٰ

نہیں گئے مگر مالکا، صدادینا حدیث قدسی سے ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے فضاؤں میں معمولات میں موجود ہوتے ہیں۔ اُن کو رجا ل غیب کہتے ہیں اور جب کوئی شخص گم ہو جائے، اسکو رستہ نہ ملے یا کسی کو مدد نہ ملے تو یہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ وہ پکار کے کہے

”أَعِثُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ“

(اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔)

تو کوئی نہ کوئی پہنچ جاتا ہے اور مدد ہو جاتی ہے یہ حدیث نواب صدیق حسن خان بھوپال نے نقل کی جو کٹر اہل حدیث ہیں اور اس کی تصدیق یہی کہ دریا نے زہرا میں میری بلی بچھڑائی اور ہمارے پاس کوئی رستہ نہیں تھا اس بلی کو نکالنے کا، تو میں ساحل پر جا کر کھڑا ہوا اور پیچھے مڑے بغیر اونچی آواز میں یہ کہا اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ پیچھے ہٹ کر دیکھا تو میرا سارا چکر اچھڑا، وہ ریت پر کھڑا تھا اور دریا سے نکل آیا تھا۔ یہ چونکہ نواب صدیق حسن خان کی شہادت ہے جو اہل حدیث کے متبع ہرگز ہیں پاکستان میں اسی لئے آپ اُن سے تصدیق کروا سکتے ہیں۔

سوال: اللہ کے بارے میں چھانگمان رکھنے میں کیا چیز رکاوٹ بنتی ہے؟
جواب: میرے اپنے شب و شبہات، میری اپنی بے یقینی... میں تو اللہ کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں

وہ کچھ اس طرح سے آئے مجھے اس طرح سے دیکھا
میری آرزو سے کتر، میری تاب سے زیادہ
میں تو یہ جانتا ہوں کہ اللہ ہم سے پہلے ہمیں تلاش کرتا ہے جیسے بائبل نظام نے کہا: ”جب میں نے اسے تلاش کر لیا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھ سے پہلے میری تلاش میں تھا۔“
خداوند کریم کو اس زمین پر کسی چیز کی تلاش تو ہے، ماں، ”مُسْنَقُوْا وَ مَنَاعُ الْاَلٰی“
جہنم تو ہے، ماں۔ یہاں ظہور، کچھ قائم ہے۔ کچھ اللہ کا مقصد تو ہے، ماں اس زمین پر...
کچھ لوگوں کو تفتیش تو کیا ہے، کچھ لوگوں کو تعلیم بھی دی ہے۔ اگر پوری حقیقتات سے ایک ہی مقصد مراد ہے

”إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكِرُوا وَإِنَّمَا تَكْفُرُوا“ (اللہ 3: 76)

(بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانگنا یا شکری کرنا۔)

کہ ہمیں سارا عمل و شعوری اسی لئے بخشا ہے چاہو تو ہمیں مانو، چاہو تو انکار کرو۔۔۔ تو خواتین و حضرات جس نے، voluntarily محبت و خوشی سے اللہ کو چاہا، اللہ کو پیار کیا، اللہ سے محبت کی۔۔۔ کیسے۔۔۔؟

”فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ اَوْ اَشْدَّ ذِكْرًا“ (البقرہ 2: 200)

(تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ کا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔۔۔)

ایسے جیسے باؤں کو یاد دیا۔۔۔ جیسے اپنے پیاروں کو یاد دیا۔۔۔ اپنے دل محبت کو یاد دیا۔۔۔ اگر کسی نے ایسے یاد دیا تو خدا اس کو بھی تو محبت ہی لوگا دیں گے۔ خدا اس سے کیسے عزت کر سکتا ہے جو شبِ دراز تہجد میں اس کے لئے آنسو بہا رہا ہے، خدا اس سے کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہے۔۔۔؟

”فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرْ وَلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ“ (البقرہ 2: 152)

(تو میری یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔)

اللہ پر کسی قسم کے غُجب کا، کسی قسم کا بھتا ب کا گمان کرنا غیر انسانی ہے، غیر انسانی ہے۔ جب بھی اسے چاہو گے میرا خیال ہے کسی اور کو تو یہ مصرعہ سوت نہیں کرنا لیکن اللہ کو تو ضرور کرنا ہے۔

میں گیا وقت بھی نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

مجھے پکار کر تو دیکھو۔۔۔ ورنہ اتنی زیادہ توبہ کی گنجائش نہ رہتا۔ اگر اسے آپ کی چاہت عزیز نہ ہوتی، آپ سے انس اور محبت نہ ہوتی، آپ سے ملنے کا دانا بہ رحمت کشادہ نہ ہوتا تو دو یا تین دفعہ سے بڑھ کر توبہ کا پانس نہ ملتا مگر یہ لانا تھا توبہ کے chances جو آپ کو ملے ہوئے ہیں، سکرات تک اللہ کے حضور توبہ کر سکتا ہے تو کیا اللہ اس سے عزت کر سکتا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ یا اللہ سے جگمگانی ہے اور کم از کم میری خواہش ہے کہ میرے احباب اس جگمگانی سے بچے رہیں۔ اپنا وجود اپنا self کسی کوچ دیں کسی چیز کے عوض

”اَللّٰهُمَّ اَلْهِنِّىْ رُشْدِيْ وَاَعْلِنِّىْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ“

(اے اللہ ہمیں الہامِ کر خیر اور ہمیں نفس کے شر سے بچا۔)

جب میں کسی کے ہاتھ پر بیت کرنا ہوں تو میری آرزو ہوتی ہے کہ میرا یہ استاد مجھے الہامِ خیر دے اور میرے نفس کے شر سے بچنے کی کوئی technology دے دے اور اس تمام سلسلے کے عوض کسی میں اپنی آزادی اپنے تمام کام کا، اپنے مرشد کے ہاتھ چپتا ہوں۔ اپنی پشت کہا کرتے تھے کہ

ہم بیعت کیلئے ضرور آپ کا سر منڈوائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ سر منڈواؤ گے تو کیا کرتے تھے کہ یہ قربانی کا اصول نہیں ہے کیا

وَلَا تَحْلِفُوا ذُرِّهُ وَسَلِّمَ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ (البقرہ ۱۹۶)

اب ان کے پاس چما بھلا handsome بالوں والا نوجوان ہوا اور منڈ منڈ ہو کر واپس آ جاتا تھا۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی جوان نہیں ہے جس کو میں بیعت کرنے کے ساتھ اہل چشت کا اصول رہا رکھوں۔ کوئی بھی آدمی بال تراشا نہیں پسند کرے گا۔۔۔۔۔ بلکہ ان میں تو ڈاکٹر ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔۔۔ کچھ گھنے سروں کو بال لگوا دوں۔۔۔۔۔

میرے نزدیک بیعت مشورہ ہے۔۔۔۔۔ اچھا مشورہ۔۔۔۔۔ قرآن میں اللہ نے کہا ہے کہ جس نے اچھا مشورہ دیا وہ ثواب میں شریک ہے جس نے غلط مشورہ دیا، وہ اس کی خطا میں شریک ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیعت کا مقصد بھی یہی تھا۔ لوگوں کو آزاد چھوڑنا چاہیے، ان کو خود سوچنا چاہیے۔۔۔۔۔ میں انگلینڈ میں تھا تو ایک انگریز پروفیسر نے کہا کہ پروفیسر! Do you want me to convert میں نے کہا۔۔۔۔۔ No میرے پاس تو بڑے مسلمان ہیں۔۔۔۔۔ تم آؤ! تم انھیں convert کر کے لے جاؤ۔ کچھ آبادی کم ہو گئی، ماں۔۔۔۔۔ میں تو نہیں چاہتا کہ تم convert ہو۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سوچو، تم غور کرو۔ آپ یقین چاہیے، کہ یہ کوشش جو ہم کرتے ہیں، سال کے سال کرتے ہیں، شب و روز کرتے ہیں۔ یا اس کا سبب کھلے ہے جو آپ کے ذہن میں پیدا ہو۔۔۔۔۔ دین کے بارے میں جو تامل ہے وہ بہت جلد ہی دور آپ سوچو۔ اپنی زندگی کے مقاصد سوچو، فلسفہ ترجیحات پر سوچو۔ ہم کیوں آئے۔۔۔۔۔؟ کدھر جائیں گے۔۔۔۔۔؟ کتنا عرصہ یہاں ہے۔۔۔۔۔؟ کتنا وہاں ہے۔۔۔۔۔؟ سوچو۔۔۔۔۔! میں سمجھتا ہوں کہ جس نے آپ کو بہتر سوچ دے دی وہ آپ کے ثواب میں شریک ہے۔ اپنے حجرے کی بنا پر، اپنے خیال کی بنا پر جس نے آپ کو راہ راست کی سوچ دے دی وہ آپ کا بہتر استاد ہے نہایت اس کے جس کی آپ نے بیعت کی اور اس نے زندگی بھر اپنے آپ کو بھی بائبل رکھا اور آپ کو بھی بھول رکھا۔۔۔۔۔!

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں چاب میں لکھا ہے کہ طاہر القادری، ڈاکٹر اسرار صاحب اور مولانا مودودی صاحب کی کوششیں لامحالہ ہیں تو پھر انھیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت جائیں؟ اس بارے میں ذہن میں بہت الجھن ہے؟

جواب: اُن کو صرف مذہب پر ترس کما چاہیے، اور بہت activities ہیں۔ اُن کو M.B.A کر لینا چاہیے۔ بینک میں نوکری کر سکتے ہیں۔ بڑے کام میں کرنے کو۔۔۔ وہ مجھے بھی یہ مشورہ دے سکتے ہیں، کہ افادیت کے لحاظ سے یہ فیمل ہو گیا ماں، کہ کون کس شعبے کو نوٹ کرنا ہے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ جناب طاہر افادری کو میں نے اسی حرم کے زمانے میں دس پتہ لے دیکھا ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ He is a good actor . I think he should apply for Hollywood.

سوال قرآن کے حوالے سے ولایت کی کیا حقیقت ہے؟ برائے کرم مجدد کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ کیا آپ کے خیال میں دورِ ماضی میں مسلم ائمہ کو ایک مجدد کی ضرورت ہے؟

جواب: جی ہاں!!! میرے خیال میں نہ صرف مجدد کی ضرورت ہے بلکہ شاہِ میراگمان ہے یقیناً بھی ہے کہ چونکہ وقت اس طرح کا ہے جیسے رسولِ اکرم ﷺ نے بتایا تھا کہ ہر صدی کے اوائل میں اور اواخر میں ایک امت کے مجدد کا ظہور ضرور ہوگا جو ختمِ دین کا زمرہ نو revive کرے گا۔ اُس کو بلاٹ سے اور بہت ساری غلطیوں سے پاک کرے گا اور دین کے دونوں حصوں یعنی باطنی اور ظاہری کی وضاحت کرے گا۔۔۔ تو مجدد کا تو کوئی وقت بھی ہو سکتا ہے اور کسی امت کے لحاظ سے۔۔۔ مگر آج کل کے زمانے میں یہ problem ہے کہ ابھی لوگ مجدد کو تلاش نہیں کر رہے!!! لوگ مہدی مآثر زمان کو تلاش کر رہے ہیں اور ابھی مسلمانوں میں ایک انتہام کا احساس پیدا ہو رہا ہے مگر وہ اس احساس کو لڑنا چاہتے ہیں۔۔۔ میری feelings یہ ہیں کہ مسلمان باوجود ہرگز وری لڑنا چاہتا ہے مگر اس کو سمجھ نہیں آ رہی کہ ہمیں لڑانے والا کون ہوگا۔۔۔ obviously۔۔۔ یورپ میں بھی اور مسلمانوں میں بھی!۔۔۔ یورپ تو ایک anti christ کی ڈر رکھتا ہے اور مسلمان ایک مہدی، خنکر کی تلاش میں ہیں۔۔۔ اور جو مہدی، خنکر ہوگا اس میں ایک نہیں تین offices جمع ہو جائیں گے کہ ولایت بھی شامل ہو جائے گی، وہ خطبہ الاقطاب بھی ہوگا، قوسط زمانہ بھی ہوگا اور مجددِ وقت بھی ہوگا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب ہوگا۔۔۔؟ بقولِ قادری صاحب سات سو ساٹھ سال کے بعد ہوگا۔۔۔ نہ وہ زندہ رہیں گے، نہ ہم زندہ رہیں گے۔۔۔

سوال: پروفیسر صاحب شورش کا شیری صاحب کا شعر ہے

دشمن تو کئی ایک ہیں شیر میں شورش

احباب کے خنجر کا مڑا اور ہی کچھ ہے

جواب: خواتین و حضرات! سوال تو بہت اچھا ہے مگر میں جو سوال کر رہا تھا وہ سوال نہیں ہے۔۔۔ اسی حیان نے نیسنسری میں یہ انکام کیا۔ یوسف الحجازی نے ایچ اے کو دریافت کیا، اسی نے کام سے ایچ اے مشہور ہے۔ ہمارے پاس سائنسدان ہیں۔۔۔ میں وہ بات نہیں کر رہا تھا۔ جناب بادن رشید صاحب سے اتنا ہی ہے کہ وہ میری اس بات پر غور کریں کہ میں مسلمانوں کی scientific inventions پر غور نہیں کر رہا تھا۔ میں تعلیمات قرآن کے ایک بحران کی بات کر رہا تھا، کہ وہ باتیں جو انیسویں اور بیسویں صدی میں اعدائے اسلام نے دریافت کیں، وہ تو قرآن پندرہ سو برس پہلے کہ چکا تھا۔ مجھے شکایت اسی حیان سے نہیں ہے۔ جابر بن جابر سے نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان علماے اسلام سے، دانش ورانہ اسلام سے، ان اویانے اسلام سے ہے جو قرآن کو پڑھتے رہے، مدتوں پڑھا کرتے رہے مگر انھوں نے قرآن کی آیات پر اعتبار نہیں کیا۔ اس کے برعکس انھوں نے اعتبار کیا بیٹلیوں پر۔ یعنی غور نہیں کیا انھوں نے ان لوگوں پر اعتبار کیا۔ اگر وہ اس وقت قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے ڈنیا کو بتا جائے کہ وہ دیکھو تو نیسی یہ کہہ رہا ہے مگر میرا خدا اور میرا رسول ﷺ یہ کہہ رہے ہیں تو ان آپ کے کام سے وہ دریافتیں منسوب ہوئیں۔۔۔ سوال: قرآن، تو ریت اور زرد آسمانی خدائی کب ہیں بحر تو ریت زرد اور غیرہ کیسے change ہو گئیں، اگر تو ریت وغیرہ تبدیل ہو چکی ہیں تو بحر طلیی بحث میں ان آیات کو بطور

89

(کہ جسے چاہتے ہیں بزرگ و برتر کرتے ہیں اور ہر علم والے کے لیے ایک علم والا ہے۔)
 سوال: سات زمینوں اور آسمانوں کے حوالے سے اسی عباس کے الفاظ کے مطابق میں یہاں بھی
 ہوں اور وہاں بھی ہوں یعنی دوسری زمین پر بھی۔۔۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی انسان مختلف جہتوں پر
 کیونکر ہو گا؟ کیا بنیادی جہتوں کا فرق رکھا گیا ہے یا مختلف judgement of capacities کی بات ہے۔۔۔

جواب: ڈاکٹر عبدالخلیل: استاد کی اجازت سے میں عرض کروں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
 قرآن کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ بالکل ایسے جیسے یہ سات آسمان ہیں
 ویسی ہی سات زمینیں ہیں اور ان پر اللہ کا امر اترتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر زندگی ہے
 وہاں پر رسالت ہے، وہاں پر ساری accountabilities ایسے ہی ہیں جیسے یہاں ہیں۔۔۔
 اور آگے جو ان کے الفاظ ہیں، تفسیر عبداللہ بن عباسؓ کے عربی addition میں کہ اگر میں تمہیں
 وہ سب کچھ بتا دوں تو تم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ جو استاد نے بات کی، یا سب میں اشارہ ہے
 کہ شاہ میں وہاں بھی موجود ہوں، یہاں بھی موجود ہوں۔۔۔

Theoretical physics میں یہ بات Without any dispute
 agreed ہو چکی ہے اور اس پر ماہرین physics کا اتفاق موجود ہے کہ Parallel
 universes موجود ہیں۔۔۔ میں کہاں تک آپ کو explain کر سکوں گا I really
 don't know لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ Parallel universes موجود ہیں اور دو
 Parallel universes تک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ Third parallel
 universe پر کچھ لوگ agree کرتے ہیں، کچھ نہیں کرتے۔ اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ جس
 طرح ہم یہاں بیٹھے ہیں، جیسے میں یہاں بیٹھا آپ سے بات کر رہا ہوں، ایسے ہی ممکن ہے کہ کسی
 اور dimension میں میرے ہی جیسا ایک آدمی بیٹھا۔۔۔ ایسے ہی بات کر رہا ہو۔۔۔ ممکن ہے
 کہ وہ فیصلہ کرے کہ مزید بات نہ کروں اور خاموش ہو جائے اور میں بات کرنا چاہا جاؤں۔ اس کو
 explain کرنا، الفاظ میں لانا، phraseology میں لانا خاصا مشکل ہو گا۔ یہ
 terminology ایک special سائنس کی ہے آپ اس کو اس طرح یاد رکھ لیں کہ کائنات
 میں مختلف جہتوں میں اس ایک کائنات کی مزید مثالیں بھی موجود ہیں اور علامہ اقبال نے ربیع
 اللغاتین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی یہ اشارہ کیا کہ اگر کہیں کسی سیارے پر کوئی حقوق ہوئی اور

وہاں پر رسالت ہوئی تو خاتم النبیین اور رزقہ اللعالمین ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آفاقی کی ذات وہاں پر رزقہ اللعالمین اور خاتم النبیین ہوگی۔ تو parallel universes کی طور پر کائنات کی مثالی کائنات کچھ ایسی dimensions میں ہے جو ہمارے فہم اور ادراک میں آنا ذرا مشکل ہے۔

سوال: امریکہ میں ایک خاتون نے نماز کی امامت کرانی اس حوالے سے کچھ بتائیے؟
جواب: ہم نے ویسے اصول دیکھا ہے کہ ہماری تو ساری زندگی عورتیں ہی امامت کر رہی ہیں مگر امامت میں فرق ہوتا ہے۔ ایک ظاہرہ امامت، ایک باطنی امامت۔ میرا خیال ہے کہ باطنی امامت تو اب بھی عورت کے ہاتھ میں ہے۔ ظاہر کبھی بھی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ اصل میں عورت کی امامت میں مجھے تو کوئی خاص فرق نہیں لگتا، بہر حال مرد اور عورت میں کوئی اس قسم کے اظہار امت نہیں ہیں کہ کوئی عورت اتنی junior ہے کہ امامت نہیں کر سکتی مگر ایک دو باتیں نہ ور ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مرد اور عورت میں ہیں کہ عورت اپنی امامت پر مستقیم نہیں رہ سکتی اور وہ کسی بھی طور ایک مستقل امام کا حق نہیں رکھتی تاکہ وہ اس سرگودیا پہنچ جائے جہاں اس کی ظاہری کیفیات ختم نہیں ہو جاتیں، اس لئے اگر وہ اپنے جیسی عورتوں کی قیادت کرے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے اور مردوں پر لازم بھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بہت سارے مرد ایک عورت کی قیادت قبول نہ کریں مگر پاکستان میں جب سے پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور مرد جس طرح مجتہد بینظیر کی قیادت میں جان و کن لٹائے ہوئے ہیں۔ اس سے تو لگتا ہے کہ یہ ان کی امامت بھی قبول کر لیں گے اور ایسا اس قسم کا کوئی barrier ہمارے اندر نہیں ہے سوائے physical conditions کے کہ ایک عورت مستقل امام نہیں ہو سکتی۔

سوال: پاکستان کے روٹن مستقبل کے حوالے سے لوگ بہت اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں لیکن آپ سے سوال ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل ظاہرہ تو بہت خردوش ہے، چینی بہت متعلیٰ ہے اور ہر اچھی چیز جس پر خدا نخواستہ ہمارا دل آ جائے ملک سے غائب بھی ہو جاتی ہے اور اگر آپ نے لیڈر بھی کوئی پسند کیا ہے تو وہ بھی ملک سے غائب ہو جاتا ہے۔ تو حالات ایسے ہیں مگر ملک میں سخت جانی بہت ہے ممبر بہت ہے ہر قسم کے جبر و استبداد سب کے باوجود ملک

قائم بھی ہے۔ ہر قسم کے حریف رکھنے کے باوجود ملک قائم ہے۔ دونوں طرف دشمنان اسلام کی کثرت بھی ہے اور ملک محفوظ بھی ہے۔ تمام انداز مغرب اس کے خلاف ہیں، پھر بھی یہ محفوظ ہے۔ جب بھی جاسی کے قریب آتا ہے اللہ میں اصرار دہرے کوئی مددگار بھی ڈھونڈ لیتا ہے۔ جب بھی بھوکا، تنگ ہوتا ہے اللہ میں امریکہ کو ایک مصیبت ڈال دیتا ہے۔ تو گھٹا تو ایسے ہی ہے کہ ہر مصیبت کے باوجود پاکستان ملائے اعلیٰ میں کسی کا لاڈ لا ضرور ہے اس لئے بیچ بھی جاتا ہے اور بیچ جائے گا بھی۔ اور خواتین و حضرات! یہ بھی ممکن ہے کہ خدا کی مشیت میں یہ کسی کا عذاب بھی ہو، کیونکہ جو میرے علم میں ہے، جو میری طلومات میں ہے کہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کا عذاب بنا کر سمیٹا ہوا ہے محفوظ کیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اضمین حماد نے اُسے quote کیا۔ کتاب حمادی کی حدیث ہے کہ اہل ہند کے مسلمان سب سے پہلے ڈبل کنٹر ہند پر ظہر پائیں گے اور انکے روساء اور امراء کو گرفتار کریں گے پھر شام میں سرزمین کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ ہے آپ کا مقدر.....

سوال: ایمان کے خوالے سے جو موجودہ حالات ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اسرائیل یا امریکہ ایمان پر حملہ آور ہوگا اور حماس کے مستقبل کو آپ کیسا دیکھتے ہیں؟
جواب: دیکھئے حماس پر تو ہر مسلمان کو توقع ہے جو ان بد بختوں کی دقتیں، جھڑپیاں بہرہ بہرہ کے امریکہ سے ٹک آئے ہوئے ہیں اور توقع تو ہے کہ شاید حماس غیرت و حمت کا مظاہرہ کرے، کچھ stand لئے مگر میں زیادہ hopeful نہیں ہوں۔ Frankly I tell you, I am not hopeful to Hammas کیونکہ بہر حال حماس وہ پورا ملک اور ساری قیادت امریکی نگہاگری تھی اور انہی کے مال پر چل رہے تھے۔ اقتدار کو پہلے امریکہ سے مال مل رہا تھا۔ اب بھی میں نے دیکھا کہ One or two billion dollars have been paid by America to Alfatah or Hammas اور وہ انکار کر رہے ہیں تو اگر حماس غیرت مند بن جائے اپنی اہلیوں پر گزارہ کر سکتی ہے تو ابھی تو وقت باقی ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ وہ کیا کرے گی؟ اسرائیل کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ اس کا تو مقدر ہماری ساری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ پھر میں آپ سے وہی سوال کروں گا کہ آپ کتنا قرآن کو مانتے ہو اور کتنا رسول کو مانتے ہو اور کتنا نبی کو مانتے ہو؟ کیا آپ پر depend کرتا ہے۔ But I know for sure, hundred percent I am sure that the day

of Israil is close, very close...

سوال: اگر کسی کو اسلام تسلیم کیا جائے اور وہ جواب نہ دے۔ تو دوسری مرتبہ پھر اسلام تسلیم کیا جائے وہ پھر بھی جواب نہ دے تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا۔۔۔ دوسری مرتبہ اگر کوئی جواب نہ دے اسلام تسلیم کا تو...؟ اس کے بعد کیا کیا جائے؟

جواب: کچھ بھی نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے کہ آپ تیسری مرتبہ اسے اسلام ہی نہ کرے اور کیا کرنا چاہیے...؟ چر قسمی سے میں خود کوئی دفعہ ایسی سوچوں میں گزرتا ہوں، یہ میرا Permanent guilt conscious ہے سوچتا ہوا گزرتا ہوں۔ رستے میں کوئی آدمی سلام کرے تو دھیان نہیں ہاتا، تو میں پھر اسی رستے سے سات دفعہ گزرتا ہوں کہ کاش مجھے وہ آدمی ملے اور اس کے سلام کا جواب دوں، تو بعض اوقات آنکھیں جو مساکل لوگوں کو درپیش ہیں، جو فحش لوگوں کو لگی ہوئی ہیں، جو اداسیاں لوگوں کو لگی ہوئی ہیں لوگ اپنے خیالوں میں کھوئے کھوئے نکل جاتے ہیں۔ مگر ماپرسان ہیں، جیسے کسی جاوگر نے کھڑکیا ہوا اور ان کو نا دھڑکی ہوش نہا دھڑکی۔ آپ ایک دو چھوڑ ہزار سلام کرو، اگلے کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہوا اور کیا نہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ سلام کیا جائے۔۔۔ جواب نہ آنے تو خاموشی سے کنارہ کر لیا جائے۔

سوال: آپ کے ارشاد کے مطابق دو ہزار سال پہلے کے انسان اور آج کے انسان کے تہذیب و قوانین یکساں ہیں تو پھر تکمیل قرآن کیلئے کس شعور انسانی کی بلوغت کا انتظار تھا؟

جواب: آپ نے بہت اچھا سوال کیا مگر میں نے فطرت کی بات کی تھی کہ وہ فطرت جو مہذب ہوئی مابلی ترین انسان بننے کے قابل ہوئی، وجہ آج بھی موجود ہے اور وہ فطرت جو پہلے سچ ہوئی، اب بھی اسی طرح سچ ہو رہی ہے۔ قرآن دونوں قسم کی فطرتوں کو خطاب کرتا ہے۔ ایک طرف اچھی فطرت کو اشارہ اور کہتا ہے کیلئے اس کے پاس احکامات ہیں۔ دوسری طرف کسی بُری فطرت کو ڈرانے اور ڈھکانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ قرآن basically مخاطب ہی فطرت انسان کو کرتا ہے اور اس کو تسکین کرتا ہے۔ کیلئے میرا خیال یہ ہے کہ دو ہزار سال پہلے کی بات ہو یا آج کی بات ہو۔ کسی چیز میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

سوال: کیا زمانہ ماضی کا یہ آخری سال ہے اور آپ خود کیوں کوئی ادارہ علم و تحقیق کا نہیں کھول لیے؟

جواب: دونوں باتوں میں مجھے جواب ٹھیک سے نہیں آتے کیونکہ دونوں باتوں کے

جواب future ہیں اور اللہ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے۔ ادارے کی مجھے قرضی، کچھ عرصہ پہلے میں چاہتا تھا کہ ایک School of Religion & Sciences کی بنیاد رکھوں۔ میرے بہت سی عزیز ممبران بریگیڈیئر ڈاکٹر صاحبان ہیں، انہوں نے مجھے آفر بھی دی کہ آپ گریز میں لیں تو ہم یہاں پر اپنا میڈیکل کالج کھولتے ہیں اور خیال تھا کہ اللہ نے ہمیں موقع دیا اور احباب نے ساتھ دیا تو ہم City of knowledge قائم کر لیں گے مگر شاید مجھے بہتر مانگنا نہیں آتا، لوگوں کو چاہیے کہ اس لئے حساب برابر... اسی لئے میں یہاں ہوں۔۔۔

سوال: اَللّٰهُمَّ بَرِّكْ لِمَا رَزَقْنَاكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَا كَوْنِيْ مِثْلَ مَا جَسَسَ فِيْ سَبْرٍ رَّحْمَتُكَ كَيْفَ تَشَاءُ اور کیا سب رشتوں نے خدا کا وجود دیکھا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! انسان کی formation پر بڑے اعتراض رہا اور ایک مستقل جنگ جو Darwenian concept میں، Biological concept میں، creativity میں اور انسان کی special creation میں مسلسل جاری رہی کہ ہم Darwenian حقوق نہیں ہیں یا یہ concept کہ انسان بندہ کی ایک بہتر تربیت یافتہ شکل ہے بلکہ آپ کو یاد ہو گا کہ کبیرا آبادی نے فرمایا کہ

ہے کہا منصور نے خدا ہوں میں
 ڈارون بولا بوزا ہوں میں
 ہے سن کے کہنے لگے میرے اک دوست
 فکر ہر کس پہ قدر بہت اوست

ادھر تارے ملائے اسلام نے اپنے آپ کو بندے مشابہت دینا بڑی تو جین کا باعث سمجھا اور انہوں نے Special creativity کی theory پر زور دیا۔ مگر خواتین و حضرات دونوں theories میں اتنا تضاد نہیں تھا۔ جب خدا قرآن حکیم میں ارشاد فرما رہا تھا

”وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا اِنَّا

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے۔)

”وَلَا يَخْلُقُهَا بَعْدَ خَلْقِهَا“

(اور فضائے آسمان میں کوئی ایسا پندہ نہیں آتا۔)

”اَلَا اَمْرٌ اَمَّا لَكُمْ“

(مگر وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔)

وہ تمہاری طرح نہیں ہیں، اُن کے خاندان ہیں۔ اُن کے origins ہیں۔ اُن کی ابتدا ہے، جیسے تمہاری pedigrees ہیں، جیسے تمہاری posterity ہے جیسے تمہارا منہ ہے جیسے تمہارا مستقبل ہے اسی طرح ان جانوروں کا حیات کے بر pattern میں ایک processing ہے، ایک ترتیب ہے، عروج و زوال کی ایک داستان ہے۔ تبدیلی و تغیر کی ایک داستان ہے اللہ نے جہاں چاہا، تصرف فرمایا۔ جب دیکھا کہ کسی gene میں ملا جلت نہیں ہے ایک ماحول کو نبھنے کی تو اس میں ملا جلت پیدا کر دی اور اس مسلسل experimentation کے بعد حضرت انسان کو تخلیق فرمایا

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَن تَقْوِيمٍ“ (التین 4:95)

(بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا۔)

یہ زمین پر حضرت انسان کا وہ کاملہ زندگی ہے جو ایک single cell سے چلتا ہوا ایک perfect حقوق تک پہنچا۔ Homo Habilis تک پہنچا۔ Erectus تک پہنچا۔ Homosapiens sapiens تک پہنچا مگر ڈارون ایک جملہ لکھ گیا تھا اپنی کتاب میں کہ اگر missing links نہ دریافت ہوئے تو یہ سمجھنا کہ میری theory غلط ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں بائیس کی قیمتیں fossil سے کی گئی اور اگر fossils میں وہ missing links نہ نکلے، جن کی وجہ سے میں یہ thesis built کر رہا ہوں تو یہ سمجھنا کہ میری theory غلط ہے۔ اس پکارے نے خود اعتراف کیا..... مگر اصل مسئلہ یہ نہیں تھا۔ اصل مسئلہ تھا ملاقبت پیدا کرنا اس حضرت انسان میں جو آدم کہلایا اور اس انسان میں جسے آپ جانوروں کی بہتر شکل قرار دیتے تھے..... کہاں آ کے یہ وصال ہوا۔ یہ دونوں انسان کہاں ملے اور جسے آدم کہتے ہیں، جو صاحب دماغ ہے صاحب شعور ہے، جس نے آنکھ کھلتے ہی ”الْحَمْدُ لِلّٰہ“ پڑھا، یہ کون صاحب ہیں؟ یہ اپنا تک کیسے وجود میں آ گئے؟ special creativity کہاں سے آئی؟

ثوالتین و حضرت! ایک بہت بڑا missing link جو ان دونوں انسانوں میں ہے، چونکہ یہ صاحب دماغ اور وہ link یہ ہے کہ انسان کا دماغ ایک دم کیسے بڑھ گیا؟ جب اس کے چچا زاد کا total دماغ تین سو پچاس سی سی تھا، تو بھائی صاحب کا دماغ اپنا تک کیسے بڑھ گیا۔ اُنر primate سے چلتی ہوئی، ابتدائے حیات سے چلتی ہوئی یہ حقوق جو انسانی آ رہی تھی اور مختلف

درجہ تحقیق سے گزرتے ہوئے ایک تہیہ نری تک پہنچ گئی تھی پھر یہ کیا حادثہ ہوا کہ ایک دم قبل حضرت انسان کا دماغ دو ہزاری سی کو چا گیا، نئس سوی سی کو چا گیا؟؟؟
 خواتین و حضرات! اب بھی بعض لوگوں کے دماغ واپس تہیہ نری کے سائز کو چلے جاتے ہیں تو اس میں دو thesis آئے۔ ایک اللہ کے کسی ولی کا تھا اور دوسرا کسی ذہین آدمی کا تھا، یوں سمجھئے ایک top intellectual of the time، دوسرا top scientific thinker of the time تو وہی اللہ نے کہا کہ انسان کو بنا کر اللہ اسے پچاس ہزار سال دیتا رہا یعنی اس Homo habilus کو بنا کر اس انسان کو تحقیق کر کے خدا پچاس ہزار سال اسے دیتا رہا پھر ماگیاں اس پر نکل فرمائی اور یہ حضرت انسان سوچنے والا ہو گیا۔ یہ اس اللہ کے ولی نے کہا۔ زمانوں کی ترقی سے گزرتے ہوئے Bill Dorra نے بلا اثر اس missing link کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ شاید ایسے لگتا ہے کہ انسان بڑی مدت ایک dormant stage میں پڑا رہا پھر Some where from the outer skies, where from above a very heavy electric charge came in this mind and it increased in weight دماغ کا سائز بڑھ گیا، یہ انسان سے آ دم ہو گیا، یہ Homo Sapien ہو گیا؟ ہستیاں بنائیں، بچوں کی خدمت کی ترقی کرتا ہوا آج کے انسان کے مراتب تک پہنچا۔

خواتین و حضرات! یہ electric charge جو کچھ بھی تھا، ایک حد سے یہ واضح کرتی ہے کہ یہ کس form میں تھا۔ جب اس سے خطاب کیا گیا یہ حد سے بہت ہی اعلیٰ پائے کی ایک عقلی حد سے جس کی طرف بہت کم لوگوں کا دھیان جاتا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ نے ان کی ذہنیت ان کی فطرت پر دکھائی اور یہ چند اذہن کی شکل میں تھی۔ ان میں کچھ ذرے سیاہ تھے اور کچھ ذرے سفید اور چند اترتے پھر حضرت آدم نے سوال کیا بتایا گیا کہ یہ تیری نسل سے وہ لوگ ہیں، یہ خاکستر ذرے، یہ ایک ذرے، جو جنم میں جائیں گے اور یہ ذرے وہ ہیں جو جنتی ہیں جو خدا کو ماننے والے ہیں۔ اس سے ہمارا ذہن ایک نئی جہت لیتا ہے۔ ایک نیاز شایع ہے کہ جب اللہ نے total انسانی جمادات پیدا کیں تو ان کو As a finest micro chip کی صورت میں رکھا گیا جیسے وہ ریت کے ذرے ہوں اور ان میں inherent ایک سوال کا جواب ودیعت فرمادیا۔ اس chip میں ایک سوال رکھا اور اس کا جواب ودیعت فرمادیا۔ اس chip کے

Whenever somebody will ask the question کہ record پر آیا کہ
about God. تو اس کا پتہ ہو کہ کیا اللہ یہ سوال پوچھ چکا تھا۔ وہ جواب دے چکے تھے

کہ:

”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ طَ قَالُوْا بَلٰی“ (الاعراف 172)

(کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب بولے کیوں نہیں.....)

اب اس chip میں ڈال کر اللہ نے اُسے آدم کے وجود میں رکھ دیا۔ یہی وہ عمل تھی، وہی ذہانت تھی، یہی وہ کائناتِ انسان تھا..... آپ کو معلوم ہے کہ chip ایسی چیز ہے کہ اس کے وجود پر دس ہزار وجود بھی ڈال دو تو وہ micro processive chip وہی رہتی ہے اور ویسے ہی function کرے گی جیسے اُسے کیا پائیسے صرف وجود دے لے اس chip کی کارکردگی نہیں بدلتی۔ اب یہی chip جو اس وقت میرے وجود میں ہے، جو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا جواب دے رہی ہے..... معروضاتِ دنیا کی وجہ سے، شہواتِ ارضیہ کی وجہ سے، involvement کی وجہ سے، out growth نہ ہونے کی وجہ سے مسلسل ایک خطرے سے دوچار ہے کہ اس chip کی memory سے کہیں وہ غائب نہ ہو جائے، eliminate نہ ہو جائے، وہ memory delete نہ ہو جائے جو اس میں دفن ہے!!!

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جوانی میں، وہ pressure میں، وہ memory delete ہو جاتی ہے، مگر جب عمر بڑھتی ہے، چالیس برس کے ہوتے ہیں، جب بڑھاپا شروع ہونے کو ہوتا ہے جب دانت گرنے لگتے ہیں، کان ختم ہو جاتے ہیں تب بالائی کو وہ chip یاد آ جاتی ہے اور پھر وہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں دوبارہ رستا فرماتے ہیں: قَالُوْا بَلٰی.....

میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے خواہمیں وضاحت ادا کہ ہمارے اندر یہ باریک ترین chip جو حدیث کے مطابق پڑ نہیں ایک ذرہ ریت سے بھی کتنی باریک ہے ایک latest ایجاد کے مطابق computer موجود سائز سے ایک billion سائز چھوٹا ہو سکتا ہے تو آپ غور کر سکتے ہو کہ اللہ کی یہ تحقیق کتنی delicate، کتنی باریک اور کتنی well processed ہو گئی!!!

سوال: آپ نے تحفظِ ماموس رسالت کے تحت تمام Danish اور یورپین اشیاء کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین فرمائی مگر اپنے تمام مہمانان کو nestle کا پانی پینے کو دیا۔ ایسا کیوں؟
جواب: ڈاکٹر عبد الباقی Nestle اقول تو سب سے زائد کا پانی ہے، ماروے اور

ڈنمارک کا نہیں ہے اور دوسرا پروفیسر صاحب کا کہنا یہ تھا کہ کوشش ہمیں یہ کرنی چاہئے کہ اگر ہم اس situation میں بجائے کسی تشدد کے اگر عقل سے اور ایک چیز کی سوچ سے، اس کا جواب دے سکیں تو اس کا بہتر جواب جو یورپ اب سمجھتا ہے وہ صرف economics ہے۔ اگر economics میں ان کیساتھ ہم compete کریں اور ان کو یہ احساس دلائیں کہ ہم لوگ ایک زندہ اور سوچنے والی قوم ہیں اور اگر ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں آپ کوئی ایسی بات کرو گے۔ جس پر آپ معذرت خواہ نہیں ہو گئے تو یہ ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کی چیزیں لیں یا نہ لیں۔ پروفیسر صاحب کے مطابق جو ہمیں بالکل کرنا چاہیے کہ ایک قوم کی حیثیت سے ہمیں یہ حق ہمیشہ رہنا چاہیے کہ ہم کبھی بھی کسی چیز پر compromise نہ کریں اور خاص طور پر اس وقت جب کہ economic war کی situation میں امریکہ، یورپ، برطانیہ ہر کوئی ہمارے natural resources پر قبضہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس لئے ہم سب لوگوں کو اس nation اسلام کے کام پر اکٹھا ہو کر ان لوگوں کو وہی چیز جو ان کی سمجھ میں زیادہ آتی ہے اسی کے مطابق ان سے بات کرنی چاہیئے۔

سوال: موجودہ عہد میں اطمینان تک نہیں ہے یہ دوست اس کو یوں یوں پوچھ رہے ہیں کہ حدیث مبارک ہے کہ اسلام وہ ہے جس پر دل اطمینان پکڑے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ مگر اطمینان نہیں ہے ہم نے کیا کھو دیا ہے۔ اطمینان یا اسلام..... بعض اوقات دل بہت آزرہ ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ سوال ایک individual کا ہے جو شاید اپنی حالت بیان کر رہا ہو۔ میرا خیال ہے کہ پچھلے چالیس برسوں سے میں نے کوئی دو دن اُداسی کے نہیں کائے، اُداسی سے مراد..... یہ میں نہیں کہتا کہ میں خوش رہا یا I always kept jumping with joy ایسی کوئی صورتحال نہیں ہوئی، مگر میں نے غالباً depression نہیں دیکھی، اُداسی نہیں دیکھی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میرے اندر اس خیال کو کوئی مٹا نہیں سکا اور دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس کو نہیں مٹا سکیں جو میں نے اپنے اندر محبت و انس کی ایک فصلا اللہ بیٹے پیدا کی تھی خدا کی شاکستہ بیٹے جو جدوجہد کی تھی وہ کبھی خطرے میں نہیں پڑی۔ مجھے یہ یقین نہیں آتا کہ ایمان اتنا کمزور بھی ہو سکتا ہے!!! میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ نے تھوڑی سی محنت کی ہو اللہ کو جاننے میں سوچنے میں سمجھنے میں اس کی دو جی و محبت میں... تو مدتوں کی دیانت کے بعد یہ تمہیں اصول

جس جو دل کی دنیا پہلے میں نے مرتب کئے تھے کہ سب سے پہلے مرحلے میں آپ نے اپنے آپ کو یہ سبق دینا ہوتا ہے۔۔۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میں کمزور پڑ جاؤں، آپ کمزور پڑ جائیں، ہو سکتا ہے کہ متعدد مرتبہ ہماری یہ ترجیح خراب ہو، ہم اس قابل نہ رہیں کہ اپنی ترجیح کو solidly تمام کس مگر آپ یقین جاننے کہ جس دن آپ اپنے دل کو یہ کہہ دو گے کہ اللہ میری ترجیح اول ہے تو زمانے کی، خدا کی اس کے معاملات کی، اس کی تخلیقات کی جنگ آپ سے ختم ہو جائے گی۔ جب آپ یہ کہہ دو گے اے پروردگار! میں وعدہ کرتا ہوں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد جہاں تک میری استطاعت ہے میں آپ کو ترجیح اول بخوں گا یا بخوں گی۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنے استعداد کے مطابق تیرے احکامات کے مطابق وقت گزاروں تو آپ یقین کیجئے کہ اللہ کی طرف سے ہر قسم کی تیرے وعدہ کی روایت ختم ہو جائے گی، حالات کے تشدد کی روایت ختم ہو جائے گی، دانتوں کا تنزل ختم ہو جائے گا اور یا اس لئے ہو گا کہ صرف یہی چیز اللہ کو آپ سے چاہیے کہ عقل و شعور اور معرفت سے آپ خدا کو قائل کرو کہ اے میرے مالک و کریم میں نے آپ کی دی ہوئی عقل کا حق ادا کر دیا اور اس عقل کے نور میں، اس روشنی میں، میں نے یہ پایا ہے سوچا ہے، سمجھا ہے کہ تو ہی ترجیح اول ہے اور تیرے بغیر کوئی موجود کائنات نہیں، تیرے بغیر کوئی معبود کائنات نہیں، تیرے بغیر کوئی مقصود کائنات نہیں۔

جب یہی طور پر آپ یہ مسئلہ کر لیتے ہو تو خدا کو آپ سے چڑ نہیں آتی۔ خدا کو آپ سے گریہ نہیں ہوتا اور دوسری بات خواتین و حضرات! اس ترجیح کو قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے پہلے بھی میں نے شعر میں کہا تھا کہ آپ کو خدا کو بتانا ہے کہ اے مالک و کریم!!!

گو میں رہا رہیں ستم بائے روزگار

لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس غفلت خیال کو روکنے پہلے ہمیں لازم ہے کہ اپنے ان مضبوط معمولات میں جو ہم کرتے ہیں اور اس طریقہ کار میں جو ہمارا ہے ہمیں کچھ add کرنا ہو گا۔ وہ یہ کہ اے اللہ جیسے میں صبح و شام دوسرے مشاغل کو اختیار کرتا ہوں یا کرتی ہوں، جیسے میں اپنی جبلت کی خوشنوائی پہلے انداز اختیار کرتا ہوں کرتی ہوں، جیسے میں اپنے وجود کی آسائش پہلے انداز اختیار کرتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ شب و روز میں آپ کی پاؤں کو بھی نہیں ہلاؤں گا۔

خواتین و حضرات! تسبیح چھوڑنا آپ آسان سمجھتے ہو، اللہ کے ذکر کو آسان سمجھتے ہو،

جب آپ ذکر کرتے ہوئے ذکر چھوڑتے ہو تو اللہ سوال کرتا ہے اپنے بندے سے کہ میرے بندے آن مجھ سے کیا چیز عزیز تر ہوئی کہ تو مجھے یاد کرنا بھول گیا۔ خدا یہ سوال کرتا ہے اپنے بندے سے کہ کھانا تو تو نے اسی طرح کھایا، لباس تو اسی طرح پہنا، انداز معاشرت تو اسی طرح رہا ہے انداز معیشت بھی اسی طرح رہے لیکن آن کیا قیامت تجھ پر آگئی کہ تو اپنی top priority بھول گیا، تو مجھے ہی بھول گیا، جس کا یہ سب کچھ تھا۔ یہ عقلی طور پر سب سے بڑا حادثہ ہے جو عقل انسان پر گزرتا ہے۔ جب ہم اپنی ترجیحات کو غیر مرتب پاتے ہیں، جب ہم اپنی ترجیحات میں نلاموں کو آقا پر فضیلت دیتے ہیں۔

خواہن و حضرات! دیوجانس بھی دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا Alexander the great سے اس کے پاس سے گزرا تو دیوجانس سے اس نے کہا کہ اے درویش تیری شہرت بڑی سنی ہے تو تو کیا لگتا ہے۔ Diogenes نے کہا کہ میں اپنے نلام کے نلام سے کیا مانگوں، تو سکندر اعظم نے کہا کہ یہ تو نے کیا کہا ہے میں بادشاہ وقت، فاتح عالم..... تو مجھے کہتا ہے کہ تو میرے نلام کا نلام ہے..... اس نے کہا ”اے بادشاہ! میں نے اپنے اللہ کے لئے اپنے خدا کیلئے اپنے نفس کو اپنا نلام کیا اور تو نے اپنے وجود کیلئے اپنے نفس کو اپنا آقا کیا..... تو میرے نلام کا نلام ہے، میں تجھ سے کیا مانگوں؟“ تو بادشاہ کا متاثر ہوا اور کہا: ”درویش حکم کر میں تیری کیسے خدمت کروں!“ اس نے کہا ”اے بادشاہ! اس وقت سردی جا رہی ہے اور میں اللہ کی بھیجی ہوئی ایک نعمت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، کیا کرم ہو جو تو دھوپ سے پرے بیٹ جائے“.....

خواہن و حضرات! یہ وہ ترجیحات ہیں کہ جب آپ اے maintain کرتے ہو اللہ کے ساتھ تو وہ آپ کو ایک چیز لہا دیتا ہے..... وہ چیز جو میرے اور آپ کے مابین میں نہیں ہے، وہ آپ کو اعتدال لہا دیتا ہے۔ جب وہ آپ کا اعتدال لہا دے گا تو نہ fears ہو گئے، نہ frustration ہو گئے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ جب آپ اے یاد کرتے ہو تو آپ اُس کے دوست ہو۔ جب آپ اے یاد کرتے ہو تو آپ اُس کی محبت کے طلبکار ہو۔ جب آپ اُس کی یاد کرتے ہو تو وہ بھی آپ کو یاد کرتا ہے اور جب یہ رشتہ قائم ہو جائے تو پھر خدا کا آپ کو عذاب کرنا.....؟

”مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ“

(ہمیں کیا پڑی ہے آپ کو عذاب کریں۔)

”ان شکرتمہ و انستم“

(اگر تم ہمیں یاد کرنے والے ہو۔ ہم پر صاف تحرا نمان رکھتے ہو۔)

یہ خوبصورت انداز جو آپ سے مخاطب کا اللہ نے اختیار کیا کہ نسی و ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم تمہیں عذاب کریں۔ وہ تکلیف و عذاب کو دور کرنے کا اصول بتا رہا ہے اور جو اصول یہ ہے

”ان شکرتمہ و انستم و کان اللہ شاکراً علیہا“ (النساء 147.4)

اللہ تو ہر حال میں شکر قبول کرنے والا ہے، وہ علم والا ہے، وہ نیاات کا پرکھنے والا ہے، وہ ظاہر و باطن کا دیکھنے والا ہے۔ جب آپ اسے غلام سے ترجیح اول قرار دے گے، اسے اللہ مانو گے تو وہ اس کے جواب میں آپ کو سکھاتا ہوا دے گا، سکونت ہوا دے گا، اعتدال ہوا دے گا، محبت و کرم ہوا دے گا۔ مسائل پھر بھی آئیں گے، کچھ نہ کچھ معصیت آتی ہے۔ مگر وہ آپ کے باطن کو ہلا کر نہیں کر سکتا۔ آپ پر زور نہیں پڑا کرے گی، آپ کو شوگر میں نہیں مبتلا کرے گی، گردے نہیں مل کرے گی بلکہ ضابطہ کریم کے فضل و کرم سے مل جائے گی، بالکل نکل جائے گی۔ اعتدال کا دوسرا مطلب قرآن کی وہ آیت ہے جس میں اللہ نے اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے کہا

”اَلَا اِنَّ اَوَّلَیَّاءَ اِلٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا اَلَمٌ یَّعْزُؤُنَ“ (یونس 62)

(بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ زحمت۔)

خبردار سن لو! ہم کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں، ہمارے دوست بھی ایسے ویسے نہیں ہیں، میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہمارے دوست وہ ہیں جو psychologically اور mentally positive ہیں کہ خوف اور غم ان کے کبھی قریب نہیں جاتا اور یہی منزل ہر دو ہے۔

سوال: ایک فرما ہے حالیاتی شعور کو، ذوق کو تا بلند کس طرح کر سکتا ہے کہ وہ اللہ کی خوبصورتی کو کسی بھی درجے میں سمجھ سکے؟

جواب: خواتین و حضرات! بہت سارے معرعوں میں، بہت سارے شعراء میں، ایک امام نے پسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کبھی میں نے بھی ایک شعر لکھا تھا، جگر کا بھی ایک شعر آپ کو سنانا ہوں۔ ہر انسان کے اندر ایک خود پسندی کا امامائے ذات کا ایک مظہر ہے اس کا ایک ذوق ہے حتیٰ کہ ہم شائستگی کی دنیا میں بھی mannerism کے classics رکھتے ہیں تو جگر مراد آبادی نے کہا کہ

کوئی حسین حسین نہیں مگر
نک آگئے بلندی، ذوقِ نظر سے ہم
جب ہم اپنی امانت ملیہ اور امانتِ ذات کو دیکھتے ہیں۔ تو بہت شروع میں میں نے ایک شعر لکھا
ہے اس حالت کی دکائی پہلے بیان کرتا ہوں، اپنے آپ کو شاعر نہیں بیان کرتا۔
میں خود پرست کسی پر غار ہو نہ سنا
میری نظر میرے دل ہی میں آ کے ڈوب گئی

خواتین و حضرات! جب آپ اپنی ترقی کو بارہے ہوتے ہیں، تو آپ نے دیکھا ہوگا
کہ ایک اچھے ذہن والا انسان اتنا زکریا ہوتا ہے۔ ایک شاعر جس کو وہ پارٹیکلر ٹھیک کہنے
آتے ہیں، اس کے طے کرنے کا یہ نام ہے کہ وہ حقوق میں سے اور ادھر دیکھے بغیر گزرتا ہے۔ تو
ذوقِ نظر بہت ساری چیزوں سے نکلتا ہے، خوشبو سے، لباس سے، نظر سے، وجود سے نکلتا ہے۔
پھر اس کے معیار مقرر ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ عقل، ذوقِ نظر میں چٹاؤ اور انتخاب کی
نیادہ بن جاتی ہے اور وہ عقلی refined ہوتی ہے intellectual capacity سے اس کا
ذوقِ نفس تر ہوتا جاتا ہے۔

خواتین و حضرات! پھر ایک وقت آتا ہے کہ تعلقات دنیا میں عقل کو کوئی چیز پسند ہی
نہیں رہتی۔ وہی بے چینی، وہی اضطراب، وہی بے قراری۔ کسی چیز کو ڈھونڈ رہا ہوتا ہے
انسان۔۔۔ بحر میں جیسے تھما سفر کر رہا ہو، جہاں رستوں کے نشان بھی نہیں ہوتے، جب اداسی ہی
محسوس کرتا ہے، خوف و خطر وہاں اداسی۔۔۔ اسی طرح جب انسان intellectually تھما ہوتا
ہے تو کسی معیت کی، کسی دوست کی تلاش میں اس کے ذوقِ نظر میں کچھ اور گئی اور بلندی آ جاتی ہے۔
یہ وقت وہ ہوتا ہے جب اللہ اس کی طلب کے خلا کو پُر کرتا ہے اور یہاں سے بندہ اپنے خدا کی
تلاش میں شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد تمام باتیں و مسائل خیراتی کا وقت ہے۔

سوال: تصوف کے تمام معیارات عقلی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو صرف بہترین عقل سے پہچانا جا
سکتا ہے۔ عقل کیا ہے؟ وہ کیا نسخہ کیا ہے کہ عقل بروہی ہوئی بہترین عقل بن جائے اور ہم خدا کو
پہچاننے کے قابل ہو جائیں۔

جواب: خون کے رگوں میں پلے کا شعار کیا ہے؟ یہ زندگی بخش کیوں ہے؟ اس کی جگہ دودھ کیوں
نہ ڈال دیا؟ ادھر سے گئی ڈالتے دودھ کی سارا دن چٹا رہتا۔ کسی بھی چیز کا آخری سوال

”کیوں“ ہے۔ ”کیوں“ کا سوال یہ ہے کہ تمام مرہب ملاجیت اس میں اپنے آپ نہیں پیدا ہوئے، کسی نے ڈالے ہیں۔ اس کو انداز کسی نے سکھائے ہیں۔ یہ سوال بھی حل نہیں ہو سکتا کہ فلاں قبیلہ کیوں ہے، باوام کیوں ہے؟ یہ ذائقہ کس نے سوچا تھا؟ کس نے اس کو چمکا تھا؟ کس نے اس کو دیا تھا؟؟ زندگی میں اور زندگی کے بعد تمام لاغیل سوالوں کا جواب صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔۔۔۔ curiosity کے بڑے بڑے gap دور کرنے والی صرف ایک ذات ہے، صرف ایک ام جاوہ اللہ ہے۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ

(کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے) وَيَكْشِفُ السُّوءَ (جہاں سارے ہوئے مسائل اور تہماری گھری ہوئی مشکلات کو آسان کون کرتا ہے؟ تہماری ہستی کون واکرتا ہے؟

”وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ“

اور زمین پر تمہیں عزت کے مقام کون دیتا ہے؟ تخلیق اللہ کون بناتا ہے؟ تمہیں کون باقی جانوروں سے اوپر اٹھاتا ہے۔۔۔ ”وَإِلَهُ الْمُؤْمِنِينَ“ اللہ ہی تو ہے۔ ”قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ“ (نعل 62:27) مگر تم اس کو یاد بہت کم کرتے ہو، تم نصیحت بڑی کم پکرتے ہو، تم اس بات کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔۔۔۔ اس فلسفہ خیال کو۔۔۔۔ اس کی طرف جاتے ہی نہیں ہو، نتیجہ یہ ہے کہ بہت سارے انسان، بہت سارے مرد، بہت ساری عورتیں، خود شناسی سے بھی محروم رہ جاتی ہیں اور خدا شناسی سے بھی محروم رہ جاتی ہیں۔

سوال: ہم سات، آٹھ سال کی عمر کے بچے کو قرآن حفظ کرنے پہلے در سے میں داخل کر دیتے ہیں۔ تو اس کا اتنا شعور نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت قرآن کو سمجھ سکے اور آپ کا بھی کہنا ہے کہ قرآن عبادت کے طور پر پڑھنے سے زیادہ سمجھنا چاہیے۔ کیا یہ عمر جس میں ہم بچے کو در سے میں پڑھنے پہلے سمجھ دیتے ہیں یا یہ مناسب ہے؟

جواب: مناسب ہے مگر اس کا تعلق علم سے نہیں ہے۔ اصول تو وہی ہے جو اللہ کریم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سلسلے میں دیا۔۔۔۔ آج تک لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ام المؤمنین کو صدیق اکبر نے خلوص سے، محبت سے دے دیا، مگر دراصل اس کے پس منظر میں بھی کوئی بات تھی۔۔۔ ایک حضور ﷺ کی زندگی تھی، تین چوتھائی زندگی تھی، ایک باقی زندگی تھی مسابلی زندگی تھی، خواتین کو

سبق دینا تھا، مردوں کو دینا تھا، ازواج کو سبق دینا تھا، بہت ساری معلومات رسول اللہ ﷺ کی زندگیوں کی محفوظ کرنی تھیں اور وہ خواتین جو بڑی تھیں، ان کی memory losses ہو چکے تھے، وہ اپنے اپنے خیالات میں پھنس ہو چکی تھیں۔ اللہ کو ضرورت پڑی ایک چھوٹی لڑکی کی۔ تازہ memory والی، شائستہ والی، مکمل یادداشت والی، husband سے proper commitment کرنے والی۔ اس لئے ہم المومنین حضرات عائشہؓ کو چنا گیا۔

خواتین و حضرات! وجہ یہ ہے کہ memory پر جب زیادہ pressure ہو تو وہ خدا کے کلام کو بڑی آسانی سے حفظ کر لیتے ہیں۔ حفظ کرانے سے مراد اس کو عالم دین بنانا نہیں ہوتا۔ حفظ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آقاؐ اگر میں کوشش کروں، قرآن کو یاد کرنے کی اور میرا دل بھی چاہے اور میں کوشش بھی کروں تو آقاؐ میرے لئے قرآن یاد کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا جس لئے کسب و کسب کی مصروفیات، بہت سارے معمولات میں میرا دل، بہت ساری میرے ذہن کی پیچیدگیاں اس یادداشت میں مائل ہو جائیں گی۔ میری memory suffer کرے گی اور ایک چھوٹا لڑکا، صاف سترے ذہن کے ساتھ ایک مہینے میں بھی قرآن یاد کر سکتا ہے۔ میں شاید ایک سال میں ایک چارہ نہ یاد کر سکوں تو اس لحاظ سے مسلمانوں کا اپنے بچوں کو حفظ کروانا کوئی بڑی بات نہیں ہے مگر آقاؐ کی زندگی کے زمانے کی شدتیں دیکھتا ہوں میں یہ۔ اور کیوں گا کہ بچوں کو ایسے ماحول میں جن کی شہرت corruption کی ہو اور ایسے لوگوں کے پاس جو تقدس کے لباس میں بھیڑے ہوئے اور بچوں کی شخصیتیں خراب کرنے والے ہوں، اپنے بچوں کو احتیاط اور غور و خوض کے بغیر حفظ کیلئے نہیں بھیجتا چاہیے اور بہت سارے بچوں کے ساتھ یہ معاملات میں نے دیکھے ہیں کہ ان کے اساتذہ جانتے جبلی قسم کے جانور بن گئے ہیں کہ انھوں نے بچوں کے ساتھ زیادتیوں بھی کی ہیں تو حفظ کروانا بڑی ہی نیک بات ہے اور اگر بچے اس پر آمادگی ظاہر کریں تو اس سے بڑا خدا کا فضل کوئی نہیں ہو سکتا مگر ایسے قرآن یاد کرانے کا کیا فائدہ جو دس سال کی عمر میں یاد ہو اور چودہ سال کی عمر میں بھلا دیا جائے۔

زیادہ تر برصغیر میں یہ دیکھا گیا ہے کہ guilt کے تحت قرآن یاد کیا جاتا ہے۔ والد صاحب کی خواہش کبھی بھی نہیں تھی قرآن یاد کرنے کی مگر اپنے آپ کو معزز ذکر کرنے کے لئے اپنے guilt wash کرنے کیلئے وہ چاہتے ہیں کہ بچہ قرآن حفظ کرے۔ یہ کوئی طریقہ نہ ہوا۔ اور بچہ جب قرآن حفظ کر لیتا ہے، اپنے ماحول پر نگاہ ڈالتا ہے، اپنی پیچیدگیوں پر توجہ وجود حفظ کرنے

کے وہ چار سال میں بھلا کر تاریخ ہو جاتا ہے قرآن حفظ کرو! قطعاً برکت نہیں، اللہ کی رحمت ہے گرم ہے بلکہ بڑی خواہش ہوتی ہے کہ بچے کیا۔۔۔ دل تو چاہتا ہے کہ اُن کے باپ بھی قرآن حفظ کریں مگر دراصل incompetency میں مائل ہوتی ہے اور چھوٹی عمر میں memory تازہ fresh اور growing ہوتی ہے اس لئے قرآن آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔

سوال: قرآن حکیم ایک scientific کتاب بھی ہے لیکن اس میں جہات پر ایک پورا chapter ہے آپ اس کو سائنس کے لحاظ سے کس طرح دیکھتے ہیں اور اس پر حدیث کے علاوہ کوئی اور data ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ سائنس کے لحاظ سے میں اسے کیوں دیکھوں؟ سائنس تو ابھی اس مقام کار کوئی تک نہیں پہنچی۔ ابھی پندرہ یا بیس سال پہلے Russia کا ایک سائنس دان خیالات کے psychosis پر research کر رہا تھا تو Finally he came out with this result کہ وہ تصور جہات تک پہنچ گیا۔ اُس نے کہا کہ جب کوئی Psychosis کا مریض بے ہوش شدت، غور اور concentration سے کسی خیال پر اسے زیادہ charge دیتا ہے، mental charge ہے کہ That idea becomes capable of hurting him in return ہوں کہ جن تحقیق ہو جاتا ہے اور یہ یاد رکھیے کہ اُس وقت Russia جو تھا، وہ خدا یا جن یا ملائکہ کو ماننے والا نہیں تھا بلکہ communist تھا۔۔۔

میرا خیال یہ ہے کہ اللہ کی بے شمار مخلوقات میں سے جنہیں ہم جانتے ہیں اور وہ جن کو ہم نہیں جانتے ہیں، اگر زمین پر صرف مخلوقات کی اقسام کی طرز ثانی جائیں، تو ہمیں پہنچتا ہے کہ ایک ارب کے قریب مختلف genes کی مخلوقات موجود ہیں۔ اب اگر زمین پر انسان سے نیچے ایک بلین کے قریب مخلوقات کے patterns موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ نے صرف زمین نہیں بنائی، آسمان کے اوپر بھی درجہ بدرجہ ہزاروں بلکہ لاکھوں مخلوقات ہوں گی جنہیں اللہ کے لشکر بھی کہا جاتا ہے، جنہیں جنو و ارجح بھی کہا جاتا ہے اور اُس میں ایک جن بھی ہے مگر جن کی creation کا rule اللہ نے بتایا ہے کہ یہ سگتے ہوئے شعلوں، نیلے شعلوں کی آگ سے بنا ہے۔ high volatile جب کسی gases volume کو پختی جوار سا پلا شعلہ نکلتا ہے۔

جی اس شعلے کی پیداوار باہر جی اسی طرح کی تھوکتا ہیں جیسے بندے کے اندر اس کی روح جھونک ہے۔ ہاں جی انڈے دیتے ہیں بچے نہیں پیدا کرتے۔

ثوالمین و حضرات! جی بچے نہیں پیدا کر سکتے، انڈے دیتے ہیں حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ میں نے دیکھا کہ شیطان کی بیوی نے انڈا دیا، پھر اس سے بچہ نکلا، پھر اس سے شیطان نکلے، پھر دنیا شیاطین سے بھر گئی چونکہ یہ حدیث موجود ہے اس لئے ہمیں حتی طور پر پتہ ہے کہ جی بچے نہیں دیتے انڈے دیتے ہیں۔ جی کو بچہ پیدا کرنے کیلئے وجود کی ضرورت پڑتی ہے حالانکہ انسان کو وہ وجود شعل میں مل گیا ہے مگر ان کو جاری ہونے کیلئے، اولاد دینے و وجود کی ضرورت پڑتی ہے اور کسی نہ کسی جانور کے ہیکر میں داخل کر دیا گیا ہے گا یہ صدیوں سے کسی انسان کے ہیکر میں داخل کر دیا ہے بچوں کو پیدا کرتے ہیں۔

سوال: حضرت نظام الدین اولیاء سے جب حضرت بابا فرید نے کہا کہ جاؤ تمہیں دین بھی دیا اور دنیا بھی تو حضرت نظام الدین اولیاء روپے تھے۔ کیوں؟

جواب: کیوں؟؟؟ اس پر بھی کیوں ہو سکتا ہے وہ اصل میں زاہد مہاش تھے۔ خوب نظام کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو negate کرنے والے تھے یعنی آخری چیز جو سب انسان سے نکلتی ہے چیز اسلام محمد بن انور الی نے کہا کہ وجہ پا ہے، تو خوب نظام کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پبلک سے بڑی گریز کرتے تھے۔ اتنا گریز کرتے تھے کہ جب دلی کے قریب بس رہے تھے تو ان کا خیال تھا کہ لوگ بڑھ گئے ہیں تو میں دلی سے بھاگ جاؤں اس جذبہ میں تھے ہنڈیا چڑھی ہوئی تھی، ایک درویش نے آواز دی، آپ نے دوا نہ کھولا۔ اس نے کہا: ”کچھ کھانے کو ہے“، خوب نظام نے کہا: ”ابھی کچا نہیں“ اس نے کہا: ”ہم پکائیں گے“، تو وہ آگے بڑھے، ہنڈیا میں ہاتھ ڈال دیا جب اس الجٹی ہوئی ہنڈیا میں ہاتھ درویش نے ڈالا تو خوب نظام کھٹک کر ”ایں چیز سے دھڑکت“ کہ یہ تو کسی اور ہی قسم کا کھانا ہے۔ بہر حال جب وہ کھانے کو اچھے ہوئے تھے اس سوال میں کہ دلی رچیں، نہ رہیں، تو درویش نے بڑی خوبصورت بات کہی جو کتابوں میں درج ہے

کہاے نظام جب تو چاند ہوا تھا تو میرا خیال کیا تھا کہ لوگ تجھے دیکھیں گے نہیں.....

تو خوب نظام نے اس اشارے کو سمجھا اور پھر دلی میں نظام دلی کی طرح قائم ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ درویش دنیا کو اپنے لئے موت سمجھتا ہے۔ یہ extremity چشہ درویشوں میں آئی تھی۔

آج بھی اُس پر دو قہقہہ بڑے آسان ہیں، ماما، آسان ہیں۔ المر کے دائرے اُس پر آسان ہیں language کی ترتیب بھی انہی نام سے ہوتی ہے۔ انسان نے ان ہی نام کو آگے بڑھاتے ہوئے پوری alphabet ترتیب دی ہے۔ اگر مگر ترتیب دی ہے زبان کے رنگ و ڈھنگ تحقیق کے ہیں تو ان سے ان کی اصیت میں فرق نہیں پڑتا مگر جو ابتدائی filing ہوئی ہے وہ یہی چودہ نام تھے۔

سوال: موسیقی اچھی چیز بھی ہے اور بہت بُری بھی۔ اب تو نعت بھی موسیقی کے ساتھ چمکی جا رہی ہے۔ کیا قرآن موسیقی کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے؟

جواب: خواہن و حضرات! بات یہ ہے کہ as such تمام ان چیزوں کے بارے میں جو انسان کو لذت و خیال دیتی ہیں، اُس میں خطر ہے چوسرے جاس میں تاش ہیں، اُس میں موسیقی ہے، اُس میں غزل ہے، شعر ہے، ادب ہے، اُس میں تقریحات ہیں، اُن میں وہ جائز تقریحات بھی ہیں جس میں آپ outing کیلئے گئے ہو، سائل سمندر کی بھی میر ہے اور کسی میاز کی چڑھائی بھی ہے اور تیار کی ترانی بھی ہے مری کی برف زاری بھی ہے، یہ تمام چیزیں جائز ہوں یا ناجائز ہوں، جب آپ کے حقوق اللہ پر ضرب نہیں مارتے تو جائز ہیں۔ جب آپ کا کھانا، مناش آپ کو کفر اہل خداوند سے غفلت نہیں دیتا تو جائز ہے۔۔۔

آپ کو یاد ہے کہ نبی قرط کی طرف جاتے ہوئے جب نماز صبر قضا ہوئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہود پہ نعت فرمائی کہ ان کی وجہ سے ہماری صبر قضا ہو گئی۔ اب آپ کو طلب یہ سمجھنا چاہیے کہ اُس موسیقی سننے میں کیا حرج ہے۔ جو دو نمازوں کے مابین ایک ایسے وقفے میں ہو، جہاں آپ اللہ کی آوازیں اور وہ تمام چیزیں cancel کر کے اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ اُس وقت کوئی شہادت دنیا آپ کو گریب نہیں دے سکتی، نہ خدا کے رستے میں آسکتی ہے۔ یہ تمام لذت و دنیا ہیں اب دیکھیں خدا خود mention کرتا ہے۔ کیا شہادت و دنیا میں ان چیزوں کو mention کرنا بجا و مجاز چیزوں کو mention کرنا ہے۔ ذِیْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ ہم نے انسان کو شہوات کی محبت دی ہے۔ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنینِ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُفَنطَرَةِ عُرْشِہِ، اولاد ساز و سلمان۔ مِنَ اللَّحْبِ وَالْفَضَّةِ سوا چاندی و الخیل الْمُسَوَّمَةِ گھوڑے کا زیاں و الانعام و العرث کیا چیزیں ان میں جائز نہیں ہے؟ کیا گھوڑے کا زیاں جائز نہیں ہے؟ کیا اولاد ساز نہیں ہے؟ کیا عورتیں جائز نہیں ہیں؟ کیا سوا چاندی کا

حصول پاؤں نہیں ہے یہ ساری جائز چیزیں ہی ہیں۔۔۔ مگر اللہ نے کہا جب تمہیں وَاللّٰهُ عَسَلُہُ
 حَسُنَ الْعَابِ ذَلِكُمْ مَسَاعُ الْخَيْرِ وَالْمُنَا (العمران 14:3) کہ یہ تمہارا دنیا ہے اور
 جب کبھی آپ خدا کو چٹو گے اور یہ ستر روکیں گی تو یہ دعوات بن جائیں گی، جناب بن جائیں گی
 اور سلیمان کا خطرہ بن جائیں گی جب وہ اچھے گھوڑے دیکھتے دیکھتے مصر کی نماز سے غافل ہو
 گئے۔۔۔

اس لئے ان تمام چیزوں کا حکم ایک ہی جیسا ہے، چاہے وہ کوئی خوبصورت شعری
 کیوں نہ ہو، جو آپ کو خدا کی یاد سے غافل کر دے۔ اب اگر آپ Q TV کی قوالیاں سنتے
 سنتے بے ہوش ہو جائیں تو بھی وہی حال ہے۔۔۔ میں اکثر جب بی بی وی کھولتا ہوں تو وہاں ایک ہی
 قوالی والا مسلسل ٹی وی کا انداز میں قوالی کر رہا ہوتا ہے۔ تو میں خدا سے دعا مانگ رہا ہوتا ہوں کہ
 کوئی بے جوہر بیس ذات باری کی کرے کہ جس سے محبت ہمارے ایمان کا خلاصہ ہے۔ مگر
 اس سے جان نہیں چڑا سکتا۔ وہ اتنا کوئی فضول قسم کا موسیقار اور قوال دکا ہوتا ہے اور دوسرا ہی پر
 ایک استعارے والا بیٹھا ہوتا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ جزا یہ استعارہ کوئی نہیں دیکھا۔ میرا خیال
 یہ ہے کہ اگر دلی مغرب میں اور کسی چیز کا طعن نہ دیں تو یہ استعارہ ہی کافی ہے جس میں ذہیل کرنے
 پہنچتے۔۔۔

خواتین و حضرات! ایک قلعہ کی بات آپ سے عرض کروں گی انسان بے یقین ہے
 مضطرب ہے، بے بس ہے، نحیف و زار ہے، گردن خیال میں ہے، انکار کی غربت میں ہے اور
 مجبور ہے اس کو مسائل کا حل نہیں مل رہا ہے کبھی ایک دوست کے پاس جاتا ہے کبھی دوسرے
 کے پاس جاتا ہے مسجد کے ملا کے پاس جاتا ہے، پوچھ رہی ہے کہ پروفیسر کے پاس جاتا ہے مسئلہ کا
 حل نہیں ملتا، تنگ آ کر اس کی بے چینی اور اضطراب اس درجے کو پہنچتی ہے کہ کہتا ہے کہ اے
 میرے پروردگار اب تو میری اس کیفیت کو دیکھ!!! میری اس حسرت و آرزو کو دیکھ!!! مجھے اس
 سوال کی ہندش سے رہائی بخش اور مجھے استعارے میں جواب بخش دے!!! خواتین و حضرات! پھر
 چونکہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ۔۔۔۔۔ جب ٹوٹا اضطراب ہمارے انسان! اور اس
 اضطراب میں مجھ سے رجوع کر رہا ہے تو مجھے اپنے عزت و ہلال کی قسم ہے میں تجھے تیرے
 اضطراب کا جواب ضرور دوں گا۔۔۔۔۔ یا استعارہ ہے۔۔۔۔۔

خواتین و حضرات! جب ہم لوگ استعارہ کروانے جاتے ہیں تو مجھے یاد کر کے بتائیے

محمد توفیق: قہقہہ!!! یہاں صاحب سوال آپ سے ہے کہ What is meditation? Is it a mystic way?

یہاں تنقب ایک ضمنی بات میں پہلے عرض کر دوں گا ابھی توفیق جتنے بھی سوالات پڑھ رہے تھے ان میں سے زیادہ تر سوالات میرے خیال میں سیدھے سادے نہیں تھے، کوئی غلط فہمی تھی کوئی meta physical تھی اور کچھ سوال تو میری سمجھ سے ہی باہر تھے کہ اس سوال کا جواب ہو ہی سکتا ہے؟ اتنے مشکل زاویوں سے سوالات کو آسان بنا کر ان کا جواب دینا اللہ کی رحمت کے سوا ممکن ہی نہیں ہے۔۔۔ جواب: جب تک meditation کا تعلق ہے تو اس کو دو طرح سے دیکھئے۔۔۔ پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب comparative religions کی تاریخ پڑھتے ہیں، comparison کو religions میں دیکھتے ہیں، تو الہامی مذہب divine religion اور غیر الہامی مذہب non divine religion کو bifurcate کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور دو تو سب سے زیادہ common طریقے ہیں: ایک ہے linear

religion اور دوسرا ہے cyclic religion۔۔۔

cyclic religion وہ religion ہے جو تہاں جن جن میں موت کے بعد کے جو سفر ہیں ان کا علم نہیں ہوتا۔ پیدائش سے پہلے کے حالات کا بھی علم نہیں ہوتا اس لئے cyclic کا مطلب ہے circle ایک کول دائرہ۔۔۔۔۔ اس لئے یہ پیدائش سے شروع ہوتے ہیں اور پھر آگے کون۔۔۔۔۔ کے تصور سے پیدا ہوتے ہوئے یہ دوبارہ پیدائش پرتے جاتے ہیں۔ یہ آپ کے اعمال کی base پر کرتا ہے کہ آپ واپس انسان کی شکل میں آئیں گے یا جانور کی شکل میں آئیں گے، مرد آئیں گے یا عورت آئے گی۔ دوسرے مذاہب جو کہ linear ہیں، یہ divine religion سمجھتے جاتے ہیں۔ linear سے مراد ہے سیدھی لائن۔۔۔۔۔ ان مذاہب میں ابتدا اور انجام چیزیں جو ہیں، وہ شادی جاتی ہیں مثلاً پیدائش سے پہلے حالات کیا تھے اور مرنے کے بعد کیا معاملات ہو گئے، یہ تمام چیزیں رکھ دی جاتی ہیں۔ یہ divine طریقے سے بتائی جاتی ہیں۔ ان میں کچھ elements ہیں مثلاً linear religion میں جو کہ الہامی religion ہیں، ان میں ٹیکسٹ کا ہونا، کتاب کا ہونا ایک عنصر کا ہونا، کچھ روایتیں جیسے بلوغت سے پہلے آپ کے اوپر کچھ چیزیں لاگو ہوتی ہیں، بلوغت کے بعد وہ بدل دی جاتی ہیں۔ شادی سے پہلے کچھ چیزیں ہیں، شادی ہونے کے بعد کچھ چیزیں ہیں، یہ cultural چیزیں ہیں، مرنے کے بعد کی چیزیں

ہیں، اگر بچہ پیدا ہو گا تو اذان دینی ہے انسان جب مر جائے گا تو اس کو غسل دینا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ یہ تمام مسائل دو طرح سے religion کو divide کرتے ہیں۔

دو درخت جو مشہور ہیں وہیں سے وہ اٹھے تو اس کے بعد انھوں نے پالیس سال سے کچھ زیادہ تک تبلیغ کی لیکن اپنی کسی بھی تبلیغ میں دے جانے خدا کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے اس کا سارا مذہب recreation کے سارے concept پر based ہے کہ آپ دوبارہ اس کائنات میں واپس نہ آ سکیں۔ یہ تمہارا، یہ محنت کی جائے کہ آپ واپس دنیا میں کسی طریقے سے نہ آئیں اور اگر آپ نے یہ معاملہ achieve کر لیا کہ آپ واپس نہ آئیں گے تو یہ آپ کی کٹی ہے، یہ مکمل آپ نے ultimate achieve کیا ہے کہ آپ واپس اس دنیا میں نہ آئیں۔ اس طرح جو cycle تھا وہ آپ نے توڑ دیا۔۔۔

اب سارا مسئلہ کتنی کا کتنا کہ کتنی کیسے حاصل کی جائے؟ ہمیں سے meditation کا سارا سلسلہ اور ساری history شروع ہوتی ہے دھرم meditation کرتے نہیں تھے ان کے پاس جو کتنی کا سارا تصور تھا، وہ جس Monk سے منسوب تھا، ان میں چند چیزیں ضروری سمجھی جاتی تھیں: ایک یہ کہ typical قسم کا لباس پہنیں، وہ مانگ کر کھائیں، وہ جنگلوں میں نکل جائے، تنہائی میں رہے تو پھر اس کو کتنی ملے گی اور نہیں مل سکتی۔

اب meditation کا سارا سلسلہ اس وقت پیدا ہوا ہے جب یہ دھرم sub continent میں آئے، یہاں اس جگہ پر برہمن پہلے سے موجود تھا۔۔۔۔۔ ان کے پاس یہ عقیدہ تھا کہ خدا نے جتنی بڑی کائنات کو پیدا کرنے کے عوض سوچا کہ کوئی چیز sacrifice کی جائے تو اتنی بڑی شے تخلیق کرنے کے parallel اس کے against کوئی ایسی چیز خدا کو کائنات میں نکل نہ آئی جو اس کا صدقہ ہو سکے اس لئے خدا نے اپنی قربانی خود دے دی۔ He sacrificed himself creating the universes. اب یہاں سے تصور شروع ہوا meditation کرنے کا کہ لوگ اس روح کو جو کائنات میں پھریں ہے اس کو capture کرنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے یہ روح نہ بھرے اندر داخل ہو جائے۔ اب دو طرح کے لوگ پھر develop ہو گئے۔ ایک وہ لوگ جو meditation کرتے ہیں جیسے نکل کرتے ہیں، جیسے Transitional

meditation سے T M کا نام بھی دیتے ہیں جو کہ آپ صرف relax کرنے سے نہیں کرتے ہیں، اس میں آپ میں منت کی meditation میں آنے کو کہتے ہیں achieve کر سکتے ہیں لیکن یہ trained programme ہے اس کا religion سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو دوسری قسم کی meditation ہے، اس میں آپ consciously یا subconsciously خدا کی بھی ہوئی روح کو capture کرنے سے نہیں اپنے اوپر کوئی ایسا معاملہ وارہ کرتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو اور آپ کو یہ اندازہ ہو کہ آپ اس وقت جس حالت میں ہیں وہ ایک غیر حالت ہے اور اس وقت جو خیال آپ پر وارہ ہو رہا ہے وہ تقریباً الہامی سا ہے۔ اس طرح یہ condition قائم کر لی religious لوگوں نے اور جو exercise اور relaxation meditation تھی، وہ قائم کر لی ان لوگوں نے جو کہ religious نہیں تھے۔

اب بھی اگر اس زمانے میں دیکھا جائے تو سوئٹزرلینڈ میں ماہرین یوگن کا ایک بہت بڑا institution ہے جسے پہلے تو Mahraish International University کہتے تھے اب Mahraish International University of Managerial Sciences کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر آپ website پر بھی دیکھیں تو آپ کو بتاتے ہوگی کہ meditation کرنے سے جو ساری biology جو pathology ہے وہ بڑی change ہو جاتی ہے۔ relaxation میں آپ جاتے ہیں تو شاید آپ کو oxygen کی ضرورت کم ہوتی ہے اس لئے اگر آپ meditation کی حالت میں ہیں تو آپ شاید بہت دیر بعد سانس لیں۔ آپ کے دل کی دھڑکن بھی کم ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ کی physical requirement بڑھ جاتی ہے لیکن ان کا religion سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ہم جو meditation یہاں پر contemporary کرتے ہیں، اس کو ہم خدا و خیالات اور خدا کی دی ہوئی طاقتوں کے ساتھ associate کرتے ہیں اور اس لئے ہم اس کو anticipation کہتے ہیں اور اگلے معاملات یا پچھلے گزرے ہوئے معاملات کے اوپر فیصلہ لینے سے use کرتے ہیں۔

سوال: ایک غیر مسلم قرآن کو انسانی نہیں تو ہم غیر مسلم قرآن کی حکمت کیسے بتا دے سمجھتے ہیں؟
جواب: خواتین و حضرات! سوال بہت اچھا ہے مگر ہم اسے کیوں اس بات کا قائل کریں کہ یہ

قرآن ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ ہم کیوں اسے اس بات کا قائل کریں؟ سوال یہ ہے کہ ہم اے مسلمان کیوں کریں؟؟؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ مسلمان کرنے بیٹھنا تو اس پر بیرونہ دیکھا جائے یا اے مارا چٹا جائے کہ اسلام قبول کر لے اور اگر ہم نے عقلی طور اس سے بات چیت کر کے، اس کو سمجھا دیا ہے سوچتا ہے تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ بتایا ہوا ہے کہ

”ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ“

(اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت سے۔)

کہ اے اللہ کی طرف بلاؤ حکمت و دانش سے اور اچھے کلام کے ساتھ اور آخر میں کہا

”وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ (الفصل 16 125)

(اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔)

اس سے اچھی طرح بحث کر۔ ہو سکتا ہے کہ بحث کے انجام میں وہ آپ سے درخواست کرے کہ آپ اپنی مذہبی کتاب جسے قرآن کہتے ہیں، مجھے سمجھا دیا مجھے پڑھنے کا موقع دو، میں دوبارہ بحث کروں گا۔۔۔ تو بحث کے طریقے میں یہ تو کہیں بھی نہیں ہوتا کہ آپ قرآن کو اٹھا کر لے جاؤ اور کسی دوسرے مذہب والے سے کہو کہ کوا سے ماننا ہے کہ نہیں ماننا۔۔۔ اس بیرونہ دیکھو کہ اللہ پسند کرنا ہے نہ اس کی بازت دینا ہے۔

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ“ (البقرہ ۲۵۶)

اور بلکہ کسی دوسرے مقام پر بھی خداوند کریم کہتا ہے کہ اے لوگو تم کافروں کے بتوں کو گالیاں نہ دو، اُنکے جھوٹے خداؤں کو زرا مت کہو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بچے خدا کو بُرا کہیں اور تمہیں تکلیف نہ پہنچا دیں۔

ابھی جیسے آپ دیکھ لو کہ ہمارے ساتھ بیٹھ رہے ہوئے ہیں، ہم حضرت عیسیٰ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی ہمارے مسائے میں تو ذمہ دار کہتا نہیں کہ جا کر اس پر چڑھائی کر دیں یا چند سر بھرے جا کر اس مردود کو قتل کر دیں یا مار دیں۔۔۔ obviously یہ سارے طریقے ہمیں پہلے سے پتہ ہونا چاہئیں تھے کہ دشمن سے رعایت مانگی نہیں جاتی وہ آپ کو ٹھک کر کے اے آپ کا weak point مل گیا ہے، وہ اچھلے گا، کودے گا، بوڑھے ہیں آخر۔

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّبِينَ اعْلَمُوا مِنْكُمْ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ

(البقرہ ۶۵)

(اور بے شک تمہیں علوم جان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا کہ ہو جاؤ ہندو متکارے ہوئے۔)

یہ ہندو متا حق ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اسی کی copy کرتا ہے۔ ان کو یا غرض ہے انسانیت کے مراتب کے ساتھ۔ مگر آپ جو اشتعال اور جو چیز show کر رہے ہو، اگر غور کیا جائے تو ان کو پسند آ رہا ہے۔ آپ کا چناؤ، آپ کا ٹیم کرنا انہیں پسند آ رہا ہے۔ یہ ایسی مردود قوم ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کسی کزور پر بھی ترس نہیں کھاتا۔ ان کو ہماری روایات کا بھی احترام نہیں ہوگا۔ ان کو کبھی بھی ہمارا رسول ﷺ اچھا نہیں لگے گا۔

اگر خدائی رسول ﷺ کی بات ہوتی تو یہ کارلائل کی کتاب پڑھ کے نہ سوچ لیتے کہ واقعی محمد ﷺ کوئی بہت بڑے انسان ہیں!!! کارلائل جس نے Heroes and Hero Worships میں اپنے نبی کو چھوڑ کر ہمارے نبی کو انسانیت کا hero کہا ہے، اگر یہ سمجھتا رہا اور دانشور ہوتے اور عقل رکھتے تو کیا یہ پھر اس کتاب کو دیکھ کر متاثر نہ ہوتے کہ جس میں سوزے آدمیوں کا تذکرہ ہوا اور انہوں نے ہی کیا اور پھر محمد ﷺ کو وہ پہلا آدمی قرار دیا کہ جس نے زندگی اور انسان کو سب سے زیادہ متاثر کیا تھا۔ اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ خیر و مان لیتے۔ مگر ان میں وہ جتنی ہے ہی نہیں یہ تو ہمیں ایک جائز اشتعال دے کر، جیمن دیکر، کک۔ دے کر، دکھ دے کر ہمارے پیغمبر کے بارے میں ہمیں مشتعل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ایسی باتوں سے... بھلا کتے کے بھونکنے سے بھی چاند کو کوئی فرق پڑتا ہے۔ ہمیں intellectually اس کو ignore کرنا چاہیے، جب آپ جواب دیں گے تو یہ آپ کو مزید غلٹ کریں گے، یہ میری بات یاد رکھیے۔ آج ایک نے کارٹون چھاپا، کل دوسرے نے اور پوسٹوں تیرا چھاپے گا مگر کس کا کارٹون۔؟؟؟ اگر کوئی مٹروئڈ کا کارٹون چھاپ دے اور اس کے اوپر اگر کوئی خدا نخواستہ اس قسم کا کام لکھ دے۔ تو ہمارے لئے کا ہے کو تسلیم کے قابل ہے؟ کس کے پاس ہے تصویر ﷺ؟؟؟ ہمارے دلوں میں تو ہو سکتی ہے مگر practically تو حضرت محمد گرامی ﷺ کی کوئی تصویر دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔ جس کی مرضی کا تے پھریں، ہمیں اس سے کیا؟ مگر یہ احتجاج صرف ایک لحاظ سے درست ہے۔ آپ یقین جالیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی برکتِ اتم گرامی

رسول ﷺ ہے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ عالم اسلام مردہ ہے لیکن ہر ملک میں ہر جگہ مسلمانوں نے جو دہ رسول ﷺ کا مظاہرہ کیا ہے الحمد للہ یہ شرف انسانیت و اسلام ہے کہ ہم ابھی زندہ ہیں۔۔۔۔۔
 توفیق عمر: محترم خواتین و حضرات! ابھی پروفیسر سید جتے ترمذی صاحب تحریف لائے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ bad light ہو گئی ہے، منج روکا جائے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ مصنوعی روشنیوں میں دو بال کیلے جاسکتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ دوستوں کو متنبہ کیا جاسکے۔

سوال ایک سوال ہے کہ جہت جنگل کی آگ کی طرح ہوتی ہے فوری متحرک اور اشتعال کا مظاہرہ کرتی ہے پھر نئے کا ہدف نہیں دیتی۔ جہت جب متحرک ہو تو اسے ٹھہرایا کیسے جائے؟ جواب صرف ایک چیز جہت کو روکی جاو وہ عمل ہے۔ وہ عمل جسے خدا سے مس ہوا تو کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک division tank attack کرے ماں تو کوئی دنیا کا ایسا جرنیل نہیں جو اسے وہیں روک دے۔ بائیس تیس میل تو tank ٹپتے ہوئے آ جاتے ہیں۔ وہاں تاہم division tank کا attack ہوتا ہے کہ اس کو اس کی جگہ پر روکا نہیں جاسکتا۔ تین سو ٹینک چڑھ رہے ہوتے ہیں، چڑھتے چڑھتے، چلتے چلتے space لے لے جاتے، بائیس تیس میل ٹنک ہی آتے ہیں، پھر ان کو توڑا جاتا ہے، ایک ایک کر کے توڑا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی formation ٹوٹتی ہیں۔ تیس تیس میل کے بعد آپ ایک division کو اتنا loss پہنچا دیتے ہو کہ مزید advance tactically غیر مناسب ہوتا ہے تو یہی strategy آپ کی جہت کے ساتھ ہونی چاہیے۔

جہت جب پھر پر attack کرے۔ تو کوئی غریب مسکین، ہی آدمی اسے روک نہیں سکتا، پھر اس کو پیچھے بنا پڑتا ہے جگہ بانی پڑتی ہے spacing بانی پڑتی ہے۔ اب دیکھئے انسان مطلب کیا ہوتا ہے؟ اپنا تک فرض کرو کہ کسی کی temptation جائے ہے اور اس میں ایک مجبوری کا عنصر پیدا ہوا ہے۔ ضرورت اس کو اتنے خوفناک انجام پر لے جا رہی ہے And he must and must steal, he must and must go for a bad relationship تو اب وہ اتنی زبردست چڑھی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ بلکہ باقی جہتیں تو controlable ہیں Physical sexual جہت least controlable ہے۔ اگر اس کو اندھا دے تو وہ اس حکم کو فائل کر دے گی، دفاع کی اس منزل کو فائل کر دے گا کہ میں سوچ

تو سکتا ہوں، میں imagine تو کر سکتا ہوں، میں خیال کر سکتا ہوں، میں اپنے موہف سے پیچھے ہٹ سکتا ہوں میں اس کی کہانیاں پڑھ سکتا ہوں، میں planning کر سکتا ہوں But he will stop, he will not steal یہ سچ میں جو وقفہ پڑے گا اس کی سچوں کا، وہ اس کو اس کی آخری منزل تک پہنچنے سے روک دے گا۔

اسی طرح فرض کرو۔ If he is involved and two people are involve وہ باتیں تو کر سکتے ہیں، ٹیلی فون کی داری تو ڈسکتے ہیں۔ منٹو کر کے..... وہ مزید ملاقات کے وقت قائم کر سکتے ہیں، وہ چھو سکتے ہیں، جیسے صاحب رسول ﷺ بے کمرچی خطا کاری کرتی ہے مگر اگر آپ ادھر کھڑے ہوتے ہو کہ I might do all these things, but I will never surrender to do this basic fact سے نئی بات ہے، جلت کر روکنے کے لئے اتنے قدم پیچھے ہٹا پڑتا ہے جو safety لے لے قدم ہوتے ہیں، پھر کہیں کھڑے ہو کر آپ اس کے خلاف resist کر سکتے ہیں۔
توفیق مر: شکر یہ پروفیسر صاحب! خواتین و حضرات! ہم تقابلی سیشن 2006 کے اختتامی لحاظ میں ہیں۔

سوال: ہمارے ایک دوست نزول مہدی اور مہدی کے خوالے سے جانا چاہتے ہیں ان کا سوال یہاں دیکھ رہے ہیں کہ دجال گراتی ہی سمیت کا حامل ہے تو قرآن حکیم میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟
جواب: یہ بڑی اچھی بات ہے مگر فقہاء دجال جو ہے اس کا ذکر بہت جلد دوسرے طریقوں سے قرآن حکیم میں ہے، اس طرح براہ راست فقط دجال سے ذکر نہیں ہے مگر دیکھئے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باطل بھینے والا ہے باطل کا حق ہی یہی ہے کہ وہ ختم ہو جائے اور یہ خدا نے یہ کہا کہ زمانہ آخر میں ڈراما لے چاہا چھامٹائے

”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَكُم مَّوْعِدٌ“
الفُشْرُ كُونُ (الصف 9)

(وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے چاہے زمانے شرک۔)

قرآن نے نام نہیں دیئے Situations دیں قرآن ثابہ افراد کی صلح تک ذکر کر بھی نہیں سستا تھا، وہ پیغمبر کی صلح تک ذکر کر سستا تھا، وہ اس نے کیا ہے قرآن نے فنا خراشاں کا ذکر کیا ہے

قیامت مغربی کا ذکر کیا ہے قرآن نے اس جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہوئی ہے۔ اصل میں آپ لوگوں کیلئے جو چیز بڑی ہے وہ خدا کیلئے بہت چھوٹی ہے۔ وہالہ اللہ کا حریف نہیں ہے۔ وہالہ تو انسان کا سب سے بڑا خطرہ ہے۔ وہ اللہ کو damage نہیں کرتا، خدا نے انسان کی مدد کیلئے جو اس کا علاقہ ڈھونڈا ہے وہ وہو و یسعی میں ہے کہ وہ جو بڑے آرام و اطمینان سے آسمانوں پر بٹھائے گئے ہیں تو وہ اسی ساعت کیلئے بچے اتریں گے اور دجال کے اس دعوے کو کہ وہ کائناتی اور ملکوتی اور عالم بالا کی صفات کا مالک ہے کہ وہ خدا کی جگہ کام کر سکتا ہے اور آلات میں اور مشین میں وہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ مرتبہ خدا کو بھی Challenge کر سکتا ہے اس کے جواب میں اللہ بحیثیت ایک وکیل کے طور پر حضرت یحییٰ کو بھیجے گا۔ تیری تمام ترقی، تیری تمام جدتیں، تیری رہائشیں جو تو کر بیٹھا ہے، میرے تو ایک سائنس دان کے برابر بھی نہیں ہے اور حضرت یحییٰ کے ہاتھ میں کوئی ایک instrument دے دے گا، ایک شعاعی ہتھیار دے دے گا، جیسے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ کے ہاتھ میں چالیس گز لمبی کھوہ ہوئی۔ اور صورت کی طرح چمکتی ہوئی شعاعوں کے حصار میں اتریں گے اور شعاعوں کی وجہ سے ساری دنیا میں مارے دجال کے لشکر میں کوئی چیز move نہیں کرے گی۔ سکتا تو یوں پر بھی، محاذوں پر بھی طاری ہو جائے گا۔ آرام سے بچے اتر کر اسے مار پیٹ کر لیں گے Who can fight God.. ???

”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَلَتَا“ (الانباء 22)
(اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔)

اقبال نے کہا

چہ جب اگر دو سلطان بہ دلا بخت نہ گند
تم تو اس بات پر تہ کر رہے ہو کہ دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سمٹ سکتے۔
جس میں کہ نبی نہ گند بہ دو نالے فقیر سے
میں تو اس بات پر حیرت کر رہا ہوں کہ ایک خدا کا فقیر دو عالم میں نہیں آتا
سوال روح و نفس میں یا فرق ہے؟
جواب: جیسے میں نے آپ سے کہا کہ روح اور نفس دو علیحدہ حقیقتیں ہیں اور روح کی حقیقت یہ ہے کہ اَلْسَلْبُ بَرَبْنِکُمْ جب سکون یا تو اس میں ایک positive اقرار رکھ دیا۔ جب نفس کو بتایا

تو اس میں اٹکار رکھ دیا اور حدیث یہ کہتی ہے کہ نفس انسان میں اللہ نے اپنا سب سے بڑا دشمن چھپا
کیا۔ ادھر جہلوں کا ارتکا زکریا، ادھر عقل و معرفت کا شعور بخش دیا۔۔۔ یہ دونوں ایک دوسرے
کے دشمن ہیں۔ دونوں دشمنوں کو ایک۔ کان میں رکھا، جسے وجود انسان کہتے ہیں۔ ساری ترکی
جنگ ہے کون پیٹے، کون مارے۔۔۔؟؟؟

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

سید علی بن عثمان ہجویریؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صَلٰتِيْ وَ اَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صَلٰتِيْ وَ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

خواتین و حضرات! مومنوں پر شکوک کرنے سے پہلے میں آپ کو دو چار بہت اہم باتیں بتا چلوں
کہ ذہن جب اپنے ارتقائی اعمال سے گزرتا ہے سو قہر جب بلند تر ہوتی ہے اور اس میں غلبہ
تحقیق آتی ہے اور آپ آتا ہے عجب آتی ہے Inquiry آتی ہے، تو لامحالہ ذہن میں ایک بہت
بڑا المیہ جو پیدا ہوتا ہے اس کو Narcissism کہتے ہیں یعنی یہ ترکیب ذہانت ہے اور ہر
ذہین آدمی بڑا سچا خود اپنے عجب کو، غرور کو اور شکوک ذہن کو اس بلند و بالا مقام پر لے جاتا ہے خواہ
وہ آدشت ہو، خواہ ادیب ہو، خواہ کوئی بھی ہو، کسی بھی اور عظیم تر صورت کو ماننے سے پہلے ہزار بار
شکوک و شبہات سے گزرتا ہے۔ یہی حال بہت سے ان ذہین لوگوں کا ہوا جنہوں نے اپنے
مطالعاتی سلسلے میں ہر جن کے علم کی ترقی میں اتنی قدر و منزلت پائی اور اتنے نام آدر ہوئے کہ
انہوں نے تصوف کے خلاف بہت باتیں کیں۔ بہت خوبصورت بات خوب اور احسن نورانی نے
ارٹا فرمائی کہ ”پہلے نام نہیں تھا مگر تصوف حقیقت تھا۔ اب نام ہے مگر تصوف میں حقیقت نہیں ہے۔“
خواتین و حضرات! یہ اوصاف حمیدہ کا ایک ذکر تھا، مصاحبہ کردار رسول ﷺ اور
سب سے بڑا حکمران کی شہید ترین محبت کا نام تصوف تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ جو لوگ اس تجربہ مانس و
محبت سے نہیں گزرے، جو لوگ مانے ذات کے شکار ہوئے، جن لوگوں نے طبیعت اور ادیت کو
ہی حرف آخر سمجھ لیا، وہ ان تمام تجربات کے منکر ہو گئے چنکا ذکر صوفیاء نے کیا تھا اس لئے کہ تصوف
ایک ایسا دبا رہے، ایک ایسا علم ہے، جس میں دانش کو کوئی رہنمائی نہیں ملتا، جس میں صرف صلاح
اخلاص ہی درک رکھتے ہیں۔ ان چلنوں کے پار کھڑے ہوئے لوگ ان کے بارے میں بہت
چرمانیاں رکھتے ہیں۔ بہت اونٹ پانگ تصور رکھتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ شاخ فلسفہ ایمان سے
شستہ ہے، کوئی کہے گا کہ اس میں صرف مرد و بچہ علم کا سال بچہ اور کچھ بھی نہیں ہے، مگر تصوف میں
ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک سادہ ترین جدوجہد کا آغاز ہے، ایک ایسا آغاز جس میں انسان اس

محرانشین کی طرح ہوتا ہے جسے صحرا میں کوئی نشان نہیں ملتا اور گہرے تاریک آسمان کے جب اسے کوئی روشنی نہیں ملتا تو اسے کسی رہنما کی تلاش ہوتی ہے۔ کسی ایسے بزرگ و ہر ترساجی کی تلاش ہوتی ہے جو اسے اس دیرانے سے نکال کر کسی متمدن بہتی تک پہنچا دے۔

خواتین و حضرات! اپنے ذاتی واقعات میں سپر جیور کے حوالے سے میں آپ کو یہ بتانا چلوں کہ جب تازہ خدا کی ایک ذرا سے ٹپ میرے دل میں پیدا ہوئی، اس سے پہلے بڑا ضروری ہے کہ میں آپ کو یہ بتانا چلوں کہ یہ ٹپ کیوں پیدا ہوئی؟ اپنے مطالعاتی دور میں مشرق و مغرب کے تمام علوم کو دیکھتے ہوئے مکنز حد تک ان کے مطالب سے جب میں نے اچھی طرح رسوخ حاصل کر لیا تو میرے ذہن میں ایک نظری سا سوال پیدا ہوا۔ سوال یہ تھا کہ کتنا جانتا ہے کہا جاتا ہے، علوم ہے کہ علم سکون عطا کرتا ہے۔۔۔ اتنا کچھ پڑھنے اور جاننے کے باوجود، ہزار بار اوراقِ علم کھولنے کے باوجود میرا دل سکون سے کیوں خالی ہے؟ یہ سوچنا پڑتا تھا کہ یہ کیل ورکانٹ اور برکس کیوں مجھے سکون نہیں دیتے؟ کیا یہ تقاضا کافی ہے کہ کسی بڑے عالم کو پڑھ کر، اسے quote کر لیا سکون کا باعث ہے؟ ایسا تو نہیں تھا، ایسا تو کوئی عالم دنیا میں نہیں تھا کہ جس کی تعلیمات کے بعد میں ایمان داری سے یہ اعلان کرنا کہ لوگو! میں نے سکون پایا، امن پایا، نتیجے خیز خیال پایا، اس نے میرے محرانشین دل کو تھن کا ایک گھر وندہ دے دیا، ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ خدا ہے ہی نہیں۔۔۔ اس لئے کہ خدا رسیدہ لوگوں کو دیکھا۔ ایسے بندوں کو بہت دیکھا جو کوئی شناسائی رب کریم رکھتے تھے، ان لوگوں کو بہت دیکھا، مگر کسی میں ایسا سراپا حقیقت نہیں ۱۳۔ علوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو جانتے بھی نہ تھے، وہ تو ایک general psychology of the self کے بھی شناسا نہ تھے، وہ اس Psychology of the self جو مغربی علماء نے متعارف کروائی تھی۔ وہ اس psychology کے general standard پر بھی پورے نہ مارتے تھے۔ ان کو ہم کیا خدا شناس سمجھتے؟ سنا گیا ہے کہ خدا کی شناخت، شناخت ذات سے بہت آگے کی بات ہے۔ سنا گیا ہے کہ جہاں زوالِ علم نفسیات شروع ہوتا ہے وہیں سے شناختِ خداوند کا علم شروع ہوتا ہے کیونکہ نفسیات اللہ کے لیے نہیں پڑھی جاتی۔ Self کا یہ علم Self ہی کے عروج و بہتری پہنچنے کے لیے نہیں بلکہ اس سے بڑا نفسیات دان اپنا یہ Claim نہیں رکھتا کہ

”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“

(جس نے اپنے نفس کو بچھا اس نے اپنے رب کو بچا نہ لیا۔)

نفسیات کے کسی عالم کا خیال، شعور اور منزل تلاش خدا جہ نہیں ہوتی بلکہ وہ تلاش خداوند کو بھی آسیب سمجھتے ہیں۔ ایک ایسا نظریہ جو شاید کسی وہم اور وسوسے کی پیداوار ہے، شاید کسی psychotic brain کی تخلیق ہے، شاید وجود کے اندر کسی حقائق وجود کی پیداوار ہے۔ ایسا مرحلہ جب کہیں جیش آیا تو خواتین و حضرات! اس تلاش میں، میں بہت عرصہ سرگرداں رہا کہ کوئی ایک ایسا فاضل، دانش ور، کوئی ایسا اللہ کا بندہ ہو جو مجھے خدا کے رستے سے آشنا کر دے۔

خواتین و حضرات! اس تلاش میں، میں ایک مرتبہ آستانہ دہلی پر حاضر ہوا، بڑا گلہ کیا میں نے ان سے کہا: تم لوگ گھاڑ ہو، بے کاری بیٹوں میں تم نے لوگوں کو الجھائے رکھا، جمع و وحدت میں الجھائے رکھا، صدق و منافیں الجھائے رکھا۔ بھلا تم ایسے لوگ تھے اور تمہارے پیچھے آنے والے بھی تھے اور اگر آپ کہتے ہو کہ زمین انقلاب سے خالی نہیں ہوتی، نتیجوں اور نتیجوں سے خالی نہیں ہوتی تو ایک حشاشی کو کون سراٹھ دے گا؟ کہاں سے لاؤں گا وہ رہبر، کہاں سے لاؤں گا وہ دانش ور، جو تپا ہوا سے مجھے آشنا کر دے؟ کوئی ایسا سراٹھ دے گا؟ آپ کے پاس؟ مگر کیا افسوس کی بات ہے کہ زمانے کی ہر گلی اور کوچہ گھوم پھرا ہوں، معاشرے کے ہر فرد و بشر کو دیکھا ہے؟ حتمیت نظر آتی ہے؟ دعوئی نظر آتا ہے؟ وعدے نظر آتے ہیں، مگر یہ خالی ٹوٹی لوگ کسی کو خدا کے رستے پر پہنچا تو بہت دور کی بات ہے یہ تو خدا کی یاد کے رستے بھی لوگوں پر مسدود کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔

جواب کیا ملتا تھا۔ جواب تو کچھ بھی نہ ملا سو میں غصے، افسوس اور رنج سے واپس چلا۔ اتفاق یہ دیکھئے کہ میجر پر کشف الجوب کھلی پڑی تھی۔ اتفاقاً، کچھ غصے سے، میں نے اس کتاب کے اس صفحے پر نظر ڈالی جو کھلا ہوا تھا، تو میری توجہ حضرت ابو سعیدؓ کے اس سوال پر گئی کہ سیدہ جعفرہؓ سے عاقلہ کر کے کہہ رہے تھے کہ اے ابو سعید ایک وقت تھا کہ ہم زمین پر خدا کی تلاش کیلئے نکلتے تھے ہمیں بے شمار رہبر ملے، بے شمار اللہ کے ولی ملے، بے شمار دوست ملے، ہم نے بیٹھو وہ لوگوں سے کسب فیض کیا، کسی سے مال لیا، کسی سے مقام لیا، کسی سے غیبت لی، کسی سے حضور لیا، کسی سے صدق و منافیہ لیا، مگر اے عاقلہ! ایک وقت آئے گا کہ تیری بے چارگی پر ہمیں افسوس ہو کہ تو کوچہ کوچہ، گلی گلی پھرے گا، تجھے ایسا کوئی شخص نظر نہ آئے گا، جو تجھے رشد و ہدایت کے کسی سلیکے تک پہنچائے، مجھے ایک بات تاک پھر یا تو خدا کی تلاش چھوڑ دے گا؟ یہ جملہ مجھے بڑا چنبھا

لگا کر سینہ نے کہا کہ پھر کیا تو خدا کی تلاش چھوڑ دے گا؟ تو میری اتنی بات نہ وریا درکنا کہ وہ ہے۔۔۔۔۔ وہ موجود ہے۔۔۔۔۔ وہ خلق کی رضا سے بہت بالا ہے، وہ ٹھوک و شہات سے بہت بلند ہے اور جو اسے تلاش کرے گا، چاہے کسی زمانے میں بھی کرے، چاہے کسی وقت میں بھی کرے، وہ اسے ہر حال میں اپنے رسول تک، اپنی ملاقات تک، شناسائی تک، مصاحبت تک، مسائلی تک ضرور پہنچائے گا۔

خواتین و حضرات! یہ میرے سوال کا جواب تھا اور اس کے ساتھ ہی یہ اس سوال کا جواب بھی تھا، کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ تعالیٰ نے، بڑے بڑے ماہرین عقل نے، بڑے بڑے تجسس حضرات نے شیخ کے بارے میں یہ کیوں تھا کہ

ما قصاں را چہ کامل کا ملاں مارینا

یہ کتاب کشف المحجوب جس مقصد سے لکھی گئی، اصل میں اس کتاب کے پیچھے جو خواہش تھی وہ آج بھی اسی طرح زندہ ہے۔ اس سے زمانوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا، اوقات اس کے رستے میں مائل نہیں ہوتے، آج بھی جسے خدا نے بزرگ و برتر کی تلاش ہے، جسے محبت کی تلاش ہے، اللہ کے قرب اور مسائلی کی تلاش ہے، آج بھی اسے کشف المحجوب بحر پور رہنمائی دیتی ہے۔ جیسے ان کے اپنے زمانے میں لوگوں کو رہنمائی میر تھی۔

خواتین و حضرات! تصوف کی عمومی دنیا پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو بہت اولیا ہیں جو بڑے قابل قدر ہیں، انکے بڑے خوبصورت اور قیمتی اقوال ہیں، ان کا ہر قول عمل میں جانے کے بعد اپنی غاصت دکھاتا ہے۔ سید جیو پتر مارتے ہیں کہ ”تصوف بھی بہت ہیں، مہف بھی بہت ہیں لیکن صوفی بہت کم ہیں“ Intellectual heights پر جا کر تندرۂ خشک صوفیانہ بھی ہوتی ہے۔ شعر میں بھی ہم کسی شاعر میں تصوف کا پہلو نکال لیتے ہیں۔ تصوف نکاتا بڑا آسان ہے maturity کے کسی بھی pattern سے ہم دراصل خلق کے مباحث میں پڑ جاتے ہیں۔ consensual mental اور temporal mysticism کو ہم تصوف سمجھتے ہیں۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ پینتیس سال کی شاعری کے بعد اگر ایک شاعر اچھا شعر لکھ دے تو وہ شاعری کا تصوف ہو سکتا ہے مگر تصوف نہیں ہوتا۔ ہر چیز ایک مرتبہ سال تک پہنچتی ہے اور ہر مرتبہ کمال کو تصوف کہا جاسکتا ہے۔ But it is the mysticism of the same thing which we are studying. It is not the mysticism

which we call. اللہ کے علم کو ایسا بالکل نہیں کہا جاسکتا، مصیبت یہ ہے کہ intellectual جب اپنی امان میں کسی تجربہ زندگی سے نہیں گزرتا تو وہ ہمیشہ اس علم کو discard کرتا ہے یا اس کو خرافات پر مبنی ایسی سوچ قرار دیتا ہے، جو non applicable ہے۔ کسی نے کہا کہ صوفی ازم دنیا سے کنارہ کشی ہے۔ کسی نے کہا کہ صوفی ازم ایک تصور پارینہ ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تلاش محض ایک فریب اور دھوکا ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ ان لوگوں کو تصوف سے کسی قسم کی کوئی شناسائی حاصل نہ تھی۔

خواتین و حضرات! سید جویز نے تصوف میں چند ایک باتیں ایسی کہیں، جیسے میں نے ان سے سمجھا، خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اتفاق یہ ہوا کہ میرا واسطہ کچھ ایسے لوگوں سے پڑا کہ جو مجھ سے بار بار سوال کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ میں نے پندرہ برس خدا کو تلاش کیا، میں نے کیوں خدا کو نہ پایا، تجھ میں کوئی نیرنگی کے پر لٹے ہوئے تھے۔ کسی نے مجھے کہا کہ یہ تصوف کیوں نہیں تسکین قلب کا باعث بنتا، کسی نے کہا کہ بغیر رشد و ہدایت تصوف ہو نہیں سکتا، کسی نے کہا کہ بیعت کا کتنا لازم ہے بغیر بیعت کب کوئی صوفی ہو سکتا ہے مگر یقیناً ہائیے کہ تصوف کا ان باتوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا، کسی ایسی rigidity سے، کسی ایسے تخصیصی مراتب سے تصوف کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی بندش ایسی نہیں ہے جو بندے کو خدا تک پہنچنے سے روک سکے مگر صرف ایک ہے کہ وہ خالص قل، وہ صلاب کا نہا، وہ جو سب سے بڑا ہے، وہ اپنے حیثیت سے کم درجے پر اترنا پسند نہیں کرتا۔ اگر آپ اپنی ترجیحات زندگی کو اپنے مقصد حیات بنائیں اور اگر آپ یہ چاہیں کہ خدا آپ کو نصیب ہو تو آپ کو سب سے پہلے اس ذہنی مہارت کو دور کرنا ہو گا جو آپ کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ اللہ کسی بھی قیمت پر، کسی بھی درجہ کا تو یہ پر اترنے والا نہیں ہے۔ اگر آپ کو اللہ نہیں مل رہا ہے تو اسکی واحد وجہ یہ ہے کہ قبول سید جویز خدا کو جاننا، ماننا اور اسے اس کے غیر کی لٹی کے برابر تسلیم کرنا ضروری ہے۔ مگر جہاں اللہ نے ہمیں اجازت دی، ہر اس چیز سے فائدہ اٹھانے کی جو اس زندگی پہلے کا رآمد ہے، وہاں ایک قید ضرور لگائی کہ اگر تم دوسری ترجیحات کو مجھ پر ترجیح دو گے تو پھر میں کسی قیمت پر تم سے ملنے والا نہیں ہوں۔ یہ تو یہی مرتبہ، نالیہ اس کو کسی قیمت پر پسند نہیں ہے۔ اگر آپ کی ذہانت، آپ کا علم، آپ کا کوئی چھوٹا سا درجہ، respect بھی اللہ کا نہتا سکتے تو پھر آپ اللہ کے قابل نہیں ہو۔ خالق کو بھی حقوق کے مراتب تک نہیں اترتا۔ وہ تمام دعویٰ ملیں گے، جس میں کسی شے کو، کسی فرد کو، کسی بھی قسم کے علم کو

جب آپ خدا کے علم سے مرعہ جانتے ہو تو پھر اللہ آپ سے بالکل نہیں ملتا مگر میں جانتا ہوں، آپ بھی جانتے ہیں کہ ہم اعمال سے اپنے اس دعوتی کو پورا نہیں کر سکتے۔

ہمارے اعمال ست رو ہیں، خیال بہت تیز ہے، یا شوپ خیال برقی رو ہے اور یہ پتہ نہیں کہاں سے کہاں کی زندگی کا ہے، چلیا تھوڑا سا گہر ہیں، بیڈمن سے فلاک سے نکل جاتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چون زمین سے باہر نہیں نکل سکتا، وجود ست رو ہے، اسکو خیال تک آتے ہوئے بھی برسوں تک جاتے ہیں، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا "تو یہ آسان ہے، ترک نہ مشکل ہے"، اسی طرح زمین سے کسی چیز کا انکار کر دینا آسان ہے مگر اس کے مطابق عمل کرنا توں کی بات ہے، برس برس کی بات ہے، مگر خواتین و حضرات! اللہ کو آپ کے اعمال سے اتنی غرض نہیں ہے، اسکو تو اس دولت فکر، اس اہمیت ملیہ سے غرض ہے جو اس نے ہر اک سے چھپا کر، ہر اک سے بنا کر آچکے وہی تھی اور کام صرف اتنا رکھا تھا کہ مجھے پیچے نو گے کو نہیں، اس وقت اس نے یہ بھی کہا کہ

"اِنَّهُ كَانَ يَطْلُو مَا جِئُوْا" (الاحزاب 72:33)

(بے شک وہ ظالم ہے، جاہل ہے۔)

تم انصاف نہیں کر سکو گے priorities maintain نہیں کر سکو گے لیکن جب ہم ایک دفعہ جتنی طور پر یہ عہد کر لیتے ہیں، چاہے اس پر عمل کریں یا نہ کریں مگر ہر بے غلوں سے جب یہ عہد کر لیتے ہیں کہ اے مالک و کریم! میں اپنی ساری تعلیموں سے توبہ کرتا ہوں، میں نے حماقتیں کیں، اب مزید نہیں کروں گا، مجھ سے کچھ کہنا یاں ہوئیں، اب میں اس سے بڑی کوئی چیز نہیں کروں گا، اب تجھ سے بڑھ کر میری کوئی ترجیح نہیں ہوئی۔ تو میری ترجیح اول ہے، اب مجھے تو فیض عطا فرما کہ میں اس ترجیح کے ساتھ باقی زندگی گزاروں۔ جب آپ نے یہ mental decision لے لیا تو اللہ کی آپ سے مدد ختم ہو گئی۔ اللہ کا مقصد پورا ہو گیا، باقی رہے اعمال و اعمال۔۔۔ حضور گرامی رحمت کا ارشاد فرمائی ہے کہ زمین و آسمان بنانے سے پہلے ہزار سال پہلے اللہ نے آپ کے کاہنہ، قانون، ضابطہ، خلق، کام سب کچھ لکھ کر رکھ دیا ہے، پھر آپ کو وہ اعمال دے دیئے جائیں گے جو آپ کی ترجیح کے مطابق ہو گئے، پریشانیوں اس کے مطابق ہوں گی، sugar اور renal failure اس کے مطابق ہوں گے۔ بے سکون تب ہو گئے، بے چین تب ہو گئے، جب آپ اپنی ترجیح اول کے تعین میں کام ہو جائیں گے۔

خواتین و حضرات! یہ اتنا براستی ہے جو ہمیں سید جوہر سے ملتا ہے، سید جوہر کیوں؟ یہ میں آپ کو بتاتا چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صاحبانِ قبل بیت کے بعد اتنا برا نام شرق و مغرب میں کوئی نہ گزرا۔ تصوف کے چار بہت بڑے ستون ہیں، سید الطائفہ سید احمد، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی جو قطبِ عالم بھی ہیں، غوثِ زمانہ بھی ہیں اور امامِ مغرب خواجہ ابو الحسن شاذلی، مگر سید جوہر سب پر بازی لے گئے۔ exactitude ہے، داخلی اور خارجی کیفیتوں میں اتنا توازن ہے اور تحریرات میں اتنی scientific approach ہے کہ کیفیت ایک چھوٹے سے شاگرد کے جب میں نے اپنا thesis ایک انگریز پروفیسر کو سنایا تو اس نے مجھے ایک complement دیا Which looks like a very good compliment to me. His approach towards اس نے کہا God is as we approach quantum and relativity یعنی اتنی scientific approach میں نے سید جوہر کے علاوہ اور کسی صوفی میں نہیں دیکھی۔ انہوں نے ہر کیفیت اور اس کے خطرات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، وضاحت کو explain کیا ہے، وہ خطرات جو وہل بن جاتے ہیں، وہ آسب زدگیاں جو ہمارے ذہن کی possessions اور obsessions بن جاتی ہیں، جہاں سے ٹکنا ہمارے لئے مشکل ہوتا ہے اور وہ تجاہل جو عارضی ہیں اور حلقہ اللہ کے نام کے ساتھ دور کیا جاتا ہے۔ سید جوہر اس معاملے میں جب دامتھا صوفیاء بیان کرتے ہیں تو ساتھ ساتھ اپنی ایک مکمل رائے بھی دیتے ہیں کہ یہ extremity ہے، اس سے بچ کر رہنا۔ وہ بتاتے ہیں کہ یہ صوفیاء بڑے صوفیاء تھے مگر گریہ کرنا ایسے تصوف ہے، جس میں extremity تم نبھانہ سکو۔

سب سے بڑی خوبی جو سید جوہر میں ہے کہ وہ out spoken اور صاف سہرا شخص ہے کہ اپنی کمزوری کو بھی علم پہلے آشکار کر دیتا ہے۔ یہ آج تک کسی صوفی نے نہیں کیا۔ وہ جب علم کی بات کر رہا ہوتا ہے تو اپنی عزت کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ اپنی respect کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ سماع کی تکنیکوں میں آپؑ نے فرمایا: ”خدا صاف کرے ان چالوں سے جن میں ہم جاتے تھے، وہاں پتھروں سے غورتیں لگی ہوتی تھیں اور محافل میں بے ریش لوگوں سے بیٹھے ہوتے تھے۔“ شیخؒ نے وضاحت سے بتایا کہ ہم ان خطرات سے غائب نہ تھے، بظاہر تو ہم اسی لئے سماع کی محفلوں میں جاتے تھے، مگر دراصل ہماری اندرونی نیوٹوں میں کتنی خرابی تھی! شیخؒ

نے جب خطرات کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ایک پرکیر ہکا میں ماہی جانشین ہوا اور دو سال میں نے غریب حق میں گز اور قریب قحاک میں اپنا زید و ایمان کو بیٹھا، شناہج خداوند سے جاری ہو جائے کہ اللہ نے مجھ پر احسان کیا اور اس کا کرم میرے شامل حال ہو اور میں اس کے قبضہ سے نکلا اور اپنی راہ پر گامزن ہوا، بھلا یہاں frank استاذ کہاں سے ملا؟ یہاں تو تقدس مآب اپنی داستان تقدس میں آپ کو ایسا غرق کر دیتے ہیں کہ خوف و وحشت سے آپ الجھ جاتے ہیں مگر ایک کام ہم بھی بڑا غلط کرتے ہیں، ہم صوفیا کو ان کے آفاقی ستاروں سے دیکھتے ہیں، ہم صوفیا کو زمین پر نہیں دیکھتے۔ ہم اس عبادت گاہ درجیلائی کو نہیں دیکھتے جو زمین پر تصوف کی تلاش میں، اللہ کی تلاش میں نکلا تھا، ہم تو غوطہ زما کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، غلبہ انقلاب کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، ہم اس کی الدین شہادت کی کو نہیں دیکھتے جو بارش میں معمولی سی مزدوری کر رہا تھا۔ ہم اس نظام کو نہیں جانتے جو دو وقت کی روٹی پلینے بھرتا پھرتا تھا، ہم تو نظام دہلی کو جانتے ہیں۔ یہ سب سے بڑی غلطی ہے، ہمیں ان بزرگوں کے مقامات نہیں دیکھنے چاہئیں۔ ان مقامات کے علو مرتبت نہیں دیکھنے چاہئیں، یہ بعد کی بات ہے یہ محبت و عزت کی بات ہے۔ ہمیں تو ان لوگوں کا آغاز دیکھنا چاہیے۔ کیا آپ آغاز ان کے ساتھ share نہیں کر سکتے؟ یہی سید جویڑ نے فرمایا۔ کیا آپ کو پتہ نہیں کہ سید جویڑ نے حضرت فضیل بن عیاض کے ذکر میں لکھا کہ وہ پہلے ڈاکو تھے۔ عبداللہ بن مبارک مروزی کے بیان میں لکھا کہ وہ تمام رات ایک طوائف کے گانے پلینے اس کے دروازے کے نیچے کھڑے رہے۔ کیا وہ ہم جیسے ہی نہ تھے؟ بھراؤن پر ایک چیز غالب آئی، انہوں نے معاملات زندگی کو سمجھ لیا، عقل سیم نے انہیں قنایا اور پھر وہ خدا کے رستے پر گامزن ہو گئے۔ گناہ و ثواب سے صوفی کو اتنی غرض نہیں ہوتی۔ ان کا گناہ خدا سے غیب ہے اور ان کا حضور جس میں ان کا غیب شامل ہو جائے، ان کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہوتا ہے، یہ غیب و حضور کی باتیں غلطیہ نہیں ہیں۔ ان کا کوئی تعلق فلسفہ اور دانش سے نہیں ہے۔ ان کا تعلق طلب سے ہے، خیال سے ہے محبت سے ہے۔ بھلا محبت کرنے والا کب صواب محبت سے جدا ہونے میں راضی ہو جائے گا؟

خواتین و حضرات! صوفیاء کے ہر اقوال سید جویڑ نے quote کیے ہیں وہ اپنے اپنے مقام پر کچھ ایسی جیتوں کی نشان دہی کرتے ہیں جن کی طلب آپ کے لئے لازم ہے۔ ذرا غور کریں کہ ہم گردش و بلا سے کتنے تھکے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں، ہم ہر لمحے اس سے آزاد ہونا

چاہتے ہیں، مگر صوفی یہ کہتا ہے کہ ”جو بھی غم سے دور ہے، اس پر آخرت کا عذاب لازم ہے۔“ کیونکہ یہ طریق خداوند کے خلاف ہے۔ دنیا دار کس جگہ یہاں اس نے آپ کو آزمائش کیلئے بھیجا ہے۔ تین طریقے ہیں خدا کو پانے کے اور تینوں طریقوں میں بلا ہے، تینوں طریقوں میں جو تیسروں نے ان بلاؤں کی فطرت کو واضح کیا ہے، تصوف میں تین بڑی approaches ہیں۔ سید جیوہر میں وہ تینوں approaches مکمل موجود ہیں۔ آق کل کے بہت سے school of thoughts دینی تعلیم کو دینی تعلیم سے جدا کرتے ہیں مگر سید جیوہر نے فرمایا کہ ”تمام علم سے ان کی تحصیل بھی کرو اور اتنا ضرور لے لو، جو کہ خدا کی شناخت کیلئے لازم ہے،“ اگر علم نفس کیلئے psychology ہے، علوم حیات کیلئے cosmology ہے، عمرانیات کیلئے anthropology ہے تو یہ علم آپ کہاں سے سیکھو گے؟ کہاں سے ان علم کی معرفت ملے گی؟ بڑا احسان کیا مغرب نے، اگر چہ انہوں نے اپنے آپ پر نہیں کیا، کہ خدا کا رستہ آپ پر آسان کر دیا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ہم لوگ ان کو follow کرنے میں خدا کا رستہ بھول جاتے ہیں۔

اگر تمام نفسیات کٹر نفس سے، بہتر نفس کو لے جاتا ہے تو جہاں نفسیات بلا کی حدود ختم ہوتی ہے وہاں خدا کی شناخت شروع ہوتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ نفسیات جہاں اختتام پذیر ہوتی ہے وہاں آپ نفس کو مرئی اور محترم جانتے ہیں۔ وہاں ایک better self کو recognition دیتے، اُسے دُعا دیا جائے، اُسے ہر صورت میں اپنے لئے محبت دیا جائے، مگر قرآن حکیم میں اللہ نے اس کا قانون بدل دیا، کہ نفس کسی بھی حال میں خدا کا دشمن ہے، خواہ وہ کٹر ہو، خواہ چہرہ بہر ہو، خواہ چہرہ چٹائی ہو، خواہ مہذب ہو۔

وَأَمَّا عَنْ خَافٍ مَقَامِ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (النزعت ۴۰)

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہش سے روکے)

ہم نے ہر حال میں اس کی مخالفت کرنا ہوتی ہے۔ جب علم ظاہرہ سے آپ کے علم نفس کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر لازم ہے کہ کسی صوفی سے، کسی طریق سے رہنمائی حاصل کریں اور اگر کوئی نہ ملے تو پھر لازم ہے کہ کشف التجرب سے وہ طریق ضرور سیکھیں، جو اس آخری درجہ کے درستی دل کو آپ سے دور کر دے اور ہر حال میں آپ کو نفس پر غالب کرے۔

خواتین و حضرات! جیسے آق ہم ملے کرتے ہیں کہ زمانہ خراب ہے، ہم ملے کرتے ہیں کہ

وقت درست نہیں ہے، برائیاں بہت بڑھ گئیں، اخلاقیات بہت کم ہو گئے، تو حضرت جبریلؑ نے زمانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب خرابی خراب ہوں، کم علم ہوں، کم فہم ہوں تو آداب مذہب جاتے رہتے ہیں، جب علم خراب ہوں تو مذہب کا علم جاتا رہتا ہے، معمولات خراب ہو جاتے ہیں، معمولات اور عقلیات کی دنیا بن جاتی ہے اور حلیم جہالت کا شکار ہو جاتی ہے، اور فرمایا کہ جب علم خراب ہو جائے تو زمانہ جاہلیت کے بھی کچھ اخلاق ہوتے ہیں جیسے آئن یورپ میں ہے یورپ میں آئن بھی جہالت ہے۔ technical progress ان کو عالم ثابت نہیں کرتی، وہاں زندگی کے مقاصد کے نشین میں واحد مقصد کا تقنینی نہیں ہو رہا۔ آئن تک میں نے کسی یورپ کے دانش ور اور فلاسفر کو نہیں دیکھا جس نے زندگی کی ترجیح کو سوال بنایا ہو۔ میں حلیم کی بات نہیں کرتا، جو کہ بہت بعد کی بات ہے مگر کسی مذہبی فکر کے فلاسفر نے، دانشور نے مغرب میں خدا کی research کو کبھی موضوع نہیں بنایا اور نہ صرف یہ کہ موضوع نہیں بنایا بلکہ آئن تک کوئی عالم مغرب میں ایسا نہیں گزرا جس نے کچھ سال تحقیق کا رضاء وند کی ہو اور اس کے بعد کہا ہو کہ اللہ نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہم اس کو داد دیتے، اگر کچھ باتیں برسوں کی تحقیق کے بعد کوئی برسوں، کوئی کائنات، کوئی پیکل، کوئی وائن ہیز، کوئی رسل میں سے بنانا کہ میں نے بہت جستجو کی، جس پتہ کو تم مانتے ہو، جس تصور کو تم خدا سمجھتے ہو، وہ دراصل کوئی نہیں ہے، تو ان کی رائے معتبر ہو سکتی تھی مگر ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ یورپ کے کسی دانشور نے نہ کبھی خدا کی تلاش کی، نہ اس حقیقت کو ناپہ کی کبھی چاہا۔ انہوں نے اسے از خود ایک rejected اور قصوراتی subject قرار دیا، اور اس داخلی کیفیت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔

نیوٹن جیسے معمولی سے مغربی مفکر نے بارہ سال کشش ثقل کے اصول کی دریافت میں صرف کیے۔ Flemming کی پٹلسین کی دریافت میں بارہ سال تک گئے مگر ایسا تو کوئی مفکر ادھر نہیں گزرا جس نے بارہ سال ہر کام چھوڑ کر صرف خدا کی تلاش کی ہو، اپنی ترجیح اول کو سنوارنے کی کوشش کی ہو اور پھر میں کہا ہو کہ دیکھو اے لوگو! تم غلط تھے اللہ کوئی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً وہ خدا کو پا لیتا۔

ثواتین حضرات! حضور ﷺ کا ارشاد quote کرتے ہوئے سید جعفر نے فرمایا کہ ”بے علم عبادت گزار ایک مدھے کی طرح ہے جسے آنے کی جگہ سے لاندھا جاتا ہے اور وہاں سے گھماتا ہے“ اس کو کچھ پتہ نہیں، اس کا ذہن تجسس نہیں، اسے ایک routine عمل کر لیا

ہا ہے۔ یہی حال تمام مسلمانوں کا ہے کہ

میراث میں آئی جہاں میں مسیہ اسلام

ان کو خاندانوں سے اپنے بزرگوں سے اسلام کی نعمت تو مل گئی مگر غور و فکر سے غاری، جیسے پڑھا، دیکھا، اسی طرح عمل کرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ اسلام میں علم کو استعمال کرتے، اگر علم کے ذریعے اسلام کو پاتے اور مجاہدہ ذات میں جاتے، مجاہدہ فکر میں جاتے تو وہ یقیناً اللہ کی تلاش کے مقصود کو پا لیتے اور یہ فکر قرآن حکیم میں بار بار اللہ نے اہل کفر سے کیا ہے کہ اسے اہل کفر! اگر تم غور کرتے تو ایسے دلائل و براہین موجود تھے کہ تم مجھے پا جاتے۔ خواتین و حضرات! اللہ بے انصاف نہیں ہے، جو کہ وہ دہل کفر سے کہتا ہے وہی جگہ وہ آپ سے بھی کہتا ہے کہ میراث میں تو آپ نے اسلام کو پا لیا ہے مگر اس کو مجھے کی کوئی حد و جہد نہیں کی، اس پر غور و فکر کرنے کی اور اللہ کو جاننے کی کوئی کوشش آپ نے نہیں کی۔ یہ یاد رکھئے کہ خدا ہر شخص کا نصیب ہے، اگر آپ اسے پانے کی کوشش نہیں کر رہے تو آپ بے نصیب ہو۔ اللہ نے ہر سطح پر، ہر مقام پر، ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ ترین مفکر تک اپنی approaches کے رستے کھول رکھے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے شعوری فضیلتیں عطا کرنے کے بعد خدا ہو وہ کسی درجے کی بھی ہوں، وہ اپنی ذات کو ان سے حجاب میں ڈال دے۔ وہ ہر آدمی کو اس کی قدر کے مطابق جواب دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قبر کا سوال بے معنی ہوتا اور انصافی ہوتی کہ اللہ جنت اور دوزخ کے criteria میں لے جا کر جسے آپ قبر کہتے ہو، وہاں وہ ہر فرد سے پوچھتا: مَنْ دُئِکَ، اُن پڑھ سے کیوں پوچھتا؟ بے علم سے کیوں پوچھتا؟ اگر یہ سوال اس نے ہر ایک سے پوچھتا ہے تو وہی صورتیں واجب ہیں، یا وہ بے انصاف ہے یا کم از کم اس سوال کا جواب دینے کی استطاعت اس نے ہر فرد و بشر میں رکھی ہے۔ ہر فرد و بشر میں یہ استطاعت موجود ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے ”مَنْ دُئِکَ“ تو وہ کہہ سکتا ہے:

لا اله الا الله محمد رسول الله

اسی لئے حدیث میں آیا ہے

الفضل الذکر لا اله الا الله

اگر آپ اس نکلے کا در زمین پر کرو گے تو آسمان پر بھی ہو گا تو پھر یقیناً قبر آپ کو کچھ نہیں کہے گی۔ آپ کو صرف repeat ہی کرنا ہو گا اور یہ وہ نقطہ خاتمہ ہے جو ایک کفر و ترین بندے سے لے

کراہی ترین بندے تک کے لئے یکساں ہے۔

حضرت علی بن ہند امیر فی نے ایک دفعہ کہا

قیامت تک لوگ یہی کہتے رہیں گے کہ بائے دل!۔۔۔ بائے دل۔۔۔ محمد تمہیں گزر گئیں، میں نے کوئی ایسا شخص نہ دیکھا جو یہ بتا دے کہ بدل ہوا کیا ہے؟ یہ لوگ کس کو بائے دل کہتے ہیں۔

یہ تو کسی anatomy کے specialist کی کوہِ طوم ہو گا کہ دل تو چار حصوں Atria اور Ventricles پر مشتمل ہے اس کے علاوہ آپ ہر بات اور خسرے میں جو ذکر دل کرتے ہیں اس کے بارے میں علی بن ہند فرماتے ہیں کہ مد تمہیں گزر گئیں، کسی کو آج تک یہ پتہ نہیں چلا سکا اور نہ کبھی کسی نے بتایا کہ دل کیا ہے۔۔۔؟

ذہن کا ایک یول ہے، اس یول سے کوئی بات اسی کے مطابق نکلتی ہے۔ اگر آپ صوفیاء کے صرف اقوال سن لیں تو وہ آپ کو عجیب نظر آتے ہیں کیونکہ ان کا level سارے زمانے سے زیادہ ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے پی ایچ ڈی کے حوالے سے علم نہیں پرکھا جاسکتا۔ جو لوگ غوری بعد اظہار حقیقت پر کر رہے ہوتے ہیں، جو لوگ خدا کی بتاؤں میں زندگی عزم کر رہے ہوتے ہیں ان کو جس عمارت سے غرض ہوتی ہے وہ ہر مال دنیوی عمارتوں سے دنیوی قمر سے، دنیوی تعلیمات سے کچھ اوپر اٹھ کر ان مقامات کو تلاش کر رہے ہوتے ہیں تو لامحالہ قرآن حکیم میں بھی اللہ نے کہا کہ

” اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ “ (فاطر ۲۸)

بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اس کے عالم ہی ڈرتے ہیں۔

اولیائی نہت قیاسی (حدیث قدسی)

(میرے لوگ میرے لہادے کے تھے ہیں۔)

اور اللہ کے لہادے کے تھے ہونے والا دوسرے بہت سے لوگوں سے بہتر ہونا چاہیے۔ اگر ایک چھوٹی سی civil service بڑے بڑے امتحانات میں سے گزرا کر DC، AC، ASP بناتی ہے تو اللہ کے civil services کے لوگوں کا معیار تو کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ گلی کوچے میں رال بکتے ہوئے ہنڈیوں کو ڈھونڈتے ہیں، کم از کم کشف انجیب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ معیار اللہ کے نہیں ہیں۔ سید ججوہر نے شیخ عبد بنعماد کو

quote کیا کہ کسی نے پوچھا ”سکر تو بڑی شے ہے۔ یہ خدا میں خدا کا کام ہے۔“ شیخ جنیدؒ نے فرمایا ”سکر تو بچوں کا کھیل ہے۔“ یعنی غور و فکر کرنا، برکیت کو مضحکہ اور مقامات علم و عمل کو طے کرنے کا کام تصوف ہے۔

شیخ آپ کو یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ کسی لذت و خیال سے نکلنے کے دو طریقے ہیں جیسے آپ اپنے گھر کی بازو کو اوجھ نہیں ہونے دیتے، جب وہ بے ترتیب ہو جائے تو اسے قہجی سے کاٹ دیتے ہیں۔ بروہی جولدہ میں اتنی آگے بڑھ جائے کہ تصور خدا میں مائل ہو جائے اسے کاٹ دو، چاہے وہ لذت و ادب ہو، چاہے لذت و ظلم ہو، چاہے وہ بہت ذات ہو، چاہے وہ محبت والہ بن ہو اگر آپ کا مقصد اللہ اور اس کی شناخت ہے تو نفس کی اشتہا کو اور تمام معاملات ذات کو جوتا گمے بڑھ کر آپ کو کسی بھی قسم کے ملذذ میں ڈال سکتے ہیں، ان کو کاٹ دو، اس قطع و برید کے بغیر آپ تصوف کی دنیا میں داخل نہیں ہو سکتے۔ تمام تر تصوف out growth ہے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام تک گزرنے کا کام ہے حتیٰ کہ آپ رضائے الہیہ کے مقام تک پہنچ جائیں۔ سن رکھئے! کہ اللہ کے حضور سے اپنے طلب گاروں کو جو سب سے بڑا مقام دیا گیا ہے وہ مقام رضا ہے اللہ کی طرف سے کہا گیا کہ ہم آپ سے راضی ہوئے، اصحاب رسول ﷺ سے کہا گیا کہ ہم آپ سے راضی ہوئے۔۔۔ تمام خدا و بچا اور حق و وحدت سے گزرنے کے بعد اگر ایک جملہ مبارک اُس صاحب کائنات کی زبانِ مبارک سے نکل جائے کہ اے بندے، میں تجھ سے راضی ہوا تو آپ نے بقایا خدا پائی، جمع پائی، وحدت پائی، توحید پائی، رسالت کے مطالب پائیسے، بہت خداوند پائی اور محبت رسول ﷺ پائی۔

تصوف بہت سے لوگوں کے نزدیک دنیاوی پر مشتمل ہے مگر ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ دعوتی کرنے والا چاہے آسمان سے اتر آئے، کبھی صوفی نہیں ہو سکتا، جو اپنے درجہ اوصاف میں آپ کو کامل کرنے کی کوشش کر رہا ہو وہ صوفی نہیں ہے۔ دعوتی تو بہت دور کی بات ہے، صوفی وعدہ بھی نہیں کر سکتا، جس کو اللہ کا پتہ ہے، جو خداوند کریم کو اچھی طرح جانتا ہے اسکو اچھی طرح ”علوم ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ وعدہ پورا کرنے والی ذات اللہ کی ہے اور دعوے کو سرکشی اور تمرد سمجھا جاتا ہے۔ آج بھی اگر آپ کو کسی صوفی اور غیر صوفی میں فرق کا مشکل لگتا ہو تو ان دونوں چیزوں کو معیار بنا کر آپ یقیناً اس جگہ حقیقت تک پہنچ جائیں گے کیونکہ دعوتی کسی مرد خدا کو ذریعہ نہیں دیتا۔ یہ ادھار کا سودا ہے۔ زندگی ادھار ہے، اکتساب ادھار ہے،

آخرت اُدھار ہے، موت اُدھار ہے، بیوی اُدھار ہے، بچے اُدھار ہیں، خاوند اُدھار ہیں، رشتے
ماٹے اُدھار ہیں، مڑتا اُدھار ہے:

" اَللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تَوَتَّى الْمُلْكِ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِنْ تَشَاءُ وَ
تُعْزِزُ مِنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مِنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَبِيرُ " (العمران 26:3)

(اے اللہ! مالک تمام ملکوں کے! تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور جین لیتا ہے ملک جس
سے چاہتا ہے اور مڑت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ
میں ہے ساری بھلائی)

کیا اُدھار کے سونے پر کوئی باز کر سکتا ہے؟ کیا اسے کوئی اپنا کہہ سکتا ہے؟ کیا اس کی شکست کے
لیے کافی نہیں کہ آپ بچے وہ گنہگار کی ملکیت سمجھو اور ان کی ملکیت اپنی طرف منسوب نہ کرو، کیا
اس سے زیادہ کوئی بات آپ کو عقلی طور پر تسکین دے سکتی ہے؟۔ یہ میری۔۔ وہ میری۔۔ آپ کا تو
کچھ بھی نہیں ہے۔۔

" وَبَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهِوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ ذَلِكُ
مَنَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا " (العمران 130:3)

(آرام کی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت یعنی عورتیں، بچے، جمع کئے ہوئے بھڑانے، سونا
چاندی، مٹکان، زونگھوڑے اور چوپائے اور مٹھتی۔ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے)
یعنی یہ گلیاں تار حیات ہے یہ تو میں نے تمہیں زمین پر گزراؤ کا تے پہنے دی ہے۔ ورنہ اللہ کے
پاس تو اس سے کہیں بہتر ہے جو اس امتحان گاہ سے گزرنے کے بعد آپ کو ملے گا۔

خواتین و حضرات! تصوف میں صرف تین approaches ہیں، تین سے باہر
کوئی approach نہیں۔ تینوں کا ذکر قرآن ہی سے ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور خارجی قوت
نے کسی صوفی کو کوئی سبق نہیں دیا۔ پہلی approach بڑی سادہ ہے۔ اللہ نے کہا کہ اے
صاحبِ بلا میں ہر صورت میں تجھے آزماؤں گا، اے بندہ خدا میں نے تجھے آرام پہنچانے دیا میں
نہیں بھیجا، میں نے تجھے بلا پہنچایا ہے۔ میرے کچھ heads ہیں۔ ان heads کے تحت
ہر فرد بشر کو آزماؤں گا۔ کسی کو حکومت دیکر ذلت دے دوں گا، کسی کو مال دیکر نقصان کروں گا، کسی
کے بچے جین لوں گا، کسی کی ماں جین لوں گا۔

”وَلْيَبْذُلُوا ثَمَنَهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُبُونِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ

وَالْأَعْرَافِ“ (البقرہ 2: 155)

میں ان heads میں سے تمہیں گزروں گا۔ کہا: بِشَيْءٍ یہ تمہارا سا..... پورا نہیں..... پورا تو حسینؑ پر ڈال دیا تھا۔ وہاں دس دنوں میں سارے heads پرے کر دیئے تھے۔ وہ بندہ بھی تو بڑا تھا، باقی لوگوں کو وہ بڑا بندہ نہیں سمجھتا، حسینؑ کو بڑا بندہ سمجھتا تھا، آخری سانس پر استقامت اور مہر کی انتہائی، اس لئے سارے heads پاؤں میں اس پر ڈال دیئے مگر بڑے یاد دہانی؟

”وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (البقرہ 2: 155)

ساتھ ہی خوشخبری بھی سادی کہ اس approach کے بعد جہاں بت قدم نکلا، اس سے نئے انجام بہت بڑا ہے تاکہ بڑا کہ جتنا قریش زمین والے سوچ بھی نہیں سکتے۔

”فَالْتَوَىٰ آدَمُ إِلَهُهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ (البقرہ 2: 156)

اگر ان تمام مصائب کے بعد تم ایک سادہ سا جملہ بول گئے، ایک سادہ سی بات کہہ گئے کہ یہ تمام! اللہ کی طرف سے آئی ہے، تمام نقصان اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور میرے اللہ ہی کو پلٹ جائیں گے تو اسکا صلہ یہ ہے کہ

”أَوَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ“ (البقرہ 8: 157)

ان لوگوں پر میری طرف سے درود و سلام اور میری رحمت اور اگر کوئی پڑھے لکھے اور ذہین سمجھے جائیں گے intellectual سمجھے جائیں گے، تو وہ بھی ہوں گے۔

دوسری approach اس سے بھی کہیں سادہ ہے۔ غلطی ہوئی... غلط ہوئی... غلط

ہو!... اپنی جانوں کو گنوا لیا، تو کہا

”وَبِمَا ظَنَّمَا أَنفُسَنَا وَأَن لَّهُ تَعْمَلُ لَنَا وَتَرْحَمُنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ“ (الاعراف 23: 7)

(اے نبی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم

نقصان والوں میں ہوں گے)

یہ بنی بنی غضب میں بھرا ہوا چلا تو خیال کیا کہ تم تنہا ہونے کی وجہ سے اس کا حساب نہ لیں گے، اس پر آزمائش نہ ڈالیں گے تو ہم نے اسے ظلمات میں گم کیا

”إِذْ كُفِبَتْ مَنَافِعُ النَّاسِ لِيَ إِذْ لَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا لَنَبْذُلَنَّكَ...“

(جب حق میں بھرا ہوا چلا پس گمان کیا کہ ہم اسے پکڑیں گے نہیں۔)

ہم نے اس اندھیروں میں گمراہی، الجھلی کے پیٹ میں گمراہی، امید کی کوئی کرن نہ چھوڑی۔

جس طرح کھد بیدار میں کوئی چیتا چاہتا پھر سنا پا رہا

کوئی دروازہ درپے نہ کھلیں روزن ہے

پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اندھیروں میں سے ہمیں پکارا

”قَالَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ قُلْتُ هُوَ الظُّلُمَاتِ“ (الانبیاء 87:21)

(پھر اس نے پکارا تہہ در تہہ اندھیروں میں سے کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے، پاک ہے تُو، ہے

تُب میں قصور وار ہوں۔)

ٹو پاک ہے تجھ سے تو خطا ہو نہیں سکتی، لیکن میں غلطی سے ہمارا نہیں ہوں، مجھ سے خطا ہو گئی ہے

میں روشنی سے نکل گیا تھا، اندھیروں میں آ گیا تھا۔ خدا نے کہا کہ کیا تُو بصورتِ حیات ہے! کیا

بہترین بات کی میرے بندے نے! کتنی سادگی سے میرا ”عَمَّ اَنْفِیْ اَنْفِیْ“ کیا! اپنا ”عَمَّ اَنْفِیْ“

کیا! مجھ سے معافی سادہ سے طریقے سے مانگی، پھر اللہ نے کہا

”وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ“

کہ میں نے تیرے غم سے نجات دی بلکہ

”كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ“ (الانبیاء ۸۸)

خدا نے یہ سند لکھ دی کہ ہم ہر مومن کو اسی طرح نجات دیں گے، اگر اس نے مجھ کو خدا پانے

ہوئے، خود کو بندہ سمجھتے ہوئے اسی سادگی سے، اسی محبت سے، اقرار و وفا کرتے ہوئے، ”عَمَّ اَنْفِیْ“

کرتے ہوئے اسی طرح دعا مانگی تو ہم اسے معاف کر دیں گے۔

تیسرا وہ کلمہ ہے جو حقد میں اور متاخرین کا ہے صلابت بہت لوگوں کا ہے، جنہوں نے

خدا کیلئے قوت و ارادہ کو ترک کیا، اور انہوں نے زندگی کے تمام امور اللہ کو سونپ دیئے

”وَأَقْبَضَ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ“ (المومن ۴۴)

(اور میں اپنے تمام کام اللہ کو سونپتا ہوں بلا شہرہ و پستے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔)

تیسری approach بڑی سادہ ہے

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ میرے

ساتھ نہ نہیں کر سکتا، میں جانتا ہوں کہ میرا دین میرا سب سے بڑا اعزاز ہے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ میرا سب سے بڑا دوست ہے، کچھ بھی کر لوں اپنے تمام اختیارات اپنے اللہ کو سونپتا ہوں، جس نے کتاب میں لکھ دیا ہے:

”وَكُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ“ (الانعام 12)

خواتین و حضرات! اگرچہ یہ تمام اسباق میں دستہ بستہ سید جیو کے ذکر کے ساتھ mention نہیں کر سکا مگر وہ ایسا مرشد ہے کہ اگر تمام حکیم، تمام علم ایک طرف چھوڑ دیا جائے اور صرف اور صرف سید جیو کے analytical processes کو دیکھا جائے تو سب سے بڑا problem اپنی کم عقلی بنتی ہے، اسلئے بہت سے لوگ کھف کجب پڑھ کر نیا دہ جاب علم میں کھو جاتے ہیں۔

شیخ عربی نے بھی کہا تھا کہ علم جاب اکبر ہے، اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ کم علمی، Lack of understanding and personal wishful thinking of changing the meaning of text, become our major problems. کیونکہ شیخ جیو کی کئی سوئی باتیں خلاف نفس ہیں اور چونکہ اللہ کو چاہتا خلاف نفس ہے، اس لئے ہر حال میں جب ہم استادانِ مکرم کی باتیں سنتے ہیں تو ان کی تاویل میں گھٹائشیں نکالتے ہیں مگر کم از کم سید علی جیو کے analytical process کے بعد ایسا کوئی امکان موجود نہیں ہے۔

سوال: مسلمانوں کے زوال کی کیا وجوہات ہیں؟

جواب: مسلمانوں کے سارے زوال کا باعث صرف ایک ہے قرآن میں اللہ نے فرمایا

”وَإِنْ عُدْتُمْ عَدُوًّا“ (بنی اسرائیل 17 8)

(تم اپنی آپس میں لڑائی لڑو گے۔ تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔)

اگر ہماری ترجیحات بدل جائیں جیسے صلیب رسول ﷺ ہے کہ زمانہء آخر میں جو عساکر کو نذر ہوگا، تو اصحاب رسول ﷺ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا مسلمان اس وقت تعداد میں بہت کم ہو گئے؟ فرمایا کہ نہیں مروج کی طرح ہوں گے، اصحاب چونکہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے نعلے پائے تھے تو وہ تھکے ہوئے اور پوچھا کہ کیا وہ بھگتی؟ کہا کہ ان پر دنیا کی ہوس غالب ہو گئی۔

مسلمان کے ایمان کا سب سے بڑا problem یہ ہے کہ مسلمان کو جس priority کے تحت جیتا ہوتا ہے، اُس کا احساس مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلام ایک طرزِ جہاد ہے، ایک literal confession ہے، جس کے بعد آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ All religion is the movement from literal to the practical اور جب ہم نقلی اعتبار سے عملی اعتبار کو بڑھتے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ Pakistani muslims are one of the most corrupt people. بلکہ ہمیں فخر حاصل ہے کہ کبھی ہمیں پر بلا ہر نصیب ہوتا ہے، کبھی دوسرا نصیب ہوتا ہے اور دہلی پورپ کے جو بہت سے قصیدے پڑھے جاتے ہیں تو انہوں نے اپنے systems کو survival پر مرتب کیا ہے کسی خدائی خوف پر مرتب نہیں کیا لیکن جب مسلمان خوفِ خدا سے نکل جاتے، تو وہ ہر چیز کے خوف سے نکل جاتا ہے اس کے بعد ہمارے پاس کوئی centre of accountability نہیں رہ جاتا، ہم ہر جگہ مسافر ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا پھیلاؤ، ان کا آ جانا، ان کا مختلف جگہوں پر جانا، اگر آپ غور سے دیکھو تو ایسے ہی ہے جیسے طارق بن زیاد نے کہا تھا کہ ہر زمین اللہ کی زمین ہے اس لئے ہماری مملکت ہے اس سلسلے میں ہم بہت دور آ گئے

چہ آن مرنے ک درمحرانے ہر شام
کشاہد پر نظر آشیانہ

اس پرندہ کی طرح جو کھوٹلے سے بہت دور آ گیا ہو مگر ہم کھوٹلے کو چلتا چاہیں تو اس میں نافیٹ ہے، اخلاق ہے، طاقت ہے، قوت ہے۔ جب تک ہم اپنی Priorities کو مرتب نہیں کرتے، انہیں change نہیں کرتے، ہمارے حالات بدل نہیں سکتے۔ یہی کشفِ انجوب سکھاتی ہے اور یہی سید جیو کا یہ کترین شاگرد آپ کو سکھا رہا ہے غور کرنا چاہیے کہ ہماری accountabilities کا centre کیا ہے؟ وقت ہے، حکومت ہے، معاشرت ہے، قانون ہے کہ اللہ ہے۔ جس نے اللہ کو اپنی accountabilities کا centre بنایا، خدا اس کے دل سے خوف و وزن کو دور کر دیتا ہے، کراماتِ الہیہ سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہم کراماتِ ڈھونڈتے ہیں مگر بلیب کرامات سے آشنا نہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے مذہب کی اور جب آپ اللہ کی طرف پلٹے آؤ گے تو وہ بھی پلٹے آئے گا اور خدا کو نہ فوجیں چاہئیں، نہ میزائل چاہئیں، نہ چھوٹے ہزار کی آرمی چاہئے اس نے تو ایک موٹی کے ذریعے فراعنہ مصر

کی اتنی بڑی سلطنت کو پلٹ دیا تھا اور جب موسیٰ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! اس قوم مالئین کے مقابلے میں میں تنہا ہوں تو کہا ”کیا تجھے مجھ پر شبہ ہو کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔“

اگر اللہ تبارے ساتھ نہیں ہے تو سوچنا پڑے گا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور خدا کہتا ہے

”وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا“ (ال عمران 139.3)

غم نہ کرنا اور میرے بارے میں سستی نہ کرنا، مجھے میرے مقام سے گرا کر تم عزت حاصل نہیں کر سکتے، غم و ہلاکت بہت آئیں گے۔ یہ تمارا طریقہ ہے

”لَا تَهْلِكُنِي لِغَلَبَةِ الْفُلْ“ (یونس ۶۴)

(اللہ کا حکم نہیں بدلتا۔)

جب آپ ان طریقوں سے نکل جاؤ گے۔

”وَأَنْتُمْ أَلا تَعْلَمُونَ أَنِّي كُنْتُ مُؤْمِنًا“

(تو تبارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان والے ہو۔) اگر ہم غالب نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایمان والے نہیں ہیں۔

سوال: How can we judge our set of priorities?

Being a small judge کو priorities نہیں کرنا پڑتا۔ اس میں دو تین طریقے ہیں۔ Being a small teacher میں وہی طریقہ آپ کو بتاتا ہوں جس میں ایک تبار، اکیلے آدمی نے جدوجہد کی، قدر کی شناخت کی۔ یہ بھی میرا دعویٰ نہیں ہے جیسے میں نے کہا کہ کہاں تک میں نے اُسے سوچا، سمجھا، پایا، جتنی مجھے توفیق ہوئی اتنا مجھے میسر ہوا، مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ mentally decide کر لیں تو اس کا دوسرا قدم اس priority کو maintain کرنا ہے۔ بہت سے لوگ حقوق العبادی کو ترجیح سمجھتے ہیں مگر بڑی خوبصورت بات کسی نے حضرت سعید بن مسیب سے پوچھی اور کہا کہ کیا ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں اور کیا ایسا حلال ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں فرمایا کہ اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں۔ اگر آپ اللہ کو چاہے ہو اور اسکی priority کو maintain کرنا چاہے ہو، صبح کھاتے ہو، شام کھاتے ہو، پانی پیتے ہو، تمام تعلقات قائم ہیں تو کم از کم اللہ کو یہ تو کہہ دو کہ

گوئیں رہا نہیں نے تم بائے رجز کار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس خیال کی غفلت کو کم از کم minimum bases پر دو رکعت نماز وری ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کردہ حدیث ہے: پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے اچھا کام کون سا لگتا تھا۔ فرمایا ”تھوڑا مگر متواتر“۔ تو آپ کم از کم خدا کی یاد کو اس کے ذکر کو اپنی زندگی میں اس طرح شامل کر لیجیے کہ وہ کبھی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے۔ جب ہاتھ سے جائے گا، جب آپ اللہ کو یاد کرتے ہوئے اسے بھول گئے، تو حذافہ و رپوچھے کا کہ آج کون سا کام تمہیں مجھ سے زیادہ important لگا کہ آج تم میرا ذکر بھول گئے اور خواتین و حضرات یہ ذکر وہ عمل نہیں ہیں جو ہم خیر کے کرتے ہیں، وہ ہمارے صدقات ہیں۔ پروردگار عالم نے تمام چیزوں کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔ ایک voluntary ذکر ہے جو ہم شوق سے کرتے ہیں۔ یہ خدا کے ساتھ Personal relationship ہے۔ نماز اور رجز و اجتماعی relationships ہیں، یہ اللہ اور عباد کا نون کی بندش کے relationships ہیں۔ نماز پہلے وضو ہے، کھڑا ہونا پڑنا ہے، مصلے بچھنا پڑنا ہے اور اس کو اللہ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا

”قُلْ مَا أَوْحَى إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ“

کہ کتاب کی تلاوت کرو، اور مروا جس سے آگاہی پاؤ، دیکھو کہ کیا میں نے جائز سمجھا اور ناجائز سمجھا اور پھر فرمایا

”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ“

نماز قائم کرو کیونکہ نماز کا قائم کرنا اس کا فائدہ اور عبادتوں میں سادہ سادہ ہے، اس سے کوئی بری لاشہ نہیں ہے سوائے پاگل، مبالغہ اور مجنون کے اور سوا یہاں جس پر اللہ کا قلم حرکت نہیں کرتا، نماز کسی کا کوئی مسئلہ نہیں، نہ ہی یہ نزاع کا مسئلہ ہے۔ مگر تیسری بات بہت اہم ہے

”وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ“ (العنکبوت 45:29)

(اور اللہ کی یاد بہت بڑی بات ہے۔)

یہ Personal relationship ہے۔ Personal relationship میں اللہ نے فرمایا کہ کوئی قید نہیں ہے

” فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَاقْعُدُوا عَلَى جُنُوبِكُمْ “ (النساء 103 4)

کھڑے، بیٹھے، کھڑوتوں کے بل پیسے پاہو یا دکر دکر اک خیال سے کرو

” فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ “ (البقرہ 2 200 2)

ایسے پیسے محبت سے اپنے ماں باپ کو یاد کرتے ہو۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے خوف سے یاد کرو۔
اللہ نے کہا کہ مجھے محبت سے یاد کرو۔

” اَوْ اَشْكُرْ “ (البقرہ 2 200 2)

(ذرا زیادہ یاد کرو)

مجھے اپنے نعمتات سے، ماں باپ سے، یہی بچوں سے، بھی ذرا زیادہ یاد کرو، تاکہ مجھے پڑ پٹے
کے تم پر ایک سے زیادہ مجھ سے انس رکھتے ہو، مجھ سے پیار کرتے ہو۔

” لَنْ تَقَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ “ (آل عمران 92.3)

اے بندگانِ خدا! اسے سب سے عزیز ترین رسول کے معنی! مجھے تم سے برا انس ہے مگر ایک بات
یاد رکھنا کہ تم مجھے پا نہیں سکتے، جب تک کہ اپنی تمام محبتوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرو۔ اللہ
تعالیٰ آپ سب کو ذکر و انکار کی توفیق دے۔ اتنا یاد رکھنے کو لوگ معافی میں بہت غلطی پیدا
کرتے ہیں، اہل علم نے اور اہل کتاب نے اس میں بڑا غلطی کر دیا ہے۔ ہمارے اعمال کسی سے کم
نہیں ہیں، نہ ان میں کوئی کمی کو کم کر رہا ہے مگر مقاصد تمام اعمال کے ایک ہی ہیں قرآن پر مبنی
کیوں پڑھو؟ کیونکہ اللہ کی یاد ہے

” نَعْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ “ (الحج 9:15)

نماز پڑھو کیوں پڑھو؟ کیونکہ یہ میری یاد دہانی ہے

” اَقِمِ الصَّلَاةَ لَذِكْرِي “ (طہ ۱۴)

وہاں زبردستی کیا دے اور یہ یاد voluntary محبت اور غلوس کی یاد ہے۔

سوال: کشف الخجوب میں ہے کہ ایسی حدیث، جس پر عمل کرنا فسق و فجور میں مبتلا کروے تو اس کا
ترک کرنا اس کے اختیار کرنے سے بہتر ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: سید جوہرؒ نے یہ بات لکھی ہے اور اس کے مطالب میں دل سے ایک advice
ہے۔ قرآن میں حضرت یحییٰؑ کے دور میں قلمی یہودیوں کے خوالے سے کھسکا ہے کہ قلمی
یہودی اس قدر متقی اور پرہیزگار بنے تھے اور مذہب پر اتنے سخت تھے کہ ان کی عبادات سے دل

اخلاص شرماتے تھے قرآن میں اللہ فرماتا ہے

” فَلَا تُؤْخَذُوا بِذُنُوبِكُمْ خَلَلًا لِّقَوْلِي حَقًّا “ (العجم 32)

(مت کو اپنے آپ کو تپتی اور پرہیز گارہ میں چانتا ہوں تم کتنے پرہیز گارہ ہو۔)

جب حضرت یحییٰ نے ان کا یہ تقویٰ اور طہارتیں دیکھیں، سو دیکھا، اکی حرام کاری دیکھی مال غصب کی اور نکس لیا دیکھا اور جب وہ طوائف کو پتھر مارنے لگے تو حضرت یحییٰ نے بھی ان سے کہا کہ ظاہر عبادات میں تم لوگ جتنے بھی بڑے ہو مگر اس طوائف کو پتلا پتھر و مارتے جس نے خود اس حرکت کا رشتہ نہ کیا ہو اور اتنا یاد رکھو

” وَأَنبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَلْعَضُونَ فِي أَيُّومٍ تَكْفُمُ “ (آل عمران ۴۹)

(میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ تم ضرور میں کیا کھاتے، کیا پیچے اور کیا چھپاتے ہو اور تم نے کیا دُشہ کر کے رکھا ہے۔)

حضرت یحییٰ کے اس قول کو کسی نے چیلنج نہ کیا اور وہ یحییٰ بنی، یہودی ملا، سارے کے سارے نائب ہو گئے اور انہوں نے حضرت یحییٰ سے مستحق دشمنی پال لی۔ تو حضرت ابراہیم گرامی ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم اخلاص کو شکر و ثناء رکھیں، اسے ہاتھ سے جیدانہ ہونے دیں، اور خداوند کریم سے یہودی فلسطینیوں کی طرح محبت نہ کریں، بلکہ اللہ کے بندوں کی ایک واحد value ایسی ہے جس پر شیطان کا کوئی بس نہیں چلا اور وہ اخلاص ہے۔ جب اس نے کہا کہ اسے میرے خدا مجھے مہلت دے کہ میں تیرے بندوں کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا، آگے پیچھے سے، اوپر تلے سے آؤں گا اور ان کو شکر و گمراہ کروں گا تو اللہ نے کہا کہ تو ضرور کرے گا اور سب کا حصہ تیرے ساتھ کھائے مگر ایک قسم کے بندوں پر تو کبھی کاچہ نہ پاسکے گا

” إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (صفت 40:37)

(سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔)

اللہ کے اخلاص کے ساتھ ہم عبادت گزار اور مومن بننے ہوتی ہیں اور اس کے بغیر تمام تر دنیا و نفاق ہے۔ سوال: اگر اللہ رب العالمین اپنے کسی گناہ گار بندے پر اپنا فضل و کرم کر دے اور اسے رشد و ہدایت عطا کرے تو کیا وہ بندہ اللہ کی اس مہربانی کو چھپا کر رکھے یا اللہ کی اس بڑائی اور فضل کو بیان کرے۔ اپنی کسی خوبی، قابلیت یا صلاحیت کے اظہار کیلئے اللہ کا فضل کسی کے سامنے بیان کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ نے کسی کو کوئی اہلیت اور کوئی مقام عزت بخشا ہے تو وہ اسے کیوں ظاہر کرے؟ جیسے اللہ نے اپنے ولی چمپا کر رکھے ہیں، اسی طرح ولیا، نے اپنا اللہ چمپا کر رکھا ہے۔ یہ اخلاقیات کے لئے ہے کہ قہراء کے بہت سے درجات ہیں، جیسے مجدد ہیں، انکو تہذیب دین سونپا جاتا ہے جیسے غلبہ دہلیا، ہیں، جنہیں شیاد اور اساء سوچنی جاتی ہیں۔ کسی نے خود پھر ملے سے ایک سوال پوچھا تھا کہ یہ جگر آن میں آیا ہے

”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون“ (بقرہ 2: 162)

(تم تمہارا ذکر کرو، ہم تمہارا ذکر کریں گے اور میں مانتے جاؤں اور تمہارا انکار نہ کرو۔)

تو خدا کیسے کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ اہل اللہ کے درباروں پر کیسی رفعتیں ہوتی ہیں۔ من و شام قرآن پڑھے جاتے ہیں۔ تسبیحات ہوتی ہیں، دعا میں مانگی جاتی ہیں۔ یہ صاحب یکیز و تسکین ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کی یاد ہے، حضرات گرامی مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی ولی کیوں اپنے آپ کو ظاہر کرے گا۔ جسے اللہ نے خلق میں عزت دینی ہے اور اپنا خاص بندہ مقرر کرنا ہے اسے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ خلق جس کی تعظیم کرتی ہے وہ اللہ کے فضل سے کرتی ہے حقوق جس سے رجوع کرتی ہے، وہ اللہ کے فضل سے کرتی ہے اور یہ حدیث قائم و دائم ہے کہ ”مدح خلق کو خدا کا انعام سمجھو“۔ جسے یہ انعام ملا ہو، اسے اسکا شہرہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال۔ آپ نے کچھ کے شروع میں فرمایا تھا کہ اللہ کا ایک معیار ہے اور وہ آپ کے معیار تک نہیں آئے گا پھر آپ نے فرمایا کہ آپ کی capacity کے مطابق چاہے عالم ہو چاہے جاہل سوال ہو گا کہ تمہارا رب کون ہے؟

جواب۔ خدا آپ کے معیار پر نہیں آئے گا، اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ اپنی طور پر خدا کی وہ حیثیت مجروح نہ کریں جو اسی کی ہے How would it be when Prime Minister sits on his peon's chair یہ تقریباً تو ہو سکتا ہے مگر کیا seriously کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ صدر مملکت آتے ہوئے خود چڑھ کر کسی پر بیٹھ جائے اور چڑھ کر کسی پر بیٹھ جائے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ خلاق نام کو، عالم الغیب و الباطن کو اور کائناتوں کے خالق کو اس سے Lowest position پر adjust کرو۔ یا جتنا ذی غلطی نہیں ہے، فاش ترین غلطی اور احمق ترین قدم ہے جو ہم اللہ کی غلطی سمجھتے ہیں۔ آپ کم از کم mentally بالکل

clear اور واضح ہو جاؤ کہ اللہ ترجیح اول ہے۔ اس کائنات میں اس کی حیثیت کے مطابق اسکو treat کرنا ہے اس کی بندگی کا اعلان کرتے ہوئے، اس سے بڑی کوئی چیز نہیں سمجھی تو مجھے یقین ہے کہ انشا اللہ تعالیٰ المعزیز اگر آپ نہ بنا یہ غلطی دور کر لو گے تو پھر باقی سوال کے بھی اہل ہو جاؤ گے۔

سوال: اللہ نے انسان کو ظالم بنا دیا کہا جس کی تشریح کریں؟

جواب: ظالم اور جاہل کی تعریف تو آپ نے بہت پڑھی ہیں مگر میرے نزدیک ایک بڑی simple definition ہے۔

”إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ“ (الاحزاب 72:33)

کہ جب اتنی بڑی امانت علم و فکر انسانوں کو دی جارہی تھی تو اس سے پہلے باقی مخلوقات کو بھی پیش کی گئی۔ مگر انکو بھی دئی گئی۔ بتایا گیا کہ میں یہ تم لے لو، مگر اس کے عوض مذاہب جنہم بھی دکھا دیا گیا کہ یہ بھی مل سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں وہاں اور یہاں وہاں کی مخلوقات کو آسمانوں اور آسمانوں کی مخلوقات کو تمام کائنات کی مخلوقات کو یہ دولت علم پیش کی گئی مگر nsk کسی نے نہ لیا۔ جنہم سب نے دیکھا اور سنا ہوا تھا۔ وہ حضرت کے مقام پر تھے، خطرے کے مقام پر جانا نہیں چاہتے تھے۔ انسان کو جب اللہ نے یہ امانت بخشی تو اس نے یہ سوچا کہ یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ بھلا اللہ کو بچھونا بھی کوئی مشکل کام ہے یا کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم زمانے میں اللہ کو جی جانے سے انکار کر دیں۔ اللہ کے حضور میں یہ بندہ کسی بھی صورت میں اس قابل نہیں تھا کہ ایک مناسب فیصلہ کرے مگر عزت بہت بڑی مل رہی تھی، شرف تحقیق مل رہا تھا، اعلیٰ ترین اوصاف و صفات مل رہے تھے، مملکت خداوند کی خلافت مل رہی تھی، اس لئے لپکے اور اٹھ اٹھایا۔

ظالم اور جاہل کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے job کو underestimate کیا اور اپنے آپ over-estimate کر گیا۔ یہ خطاب بھی انسانوں میں موجود ہے۔ چہ ارب انسانوں میں سے پانچ ارب خدا سے بالکل غیر منسلک ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھو کہ وہ دھرم کہاں گیا؟ اگر ان کو بھی تکلیفیں ادب ہوتی، ان کو بھی سعادت و ملیہ سے سرفراز کیا جاتا، بڑے سے پوچھا جاتا، کانٹ سے، نیشے اور نیشے سے پوچھا جاتا، برگساں سے پوچھا جاتا کہ بھلا اسے دانش و دیں، وجود کہاں آیا۔؟ تو آپ دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ نے غلطی Jugement دی ہے کہ۔ ”إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَاهِلًا“ He has not been able to

come upto the task. آپ کو ایک آدھا انسان جو وقت اور رقم رکھتا ہے، اس کی حیثیت سے نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی دیکھتا ہے، جو ملین انسانوں کے reference سے دیکھتا ہے کہ سارے ملین لوگ خدا سے نائل ہیں، جو قوموں سے بہت خدا سے آگاہ ہیں وہ اس کا نام ضرور جانتے ہیں، مگر حقیقت میں ان کا خدا کون ہے، یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔

سوال: آپ لوگوں کو بتاتا ہے کہ اس کی کیا حیثیت ہے؟
جواب: لوگ عموماً یہ جانتا ہے کہ خدا کے رستے پر آنا کیسے کریں؟ محبت کے سوا کوئی شریعت کریں؟ حضرت سکرانی! محبت کا صرف ایک امتحان ہے، وصال محبت کا امتحان نہیں ہوتا۔ تو نبی و ائمہ ہنوز شوقی میر دوزے وصل

وصل میں تو محبت رہتی ہی نہیں، تعلق اور possession رہ جاتی ہے۔ فراق میں محبت ہوتی ہے اور فراق میں یہ چتا ہے کہ کون کسے کتنا چاہتا ہے۔ اگر آپ کو جانتا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو ذرا اکیلے ہو جاؤ، جو آجکدن رات ستائے گا، ہر گھڑی صبح و شام یاد آئے گا، جو دیکھتا ہی نہیں ہے کہ بندہ کہاں ہے، بازار میں ہے، گلی کوچے میں ہے، چھت پر ہے جو ہر جگہ اس کی طرح یاد آئے گا اسی سے محبت ہوئی۔ اس لئے جب آپ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر جگہ کرتے ہیں، ہر مقام پر کرتے ہیں، تو جو ball اللہ نے ہماری کورٹ میں بھیجی ہے، ہم نے اٹھا کر اس کی کورٹ میں پھینک دی۔ ہم اس سے کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیری پاہت میں دریغ نہیں کیا، آج کھانا نہیں کھا، تسبیح کی ہے۔ آج بڑا ضروری کام تھا نہیں کر سکا، تسبیح کی ہے۔۔۔ تیری پاؤں کو ہم بھی نہیں بھولے۔۔۔ اور میرا خیال کہتا ہے کہ مجھے صبر و رسول ﷺ ہے کہ

”اللہ کے حق یہ ہیں کہ اے خدائے ”وعدہ لا شریک لہ“ کی طرح ملا جائے اور اس کے بدلے میں بندے کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اے خدا اب نہ دے“ اور جو اے صبح و شام یاد کرتا ہے اے یا خدائے زندہ اور یا مہر طہ آفرین۔۔۔؟

رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”میری امت کے پاس بڑا لوگ بھیر حساب و کتاب جہت میں داخل کئے جائیں گے۔“ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون؟ کہا: جو نال نہیں لیں گے، جو گمان نہیں کریں گے اور جو اندازے نہیں لگائیں گے۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ہر وقت اللہ کو چاہیں گے، اللہ کا ذکر کریں گے۔

"فَسُبْحَنَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ" (الروم 17-30)

(صبح اس کو یاد کرو۔ شام کو بھی کرو)

"وَعَشِيَآذٌ حَيْنٌ تَضَاهَوْنَ" (الروم 18-30)

شام اور نگر سب یاد کے وقت ہیں۔ تھی ہوئی دھوپ بھی اللہ کی یاد کا وقت ہے اور نگر کے کی سردی بھی اللہ ہی کی یاد کا وقت ہے۔ بہار بھی اللہ کی یاد کا وقت ہے۔ اگر قرآن حضور خداوند کے ساتھ ہو تو بہار بن جاتی ہے اور

بہار نذر تفاعل ہوئی قرآن غری

قرآن مہرہ جسم ہوئی بہار ہوئی

سوال: امریکہ ایران پر حملہ کرے گا کہ نہیں؟

جواب: ثنائی دھڑات! میرے نزدیک ایران پر حملہ محضوک ہے۔ میں اس پہلے ایک سادہ سی reasoning رکھتا ہوں اگر آپ کو متحمل لگے تو بتا دیجئے گا۔ افغانستان میں جن لوگوں کی مدد سے امریکہ حکومت کر رہا ہے، وہ mostly شیعوہ territories ہیں اور ایران کے influence میں ہیں اسی طرح عراق میں، جن لوگوں کی مدد سے وہ حکومت بنانے کی کوشش کر رہا ہے وہ بھی اثنا عشری شیعوہ tribes ہیں، گردی شیعوہ ہیں اور بش (Bush) ہے تو براہِ حق..... لیکن شاہِ طاقت کی ایسی ابھرا چو نے سے گریز کرے گا۔ کہ جن لوگوں کی وجہ سے وہ ان دونوں ملکوں میں حکومت کر رہا ہے، انہی کو اپنا دشمن بنا لے اس کے پاس کوئی جواز ہے ہی نہیں ظاہر ہے کہ ایران پر حملے کی صورت میں افغانستان اور عراق میں اس کے ساتھ ایک بھی شخص نہ رہے گا اور جو پتائی در سے آئی ہے وہ بہت پہلے امریکہ پر آ جائے گی I can't think Iran will ever be attacked but یہ ہے کہ مقدمات اٹل ہیں اور چونکہ اسرائیل کے ساتھ لڑنے والے دونوں ممالک لبنان اور شام کے حزب اللہ اور دروزی شیعوہ جن میں سنی بھی شامل ہیں، Iranian influence کے دو بڑے مضبوط گروپ ہیں، اس لئے اگر کسی وقت اسرائیل کا وجود خطرے میں پڑ گیا تو پھر امریکہ اور ایران کی جنگ ہو جائے گی مگر اس میں بھی ڈیرہ دو سال باقی ہیں۔

سوال: آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پانے پہلے خدا کو برخواستہ پڑ چن دیں۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ مقدر ہے۔ کیا بندے کا اختیار ہے کہ وہ چھیناٹ ملے کرے؟ اس میں مقدر کا کس حد

عمل دخل ہے؟

جواب: بات یہ ہے کہ تبر و مقدر کے مسئلہ کا angle جو فلاسفر لیتے ہیں اس پر غلط ہے۔ میرے نزدیک جبر ایک ایسی Favourable state of mind and heart and universe ہے جسے خدا نے انسان کی بہتری پہنچنے رکھا ہوا ہے اور اس میں کسی قسم کے thought process کو دخل نہیں ہے۔ میں صرف جبری کوب سے پہلے explain کر دوں انسان کو چوک نہ میں پر بھیجا جانا تھا، مگر اس کے بندو بست اللہ پہلے سے نہ کرتا، اس کے انداز و زندگی مرتب نہ کرتا، اس کو سخت چاہیے، care چاہیے، اس کو پالنے والا چاہیے، ورنا اس قابل نہیں ہوتا کہ زندگی گزار سکے تو تمام جبر پر ہوٹول ہے۔ پر ہوٹول اس لئے بنا ہے کہ انسان کو فکری آسانی رہے، تاکہ انسان یہ نہ کہے کہ اے میرے مالک! تو نے مجھے اپنا ڈاور دیرانے میں بھیجا جبیں مجھے کوئی پوچھنے والا نہ تھا، پانی پلانے والا نہ تھا، میری care کرنے والا نہ تھا، مجھے برا کرنے والا نہ تھا۔ میں کیسے تجھے یاد کروں گا؟ تو یہ ساری پر ہوٹول کی arrangements ہیں، جو انسان پہنچتے موت تک فکر کی گئیں۔ آپ دیکھیں کہ سو برس پہلے تک این پیپوں کا ٹائمنگ بھی نہ تھا کہ جواب آپ دیکھتے ہیں۔ ہزار ہائے professions create کئے گئے ہیں۔ اتنی آبادی پہنچنے ایک profession کافی نہیں ہوتا۔ یہ سارے کام سارا پر ہوٹول pre-arranged ہے۔ اس میں آزادی صرف ایک سوال ہے، کہ اللہ نے انسان کو بھیجا جیسے آق ہمیل سے کسی کو لاوار بھیجنیں اور اس پہنچنے سارا انتظام پہلے سے کر دیں کہ فلاں ہوٹل میں رہنا، پیسے لو، کھانا دیجئے، اچھا کھانا، کپڑے بھی ساتھ لے جائو، میرا ایک کام کر کے آنا کہ ریئر deliver کر کے آنا، بل اگر بور ہو جاؤ تو ظلم دیکھ لینا، خطرے سے بچنا، تباہی سے لے حفاظت کے مقام ہیں، خدشوں کے باوجود جمع ہو جانا، کسی سے بچکر ڈرے لے کر نہ کھانا، دستور ہونا سان میں..... ان ساری دریافت کے بعد وہ شخص نین لان اور میری گزارش کروا پس آتا ہے۔

And he tells me, I have done every thing. That was a beautiful place, I enjoyed my food, I asked: what about the letter, Oh sorry, i forgot to deliver it.

میں نے ہر شے کر لی ہے۔ وہاں بہت خوبصورت تھا، میں نے کھانا پسند کیا، میں نے پوچھا: پتہ کیسے ہے؟ وہ نے کہا: افسوس، میں نے اس خط کو پہنچانے میں غلطی کر دی۔

کا: ”مَنْ زُيِّنَ“ وہ کہے گا بتائیے اندر، وروما، تھرا، برہما، شیوا، وشنو، کالی، ڈرگا۔
 Immensity of names خدا کہے گا بے شک میرے بندے نے جھوٹ کہا ہے۔۔۔
 اگر اس نے آپ کو اہلیت دی ہے تو اس کو judgement کی آزادی بھی ملی ہے اب جب
 آپ decide کر لیتے ہو تو آپ کی تائید اہلیت اور بے بسی کے باوجود جو چاہے آپ کی شریک
 مال ہوتی ہے وہ تو فیق ہے

”وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ“

(اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے)

پھر آپ کے ہاں توفیق شامل ہو جاتی ہے،

”عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاللّٰهُ اُنْثَبُ“ (ہود 88:11)

(میں نے ہی پر بھروسہ کیا اور اسی طرف رجوع کرتا ہوں۔)

اور اللہ کی طرف آپ کا رجوع اور آپ کا بھروسہ ہو جاتا ہے۔

سوال موجودہ زمانے میں وقت، علم اور عمل سے برکت کیوں اٹھ گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ انسان تھا تو
 پھر اللہ نے انسان کو جہنم میں کیوں محسوس رکھا ہے؟

جواب: اللہ تو قہامی ہے وجود کی سرشاری۔۔۔ اس کو تو تجانی نہیں ہوتی، وہ تو اس نے ہم پر ہوا
 کرم کیا۔ میں آج سوچتا ہوں کہ اگر ہم Biological creatures ہوتے، جانوروں کی
 طرح پیدا ہوتے اور پھر مر جاتے، زندگی پوری کرتے۔۔۔ اسی لئے فلسفہ وجودیت پیدا ہوا، اس
 Absenity of routine کی وجہ سے۔ زندگی کی یہ بے معرف وجودیت، پیدا ہونا، کھانا
 پینا، بال بچہ پیدا کرنا، اس eliministic روٹین میں اگر کوئی ذہن بھی ہو گیا تو اس نے کیا
 سال کر لیا؟ کسی کی دانشوری نے کیا اسے موت کے چنگل سے چھین لیا۔ سیتا نکین نے موت
 کو دھوکا دیا اور اسے سزا دی olympic کے خدا نے کہ زمین سے پھراٹھا اور چوٹی تک لے
 جاؤ۔ جب چوٹی تک پہنچا تو پھر پھر گر پڑا تھا۔ پھر وہ پھراٹھا کر چوٹی تک لے جاتا اور وہ پھر گر
 پڑا۔۔۔ یہ بے مقصد زندگی، یہ بوریات۔۔۔ اسکو آپ تین انشوں میں بیان کر سکتے ہیں۔
 Horror، Boredom and Glory یہ زندگی کا Horror ہے جو ہم پر ناگہ کیا
 گیا ہے۔ یہ Boredom of routine ہے جس سے ہم بے نیکی نہیں کھتے اور Glory خود
 فریبی ہے جو ہم اپنے آپ کو ترقی کی صورت میں دیتے رہتے ہیں۔ یا ایک routine of life

But for God "الحمد لله" اس پر یقین رکھنا، انسان کی سب سے بڑی امید ہے۔ سب سے بڑی امید جو سید ما انسان میں زندہ ہوتی ہے، وہ اس کا خوف نہیں، امید ہے۔ وہ ہمیں ایک طویل زندگی کی بنا رہتا ہے۔ وہ ہمیں زندگی کی عجیب و غریب نعمتوں کی بنا رہتا ہے اور مانگنا کیا ہے جواب میں.....؟ کچھ بھی نہیں..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ایک مرتبہ دل سے لالہ اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا، اس پر ماہ روزہ میں بیٹھ بیٹھ کر حرام کر دی گئی۔" آپ کو اہتیار کیوں نہیں آتا.....؟ کیوں آپ یقین نہیں کرتے.....؟ حدیث قدسی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل امین ایک غیر مبہم، مالائی، مجرم پیش، سخت مجبور اعظم شخص کا case لے کر آئے کہ کتاب گناہ میں اس نے اول و آخر کسی نیکی کو دخل نہ دیا تھا۔ جبرائیل نے کہا اے اللہ یہ تجھ سے معافی مانگتا ہے، اللہ نے پوچھا یہ تجھ سے کیوں معافی مانگ رہا ہے جبرائیل؟ جبرائیل بولے: یہ جانتا ہے کہ تو معافی کرنے والا ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس سے کہو کہ میں نے اس کو معافی کر دیا۔ اس شخص نے دوبارہ گناہ کیا۔ جبرائیل کو برا لگا یا فرمایا!

"اے پروردگار! تو نے اس کو معافی کیا تھا مگر اس نے دوبارہ وہی گناہ کیا ہے، اللہ نے کہا کہ دوبارہ گناہ کیوں کیا ہے جبرائیل! اب کیا جانتا ہے۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ دوبارہ تو بہ کرنا جانتا ہے، اللہ نے کہا کہ کیا پھر مجھ سے تو بہ کرنا ہے؟ کہا ہاں، آپ ہی سے پھر تو بہ کرنا ہے۔" کہا "اس سے کہو کہ میں نے اسے معافی کر دیا" تو خداوند مہر را، پھر جبرائیل اس کو لے کر آئے اور کہا: "اے اللہ اب آپ اس کو بخشے والے نہیں، کیونکہ یہ پھر وہی گناہ کر کے آیا ہے۔ اللہ نے کہا: "اس کو تو اچھی طرح یہ علم ہے کہ میں ہی گناہ بخشے والا ہوں۔ اس سے کہو کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔" خواتین و حضرات! یہ داستان نہیں ہے۔ یہ پختہ ترین حدیث ہے یہ مولوی احمد رضا نہیں ہے، اس حدیث سے ایک نقطہ نکلتا ہے اس میں ایک چیز چھپی ہے کہ اس انسان کو حتمی یقین ہے کہ جو خطا میں نے کی، سوئی، لیکن میرے پیچھے کوئی بخشے والا موجود ہے۔ یہ faith اللہ کو آپ سے چاہیے۔

"قُلْ يٰعِبَادِىَ الذّٰىنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ" (زمرہ 39:53)

ساتھ ستر برس میں آپ کتنے گناہ کر لو گئے؟ کیا trillions and trillions سالوں کی کائناتوں کے دہائیوں آپ اپنے ساتھ ستر برس کے گناہوں سے گزند پہنچا لو گئے؟ آپ غور کرو کہ جو شخص یہ کہے کہ میرے گناہ نہیں بخشے جائیں گے، وہ اللہ پر کتنی بڑی گستاخی و ذہن کر رہا ہے۔ اس

بے پناہ رحمت اور رحمت کے مالک کو آپ اپنے گناہ show کر رہے ہو۔ اللہ کہتا ہے کہ سب سے بڑا گناہ نہ کرنا

”لَا تَقْطُوعُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوا، کسی کو بخشے والا کہتا، دیکھنا کہ وہ ہمیں معاف کر سکتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا ہے میرا حق ہے اور جزا کا۔ جو مجھے مانے گا، جو مجھ پر یقین رکھے گا، میں اسے ضرور معاف کروں گا۔ قرآن کے الفاظ سادہ ہیں ان میں addition کوئی نہیں ہے۔

”إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا“ (زمر 53:39)

(بے شک تمہارا اللہ وہ ہے جو تمام جملہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔)

اس آیت میں ایک اصول دیا گیا ہے، ایک قانون ہے۔ مینا جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی کہ بے شک تمہارا اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کر سکتا ہے۔ یہ اصول ہے جیسے سائنس کا Law ہے جیسے Avagadro's hypothesis gases volumes کے law ہیں جیسے زمین کی کشش ثقل کے قانون ہیں۔ یہ قانون حیات و زندگی ہے یہ قانون حیات انسان ہے۔ یہ مغفرت کا ایک بنیادی قانون ہے۔

”إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا“

کیونکہ اگر میں یہ نہ کروں تو پھر میں ”غُفُورٌ الرَّحِيمُ“ کیا؟ تم کیوں میری صفت کو نذر کر رہے؟ اپنے گناہ سے میری رحمت کو قید کرتے ہو۔ یہ برہان عقلی تمہارا ہے۔ میری طرف سے کوئی کمی نہیں۔ مگر حضرت اسوہ گرامی محبت خالق کی قائل ہے۔ محبت محبوب کے کام کے بغیر کچھ اور کرنے نہیں دیتی۔ جس کو اللہ سے انس ٹھہرے گا، اسے نماز عزیز ہوگی، love's labour is sweet اور اس کے بغیر سب مشقت ہے۔ محبت کی محنت ہی آسان ہے۔ شہادت اسی کو کہتے ہیں۔ ایک بڑی خوبصورت بات تصوف میں سید جویریہ نے فرمائی کہ ”ادیب وہ نہیں جو علم والا ہو۔ تصوف میں ادیب اس کو کہتے ہیں جو خدا کے سوا کسی اور کو عزت نہ دے جس کا وہ اہل نہیں۔“ مذہب اسکو کہتے ہیں جو خدا کے عزت و مقام میں کسی کو شریک نہ کرے۔ حدیث رسول ﷺ ہے: ”اَوْعَاظُ بَنِي آدَمَ اسْتَفْسَافُ“ جس نے کھلی جس نے اللہ کو وحدہ لا شریک بنانا اور قدیم میں کسی حادثہ کو شریک نہ کیا۔ شیخ جویریہ نے فرمایا کہ وہ قدیم ہے اور اس قدیم میں کسی حادثہ کو شریک نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے اپنی جان و مال سے بڑھ کر چاہا، اس نے ایمان کی

عداوت چکھ لی۔ حدیث مسلم ہے کہ ایک بدو آیا اور اس نے پوچھا ”یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟“ فرمایا ”کیا تو نے اس پیلے بہت چاری کی ہے کیا تو نے نمازیں بہت پڑھی ہیں؟“ کہا ”نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں“ فرمایا: ”کیا تو نے روزے بہت رکھے ہیں؟“ کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! نہیں، بس حاجی سے رکھے ہیں“ پوچھا: ”کیا تو نے صدقہ و خیرات بہت دیئے؟“ کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! ایسا کچھ میرے پاس تمہاری نہیں“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم کس رتے پر قیامت کا پوچھتے ہو؟ کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بہت ہے۔“ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تو پھر قیامت کے دن لوگ نبی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے وہ محبت کرتے ہیں۔ تو میرے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“

خواتین و حضرات! یہ عداوت ایمان کا دوسرا سنی ہے اور تیسرا اور آخری سنی یہ ہے کہ جب ایک دفعہ خدا نے وعدہ و لاشریک کا انس آپ میں آجائے اور جب نبی رسول ﷺ کی طاعت آپ کے دل میں آجائے تو پھر کفر کی طرف واپس پلٹنے کو اتنی ہی برا جائیے جتنا سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کو آپ برا سمجھیں۔

شریعت اور طریقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلٰتِكَ وَاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقِكَ وَاَجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

خواتین و حضرات! آج کا موضوع دراصل اسی سچہ کی continuity ہے جو میں نے اس سے پہلے خالص طریقت کے موضوع پر راولپنڈی میں دیا ہے۔

ایک مسئلہ جو بار بار لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اور طریقت دو جدا چیزیں ہیں اور شاید یہ لگتا ہے کہ صاحبِ شرع لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طریقت کے لوگ اپنی طور پر، اخلاقی طور پر اور عملی طور پر ہم سے کوئی جدا کام نہ رہتے اختیار کرتے ہیں۔ یہ خیال نیا و ہر اس وجہ سے ہے کہ طریقت کو واضح کرنے والے اس کے حق میں دلائل دینے والے عموماً کرامات پر زور رکھتے ہیں۔ عجیب و غریب حکایات پر زور رکھتے ہیں اور شاید طریقت کا وہ اصل معنی ان سے جدا ہو جاتا ہے۔ شریعت عرقہ نام میں اللہ کے احکامات کو کہتے ہیں مگر شریعت کا ایک بہت خوبصورت دوسرا مطلب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کم پر راضی کر کے منزل تک پہنچانا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس اگر بہت کم توشہ سفر ہو تو اس کی بہت بڑھانا، اس کی بہت براہین دیکھنا اور یہ چاہنا کہ یہ شخص کسی طریقے سے ان معمولی سے اسباب کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ برابر ہو جانا۔ یہ دونوں مطالب شرع کے لوگوں کی نظر سے عموماً چھپدہ رہ جاتے ہیں۔

”بَلِّغِ الشَّرْعَ مُعْمَلًا“

یہاں شرع و بیضہ ہے جو آپ کو عمل تک پہنچاتی ہے؟ یہ کم سے کم وہ بیضہ ہے، یہ وہ کم سے کم ساتھ زندگی ہے جو سب کے لئے برابر ہے مگر جس کی وجہ سے آپ منزل تک پہنچتے ہیں۔

خواتین و حضرات! شریعت کی منزل جہت بھی ہو سکتی ہے جس کی منزل قبر کا خوف بھی ہو سکتا ہے، عذاب و ثواب کی کیفیات بھی ہو سکتی ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک اعرابی جب حضور ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اللہ کی رضا کے مطابق جہت کے

حصول کے لیے کیا کرنا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز۔۔۔ اس نے کہا کہ اس سے ایک بھی زیادہ نہیں پڑھوں گا فرمایا رمضان کے روزے۔۔۔ کہا ایک بھی زیادہ نہیں رکھوں گا۔ فرمایا زکوٰۃ۔۔۔ کہا کچھ بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ پھر جب وہ پانچوں رکن پورے کر چکا تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ نے ضروری بتایا ہے اس سے زیادہ میں کچھ بھی نہیں کروں گا۔ جب وہ اٹھ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جنت پائی۔۔۔ یہ وہ کم سے کم حلقہ زندگی ہے وہ کم سے کم معیار ہے جو کسی مسلمان کے لئے اس کی منزل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے مگر یہاں کیوں ہے؟ آخر تمام شریعتی لوگ مطہقی لوگ کیوں نہیں ہو جاتے؟ آخر کیا وجہ ہے؟ تو اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ شرع کے عمل کی نیت کا تقین نہیں ہو سکتا۔ آپ چاہے پانچ وقت نماز پڑھیں، چاہے آپ روزے رکھیں، چاہے آپ حج کریں، اللہ تعالیٰ کو آپ کے اعمال سے کوئی غرض نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہاری اچھائیاں تمہارے لئے ہیں، تمہاری برائیاں تمہارے لئے ہیں۔ قربانی کے گوشت، یہ چھری، یہ ہڈیاں، یہ سب تمہارے لئے ہیں اور مجھ تک کیا پہنچتا ہے؟ مجھ تک تمہاری نیت پہنچتی ہے۔۔۔ خواتین و حضرات! وہ تمام اعمال جو بظاہر ہم زندگی بھر خدا کے لئے کریں، اگر ان کے پس پردہ دنیا کا عمل درست نہ ہو، ہمارے اغراض و مقاصد درست نہ ہو تو یہ تمام اعمال غافق میں چلے جاتے ہیں، اس لیے بہت پہلے میں نے ایک بار کہا تھا کہ طریقت شریعت کی نیت ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! یہ بات بہت غور طلب ہے کہ طریقت شریعت کی نیت ہوتی ہے اور طریقت صرف ایک معیار کی ہے۔ اگر آپ چاہو کہ خدا صرف آپ کے اعمال کے درجے متقرر کرنا تو ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو کچھ خصوصی سے لوگ ہیں، ایسے لوگوں کا ذکر کیا، جو عام مسلمانوں سے جدا تھے ہیں، ایسے لوگوں کا ذکر کیا جنکا اس نے اولیاء کے نام سے تذکرہ کیا، ایسے لوگوں کا ذکر کیا کہ جیسے اس نے کہا کہ کچھ اصحاب یمنین ہیں، کچھ اصحاب شمال ہیں، کچھ اصحاب مشرق ہیں اور کچھ بائیں بازو کے لوگ ہیں جنہوں نے کونیاں کرنی ہیں، غلطیاں کرنی ہیں اور باوجود میرے کہنے کے انہوں نے میرے احکامات نہیں مانے اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دائیں بازو کے لوگ ہیں، جنہوں نے ہر مال نیک اعمال کرنے ہیں، جنہوں نے ابھی بائیں کرنی ہیں، جنہوں نے اپنے اعمال میں غلو کی نیت سے کام لیا ہے اور یہ سب اچھے لوگ ہیں مگر

ایک تیسرے لوگ بھی ہیں: ”وَالشُّبْقُونَ الشُّبْقُونَ“ یا گے بڑھنے والے لوگ ہیں۔

”وَالشُّبْقُونَ الشُّبْقُونَ هَؤُلَاءِكَ الْمُفْرَبُونَ“ (الواقعه 10: 56, 11)

(اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب بارگاہ ہیں۔)

یہ تو اللہ کے قریب کے لوگ ہیں، اعمال میں جدوجہد کرنے والے لوگ ہیں، نیات میں اخلاص برتنے والے، خدا کی محبت کے سوا ہر شے سے گریز کرنے والے، یہ بہت آگے کے لوگ ہیں یہ مقرب لوگ ہیں مگر افسوس سے کہہ دینا ہے کہ

”ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ هَؤُلَاءِ لِقَى الْآخِرِينَ“ (الواقعه 13: 56, 14)

(انگوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے)

کہ پچھلوں میں ایسے لوگ بہت تھوڑا تہہ آواز ہمارے زمانے میں ایسے لوگ بہت گیل ہو گئے ہیں۔
ثلاثین دھڑات! طریقت کا لفظی مطلب بھی تھوڑا سا جدا ہے یہ وہ ستون ہے جس پر سائن بن گیا ہے، یہ خیر کی وہ چوب ہے جس سے یہ خیر ایسا دہ ہوتا ہے زندگی کا، اعمال کا یہ وہ خیر ہے یہ وہ ستون ہے جس پر نیچے کا سارا دار و مدار ہوتا ہے اس کے علاوہ طریقت کا ایک اور مطلب بھی ہے کہ اپنی قوم کا شریف اور معزز انسان۔۔۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اس کے لفظی معنی میں آپ کو یہ نظر آئے گا کہ یہ عورت کا حامل شخص نہیں ہے۔ جو صلابت طریقت ہے وہ عورت کا حامل شخص نہیں ہے۔ خدا عید کریم نے جب شریعت دی تو یہ گمان نہ تھا کہ سب خدا تک equal درجہ سے رسائی پائیں گے

بَلْكَ الْوَسْلُ كُفْلًا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ (البقرہ ۲۵۳)

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔)

جب پیغمبروں میں تفصیل ہے تو لوگوں میں تفصیل کیوں نہ ہوئی؟ دل و دماغ میں فرق کیوں نہ ہو گا؟ زندگی اور اعمال کی نیت میں فرق کیوں نہ ہو گا؟

ایک بہت بڑا معاشرہ create کرنے کے لیے اور ایک گراؤ نہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت تخلیق کی۔ یہ وہ یا بیاں ہیں کہ جن میں پھول کھلتے ہیں اور بلاشبہ ان میں کبھی کسی سنگلاخ سرزمین سے ایک ایسا پھول بھی کھل جاتا ہے کہ جو بڑے سے بڑے خوبصورت پھولوں کے لیے قابل رشک ہوتا ہے۔ شریعت ایک عمومی گراؤ نہ ہے جہاں بہت سارے لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کام کرتے ہیں جیسے میں نے عرض کی کہ شریعت کا مطلب ہے برابری، وہ

اممال جو سب تک برابر پہنچیں۔۔۔ کوئی صاحبِ طریقت، شریعت کو اس لیے ignore نہیں کر سکتا کہ یہ وہ survivalist attitude ہے اللہ کی طرف سے ایک necessary attitude ہے کہ یہ کام تو سب کے لیے برابر ہے۔ شریعت تو سب کے لئے یکساں ہے۔ یہ وہ مختصر سا توہمہ حیات ہے جس کو حاصل کر کے اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔ یہ وہ معاشرہ ہے، یہ وہ سوسائٹی ہے، یہ وہ خلقِ خدا ہے، جو اتنے سارے مشرکِ اعمال جب کریں گے تو پھر خدا ان میں سے کسی کو اپنی محبت اور انس کی وجہ سے آگے بڑھنے کی توفیق دے گا جیسے پروردگار نام نے کہا کہ مجھے خوف و وحشت سے یاد مت کرو۔ میں ڈرانے والا نہ رہوں مگر اس دل کو نہیں جس میں میری یاد ہو۔ میں اپنی یاد کرنے والوں کو ڈرانے والا نہیں۔ میں اپنے سے محبت کرنے والوں کو خوف زدہ کرنے والا نہیں

”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ“

مجھے ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ محبت سے یاد کرو، انس سے یاد کرو، اخلاص سے یاد کرو، ”اَوْ اَشْهَدُ ذِكْرًا“ ذرا زیادہ یاد کرو تا کہ مجھے ”علوم ہو، اے بندگانِ خدا! کہ تم ہر جہت سے بڑھ کر مجھے یاد کرتے ہو۔ کیا آپ کو اس جملے میں یہ نظر نہیں آتا کہ خدا کی عبادت ہے کہ اسے سب سے زیادہ چاہا جائے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندے اسے سب سے بڑھ کر چاہیں اور ان بندوں کا خصوصاً ذکر کرتا ہے جن کے بارے میں پروردگار نام کا ارشاد اپنے رسول ﷺ کو ہے اور یہ عمومی حکم نہیں ہے

لَا تَنْظُرُوا لِلْفَيْنِ يَذَّكَّرُونَ وَتُحِبُّهُ بِالْعَدْوَةِ وَالْغَشْيِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (الانعام 52:6)

(جو لوگ دن رات اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اے رسول

ﷺ ان پر ذرا خصوصی توجہ کرو۔)

حضراتِ گرامی! یہ خصوصی توجہ کچھ لوگوں کے لیے ہوگی۔ صاحبِ صفہ کے لیے ہوگی، وہ جو علم کی تلاش صرف خدا کے لیے کرتے ہیں، محبت صرف اللہ سے رکھتے ہیں، جنہوں نے زندگی کو ترک کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کہتا کہ طریقت میں ایمانی عنصر شامل ہے، یہ کہتا کہ اس کی intellectual اساس کسی معتزلہ سے متفق ہے یا اسامہ اور ماترے یہ کی مثال دینا۔۔۔ بہت سے دانش ور، جن کو خدا کی محبت کا شعور نہیں جا رہا ہے نقصانی نکال سے نہیں نکل سکتے وہ تصوف کو طریقت کو، وٹکوسل سمجھتے ہیں۔ ام، آپ کوئی بھی رکھو۔۔۔ شیوا یوگن کو بھی کارِ شاد ہے پہلے

لوگوں کے پاس امام نہیں تھا، لہٰذا تصوف نہیں تھا مگر اہمال اور حقیقت موجود تھی اور جب سے اس کا امام لوگوں نے تصوف رکھ دیا، عجب اہمال اور حقیقت ختم ہو گئے ہیں

خواجہ تاج و حضرات! وہ زمانہ بھی صوفیہ کا تھا، اصفیہ کا تھا، خدا کے وہ بندے، رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی، اللہ اور اس کے رسول کے قول کے مطابق جب دن رات اللہ کے حضور جہد و جہد کرتے تھے اور دن رات اعمال میں مسابقت کی کوشش کرتے تھے، وہ تمام اصفیاء تھے مگر جب اس کو تصوف کا امام نہیں دیا جاتا تھا۔ یہ کسی مغربی فکر کا فرستادہ تصور نہیں تھا، نہ کسی intellectual approach کی بات تھی۔ یہ ناصتا خلاص و محبت کا وہ شعور تھا جو، ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہوتا تھا جو صلابت شریعت ہوتا تھا، جوانی ابتدا، اختیار کر لیتا تھا۔۔۔ بزاروں لاکھوں لوگوں میں پھر ایک دل اللہ پہلے زیادہ تیزی سے جڑ سکتا تھا، زیادہ محبت سے جڑ سکتا تھا، وہ یہ شخص تھا جو دوسروں سے زیادہ مسابقت کر کے اللہ کی رضا کے لیے جہد و جہد کرتا تھا اور ان کے بارے میں پروہ رکا، دینا عالم نے فرمایا، چولہا عربین خطاب باقی لوگوں کو خوابوں سے، نیند سے، آدھے شعور ذات سے، جگانے کے لیے، نیند سے چھڑانے پہلے، اور ان کے قائل کو ختم کرنے پہلے جب انہوں میں اَلطَّلُوْةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کی آواز دیتے تھے مگر کچھ ایسے خاص لوگ بھی تھے جن کا خود خدا ذکر کرتا ہے کہ یہ راتوں کو محبت سے، خوف سے، اور طبع سے مجھے یاد کرتے ہیں۔ طبع کون سی؟ اللہ کی قربت کی طبع۔۔۔ خوف کیا؟ اس سے جدائی کا خوف۔۔۔ یہ وہ خوف ہے جو اپنے آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی خدا کی قربت سے جدا ہونے کو برداشت نہیں کرتا اور طبع یہ ہے کہ مقام رضا تک ان کی پیچون اور شاکت ہو جائے۔۔۔ ان کا ذکر قرآن علیہ السلام سے کرتا ہے اگر ہم ایک طرف general مسلمان کو ختم خوانی سے جگانے کے لیے صدادیتے ہیں اور مؤذن پکارتا ہے کہ: اَلطَّلُوْةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ تو دوسری طرف یہ جگہ ہیں جن کا ذکر خود، خدا کرتا ہے

تَنَجَّاهُم مِّنْ جُنُوْبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (السجده ۱۶)
(دور رہتے ہیں ان کے پہلو، ستروں سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے)

یہ وہ لوگ ہیں جو voluntarily زخود، محبت سے، انہس سے، خدا کے کرم کی رغبت سے، اپنے بچھونوں سے جدا رہتے ہیں، جو راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں، صبحوں کو اللہ کو یاد کرتے ہیں، چٹکا کوئی

لوگوں، غفلت نہیں ہوتا۔

ایک قسام جو ہمیشہ صاحبِ طریقت اور صاحبِ شریعت میں رہا وہ قسام normally یہی قسام ہوتا ہے کہ شب بیدار لوگ کیے غفلت میں جاسکتے ہیں؟ وہ کیسے کم محنت ہو سکتے ہیں؟ ایک شخص رات رات بھر کھڑا ہو، اللہ کو یاد کرتا ہو، کیا وہ کم محنت کرتا ہے؟ کیا اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ زندگی سے گریز کرتا ہے؟ کیا اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ depression کا مارا ہوا ہے؟ وہ جو اللہ کے لیے اپنی محنت کر رہا ہے اپنے کردار کو سنوارنے کی، جو قربت خداوند کے لیے مہیا کر رہا ہے، صبح و شام اس نے اپنی زندگی بھر کی practical life is all اور important مگر خواتین و حضرات! ذہن کو اللہ نے priorities اور ترجیحات کو مرتب کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ ہم اپنی ترجیحات کو کتنی دیر کے بعد جا کر سیکھتے ہیں۔ ہماری چھوٹی چھوٹی ترجیحات ہیں۔ ایک دن کی ترجیحات ہیں، ایک مہینے کی ہیں، ایک سال کی ہیں۔ ایک، پوری زندگی کی ترجیح ہے۔ جب آپ صبح گھر سے نکلے ہو تو آپ کے ذہن میں ان تمام important کاموں کی لسٹ ہوتی ہے جو آپ نے کرنے ہوتے ہیں اور پھر آپ اسی ترتیب سے کرتے ہو۔ کبھی جب کسی کو محبت ہو جائے تو ساری ترجیحات الٹ جاتی ہیں پھر صبح و شام

”دوپہر“

”فَسْبَعْنِ اللّٰهَ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ“ (الروم 30-17)

(پس اللہ کی تسبیح کرو صبح کے وقت اور شام کو)

جیسے اللہ کے بندے اللہ کو صبح و شام یاد کرتے ہیں، اسی طرح یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی اپنی اعراض کے لیے صبح و شام بے محنت و بے قرار رہتے ہیں۔ ان کی ترجیحات شراب ہو جاتی ہیں اور صوفی اور صاحبِ طریقت اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس نے اپنی ترجیحات کا جائزہ لے لیا۔ اس کو ابتدائے حیات میں ہی یہ علوم ہو گیا کہ انسانی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری ترجیح صرف اور صرف اللہ ہے۔

”إِنَّا هَلَيْنَا السَّبِيلَ إِنَّمَا سَأَلْنَاكُمْ وَأَنَا نُكْوِرُ“

یہ تمام زندگی، یہ تمام عمل و شعور، یہ تمام احکام و پروردگار جو مجھ پر ہو رہے ہیں، صرف ایک مقصد کے لیے ہو رہے ہیں کہ میں اپنی ترجیح اول کو نہ بھولوں۔ میں اپنی زندگی کے سب سے بڑے مقصد

کے لیے جدوجہد کروں اور ایسی وجہ سے یہ صلابت اور صوفیا بہلا تے ہیں۔
 خواتین و حضرات اللہ کے اقوال کے بعد حضور ﷺ نے کچھ قلمی اور نیاات کے بارے
 میں جو احادیث ارشاد فرمائیں شاید ہم میں سے سب، وہ پڑھتے ہیں، سب جانتے ہیں مگر جب
 آپ کسی نام یا عمل کے پاس جاتے ہو اور جب آپ اس کو یہ حدیث سنا تے ہو تو وہ یا تو اس
 حدیث کو غلط قرار دے دیتا ہے یا وہ اپنی اس بات پر منفر ہے کہ اعمال کی اسے ضد پڑی ہوئی ہے۔
 یہ سچ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی طرح تمام لوگ مست کرتے ہیں آپ نہ چاہو گے تو بھی مست کرو
 گے۔۔۔ کسی نے سرکارِ رسالت ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر اللہ نے سب
 مقدور رکھ دیئے ہیں تو پھر ہم کام کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: چاہو یا نہ چاہو، تمہیں وہ کام کرنا پڑے گا جو
 اللہ تم سے چاہتا ہے، اس لیے کہ خدا کا ایک کنٹرول تمام ذہنوں پر مقرر ہے۔ کوئی بچہ نہیں کاٹ سکتا
 ، کوئی سانپ نہیں ڈس سکتا، کوئی بندہ ڈرائیونگ لے نہیں کر سکتا، کسی کا مقصد حیات یکسٹنٹ نہیں
 ہوتا، مگر یہ کہ ان کے اذعان مان کے دماغ ان کے کنٹرول اللہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور
 پروردگار نام نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ

”مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا“ (ہود 58:11)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے جس کو میں نے ماتھے سے نہیں پکڑ رکھا۔)

اور خواتین و حضرات! آپ جانتے ہو کہ ماتھے کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟ forebrain جو فیصلہ کرنے
 والا brain ہے۔ اللہ نے ماتھے سے نہیں بلکہ ماتھے کے پیچھے آپ کے دماغ کو پکڑ رکھا ہے۔
 skillfully ایک پورا remote control ہے جو آپ کے decision making
 طاری ہوتا ہے اور وہ جو، چاہے آپ سے کر رہا ہو۔ اس کا drive motive اس کے ہاتھ
 میں ہوتا ہے۔ تمام زندگی کے exits اور entries اس ہی remote control کے تحت
 ہیں۔ کوئی بندہ ہر انہیں چاہتا، کوئی بندہ کوئی خرابی نہیں کرنا چاہتا، کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ وہ از
 خود کسی ایکسٹنٹ کا شکار ہو یا کسی کو کرے مگر یہ کہ اللہ کے پاس اس کے fore brain کا کنٹرول
 ہے۔ اللہ نے ان کو دماغ کے اس حصے سے جو سوچنا اور عمل کرنا ہے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے اور دو
 ہی قسم کے کنٹرول ہوتے ہیں ایک وہ کنٹرول جو اللہ نے مانڈ کر رکھا ہے اور ایک وہ لوگ ہیں جو
 اس کنٹرول کے لیے خواہش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے کنٹرول میں جانے کے
 لیے خواہش کر رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں

”لَا خَوْفٌ وَلَا فَتْنَةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ“

تو آپ کیا کر رہے ہوتے ہو؟ یہی اقرار کر رہے ہوتے ہو، ماں کاے مالک و کریم! میں اپنے قوت و ارادہ میں نہیں رہتا چاہتا۔ نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، اے میرے مالک و کریم میری قوت کو سنہال اور میرے ارادے کو قمام لے لاؤ مجھے یقین ہے اور یہ یقین مجھے اس آیت کریم سے ہے کہ اللہ نے انسانوں کے لیے صرف رحمت تحقیق کی ہے

”وَكُنْ عَلٰی نَفْسِهِ رَحْمَةً“

(میں نے ہر حال میں ان پر رحم کرنا ہے)

اور جب آپ اپنا کنٹرول اللہ کے ہاتھ میں دے دیتے ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت مہربان و رحیم و کریم ہے۔ وہ آپ کے لیے بہتر سوچ تحقیق کرنا ہے آپ کے لئے آپ سے بہتر سوچتا ہے، اس لیے بہت سیانے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں آپ اہل طریقت کہتے ہو کہ وہ forceably ہر حال میں اپنا کنٹرول اللہ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ خدا ان کی یہ پلٹیں دیکھ کر، ان کا یہ مزاج دیکھ کر، ان کی یہ جھٹیں دیکھ کر پانا خزان پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔

حدیث مسلم و بخاری ہے کہ پھر لوگ خدا کو اتنا یاد کرتے ہیں، اس لیے جا رہی اور محبت سے، اس لیے قراری سے یاد کرتے ہیں کہ ان کا دل یک پا کل کی طرح ہو جاتا ہے ایک ویرانے کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ”اللہ کو اتنا یاد کر کہ لوگ تجھ کو پاگل سمجھنا شروع ہو جائیں“ اتنا یاد کر کہ دل یک ویرانے کی طرح ہو جائے، جس میں صرف ایک چراغ جلتا ہو اور وہ اللہ کی یاد کا چراغ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ سے یہ activity نہ ہو سکے، ہو سکتا ہے کہ ہم اسے بڑی بات سمجھیں، ہو سکتا ہے کہ ہم اس کو سنوں سمجھیں.....

۔ کبھی زمیں کا کبھی آسمان کا نظارہ

عجیب شے ہے جنوں کا فراق آوارہ

۔ خود آگہی نے دگ و پے میں بگلیاں بھر دیں

رکوں کا سرد لہو بن گیا ہے انگارہ

یہ تو عیاں ہے وہ محبت ہے مگر حسودا کرم علیہ السلام کی سادہ سی حدیث کے پیچھے ایسی تو خواہشات چھپی ہوئی ہیں۔ جب لوگ دل سے اللہ کو خدا سمجھتے ہیں اور غیر اللہ کو ترک کرتے ہیں

”مَنْ عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ وَرَبَّهُ وَأَنَّ نَبِيَّ حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى لَحْمَهُ وَدَمَهُ عَلَى النَّاسِ“ (میں نے جان لیا کہ اللہ ہی اس کا رب ہے اور یہ کہ میں اس کا نبی ہوں تو اللہ نے اس کے گوشت اور اس کے خون کو آگ پر حرام کر دیا۔)

بڑی سادہ سی بات ہے کہ خدا نے اس شخص پر آگ حرام کر دی، اس کے گوشت اور خون پر آگ حرام کر دی، جس نے یہ جان لیا کہ میرا کوئی اللہ ہے جس نے یہ جان لیا کہ محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔ اور خواتین و حضرات! یہ اندھا دھند عقیدے نہیں آتی، یہ برہنہ کا حصہ نہیں ہے، یہ اعمال کی تقسیم نہیں ہے، اس کے لیے کچھ اور چاہیے اور اس کچھ اور کی اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں بتان دی فرمائی

”تَفَكَّرُوا السَّاعَةَ عَيْبُ مَنْ عِبَادَةٌ بِسِتِّينَ سَنَةً“

(کہ ایک لوہے میں غور و فکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔)

خواتین و حضرات! طریقت کی بنیادی غور و فکر پر ہے commitment پر ہے، سوچ سمجھ پر ہے، فکر پر ہے۔ اعمال کی بنیاد عقیدہ پر ہے، اعمال مادہ ہیں، اعمال سرشت ہیں، اعمال میں غور و فکر کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ خدا نے اعمال کی اس نادت پر طہریہ فرمایا ہے کہ یہ تو ہانڈی کی نادت ہے

”إِنَّ شَرَّ الدِّينِ وَآبَ عَسَا فِهُ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يُعْقِلُونَ“ (الانفال 22)

(بدترین دین وہ ہے جس میں وہ بے ہوش اور کوئے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔)

خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”مسلسل غور و فکر کے بغیر عمل کرنے والے کی حیثیت اس گندھکی سی ہے کہ جو کنویں کے ساتھ بندھا ہے۔ جو رہت کے ساتھ آپ نے نکل بانڈھا ہوا ہے وہ تو مسلسل چل رہا ہے اس کے اعمال کی حرکت متوازن اور مسلسل ہے مگر اس کے پیچھے غور و فکر نہیں ہے اور ایک لمحہ کے لیے غور و فکر۔۔۔

۔۔۔ وہ ایک سجدہ جسے تو مگر اس سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دینا ہے آدمی کو نجات

وہ ایک لمحہ غور و فکر کا جس میں آپ نے اللہ کو اللہ جانا اور اپنے رسول ﷺ کے ساتھ properly committ ہوئے مای ایک لمحے میں دیکھئے کہ آپ نے کیا برائے ماحصل کر لی کہ اپنے خون اور گوشت کو آگ سے آزاد کر لیا اور یہ صرف ذیل طریقت میں فرمایا: مگر خدا کو جاننا، بغیر اپنے

جانے کے ممکن نہیں ہے، یا مکان کم ہے، یا اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک قانون بخشا ہے۔ خدا نے بہتری کا ایک قانون بنایا ہے۔ رسول ﷺ نے اس کی نشان دہی کی ہے فرمایا: ”إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا“ جب اللہ اپنے کسی بندے کی خیر کا ارادہ کر لیتا ہے جب اللہ یہ فیصلہ کر لے کہ میں اسے خیر کثیف عطا کروں اور خیر کبیر نکلتا ہے۔

”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ (البقرہ 269:2)

اور سب سے بڑی حکمت کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں کیا ہے ”إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا“ جب اللہ نے یا ارادہ کر لیا کہ بندے کو خیر کثیف عطا فرمائے گا، اعلیٰ ترین حکمت عطا فرمائے ”أَهْضُمَ بَعْضُكَ بَعْضًا“ تو اس کو اپنے نفس کی خیر میں سے آگاہ کر دیتا ہے، اس کو اپنی غلطیوں سے آشنا کر دیتا ہے، اس کو اپنی کمائیوں سے آشنا کر دیتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے، جسے اپنے Self کے ساتھ بددردی ہے جس نے صرف اپنے آپ کو بہترین سمجھا، جس نے صرف دوسروں پر تنقید کی، عیب جوئی کی اور جس نے صرف اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھلا ہے۔ جس سیتے یہ حدیث کا راز نہ نکلے گی۔ خدا تو خیر اس سے کرتا ہے، محبت اور اس اور کم اس پر کرتا ہے، جس کو اس کے عیب سے آگاہی دے دیتا ہے مگر اس میں بھی اکھار دلا مت غلط ہے اور یہ اکھار اچھا نہیں ہوتا کہ میں تو ہوں عیسیٰ، میں تو براہوں مگردل میں خوشی منار ہے ہوتے ہیں کہ اس اکھار کے بدلے میں لوگ مجھے اچھا سمجھ رہے ہیں۔ یہ مکر خرب ذات ہے مگر جس نے ایمان داری سے اپنے توکل سے، خیال سے، پورے احتیاط سے یہ جہلا کہ میں کبھی بھی بہتر نہیں ہو سکتا، میں کبھی بھی پاک و صاف نہیں ہو سکتا... ایک صوفی نے فرمایا ”انسان تو مٹی کا بنا ہے مٹی سے تو کدورت نہیں جاسکتی، مٹاؤ اللہ کی طرف سے آتی ہے۔“ جب آپ آگاہ ہو کہ آپ سے کدورت نہیں جاسکتی تو آپ صوفی ہو، جب آپ کو پتہ ہے کہ آپ کی غای ہر وقت آپ میں موجود رہتی ہے تو آپ اللہ کے نیک بندے ہو، اس لئے کہ خدا جہد کریم کے قول کے مطابق کوئی شخص بھی پاک و صاف نہیں ہو سکتا، ہاں بہت ایک بہتری اس میں ہے۔

”الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ إِثْمِهِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّغَمَ“ (النجم 32:53)

(وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا گناہ کہ پاس گئے اور رک گئے)

خدا کہتا ہے کہ اگر بڑے گناہوں سے پرہیز کرو تو چھوٹے تو تم کرو گے۔ تو انسان کو تیار رہنا

چاہیے، یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ بڑے گناہوں سے اگر بچ گئے تو چھوٹے چھوٹے گناہوں میں موجود ہیں گے ہی اور کسی بھی موقع پر میرا تفتویٰ اور طہارت اس درجہ بلند نہیں ہوتی چاہیے کہ وہ ایک دعوتی بن جائے۔

میں نے آپ کو اللہ کی وجہات بتائی ہیں جن میں کچھ خصوصی لوگوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے پروردگار عالم کے بعد رسول اکرم ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں ”جِبِلَّةُ الْقُلُوبِ“ لوگوں کی یہ جبلت ہے کہ عَلَيَّ حُبٌّ مِّنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِ جو شخص بھی اس کے ساتھ احسان کرتا ہے اس کے ساتھ اس کو انس ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ جب کسی شخص کے ساتھ بہرہ ریزی کی جائے تو دوسرے شخص کو جس کے ساتھ بہرہ ریزی ہو جاتی ہے، وہ اسے پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عجیب بات ہے، کیا لوگوں کو پتہ نہیں کہ سب محسنوں سے بڑھ کر۔۔۔ سب محبت کرنے والوں سے بڑھ کر۔۔۔ اللہ انسان سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ، اسے کیوں نہیں وہ انس لوگاتا، وہ محبت کیوں نہیں لوگاتا۔۔۔ اگر اس کے علم میں یہ آ جائے کہ اللہ سے بڑھ کر انسان سے کوئی محبت نہیں رکھتا تو انسان کی ایک مارل جبلت اُتر یہ کہ سخی ہے کہ وہ اپنے محسنوں سے محبت کرتا ہے تو ایک natural بات یہ ہے کہ پھر انسان کو سب محسنوں سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنی چاہیے۔ خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔۔۔ بعض وہ باتیں ہیں جو عام لوگ مانتے ہیں۔ بعض لوگ وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی خاص باتیں مانتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑا قانون نہ جڑھ نہیں دیکھا جو اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث میں ہے۔

”مَنْ لَمْ يَرْضَ بِاللَّهِ بَفَضَا نَهَ شَغَلَ قَلْبُهُ“ (حدیث نبوی)

(جس شخص نے تقنا، جہد پر آمادگی کا اظہار نہیں کیا، جو اللہ کی تقدیر سے راضی نہ ہو، اس نے اپنے دل اور اپنی روح کو مشقت میں ڈال دیا۔)

ثواتین و حضرت! اس کا مطلب یہ ہے اور یہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ تقنا جہد کے مالک نے دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے انسانوں کے تقدیر لکھ کر کتاب میں محفوظ کر دینے تھے اس نے کہاں پیدا ہوا ہے، کہاں پروان چڑھتا ہے، کہاں رکتا ہے کیا کھاتا ہے۔۔۔؟

”وَمَا مِنْ ذَاتٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“ (ہود 11: 8)

(اور زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں، جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو)

اور اسی کے علم میں ہے کہ کہاں اس نے قیام پکڑا ہے اور کہاں اس نے واپسی کرنی ہے۔

”مَنْ لَمْ يَكُنْ فِي كَيْدِ شَيْبٍ“ (ہود 11)

(ہر چیز کتاب میں نہیں مل سکتی ہے۔)

جب اللہ کی اس بات کا انسان کو علم ہو، اس کے باوجود وہ اپنی پروگرامنگ کرتا رہے تو اس سچے صرف پر پٹائی ہے ایک وہ سکیم ہے جو اللہ نے آپ کے لئے تیار کی ہے ایک وہ سکیم ہے جو آپ اپنے لئے تیار کرتے ہو، خواہیں و حضرات! جتنا ان دونوں schemes میں فرق ہوگا، فاصلہ ہوگا، جتنا بعد ہوگا، جتنی سی زیادہ آپ کی زندگی میں پر پٹائی اور مشقت ہوگی۔ کوشش تو آپ ضرور کرو کیونکہ probabilities کا جہنم بڑا وسیع ہے۔ اسکاٹ کی دنیا بڑی وسیع ہے مگر کبھی بھی اپنی کوششوں کا صلہ اپنی مرضی کے مطابق مت چاہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی بہت زیادہ کوشش کی ہوئی جگہ منکور کر دی جائے اور راہ چلتے گھٹیں آپ کا مقدر اللہ کی رضا کے مطابق ہو جائے تو کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ یہ پہل صوف کا کاغذ ہے کہ خدا کی رضا کے حصول میں اپنی مرضی اور فائدہ کو معطل کر دیتے ہیں اور یہی وہ فرق ہے کہ جو ایک عام مسلمان میں اور ایک خصوصی مسلمان میں ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں کا گمان یہ ہے کہ تصوف کسی غیر اللہ کی عقیدہ میں غلطی ہے۔ انکا خیال یہ ہے کہ یہ ان کی من گھڑت داستانیں ہیں، ان کی کرامات داستانیں ہیں، ان کے خیالات داستانیں ہیں، یہ قابل عمل لوگ ہیں مگر دراصل یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بڑے علوم اور محبت کے ساتھ خدا اور رسول ﷺ کی بڑی گہری مطابقت کا فرض ادا کیا ہے۔ فخر کی بہت سی تقرنیں ہیں مگر میں رسول اللہ ﷺ کی کبھی ہوئی ایک چھوٹی سی بات آپ کو بتا رہا ہوں

”الْفَقْرُ وَطَنُ الْغَيْبِ“

(فقر غیب کا وطن ہے)

اور غیب سے مراد اللہ ہے کہ جب تک آپ دل کو آرزو سے خالی نہ کرو گے خواہیں سے خالی نہ کرو گے خدا کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم نہ کرو گے، جب تک آپ واقعی خیر اختیار نہ کرو گے آپ کو غیب حاصل نہیں ہوگا اور غیب صرف اللہ ہے۔ باتیں غیب نہیں، تحقیق شدہ امور غیب نہیں ہیں، دراصل اگر جانا جائے، اگر سمجھا جائے تو تمام ایمان بنائے اللہ ہی کو چلتا ہے۔ اگر ہم ملائکہ کو غیب سمجھتے ہیں، اگر ہم بہت ساری دوسری چیزیں کو غیب سمجھتے ہیں، تو صرف اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ انکا

خائف فہم میں ہے اور میرے شیخ حضرت علی بن عثمان بھیرائی سے کسی نے پوچھا کہ اللہ ظاہر کیوں نہ ہو کیا تاکہ اہل دل کی مصیبت ہی ختم ہو جاتی ہو یا تاکہ اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا، پھر ایمان میں اختیار نہ رہتا، پھر کسی کو بحال نکار نہ ہوتی اور وہ دولت عیش و علم جو اللہ نے انسان کو دی تھی، اس کا شرف باقی نہ رہتا۔ اللہ نے تو اس لئے علم و عیش عطا فرمائے کہ آپ غور کرو، سوچو کچھ اور خدا کو سامنے نہ ہونے کے باوجود پیچہ تو اور اسے مانو۔ اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان مجبوری بن جاتا اور مجبوری کے باوجود بھی تو آپ خطا کے حامل ہیں۔ یہی کچھ حضرت آدم سے ہوا کہ حضور برہان ہوتے ہوئے بھی خطا ہو سکتی ہے تو پھر اس خطا کو کون معاف کر سکتا ہے؟ جب اللہ کے حضور میں آپ خطا کرتے ہیں، جانتے بوجھے ہوئے، نظری شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ اللہ کے احکامات کا انکار کرتے تو پھر انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو پوری پوری سزا ملنی۔ جہنم کو اللہ نے بخش دیا، ہمارے لئے کوئی صورت فرمائیں بخشنے کی۔

حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے، میں اس کو confirmed حدیث نہیں کہتا، اس لئے کہ شاید مشہد ترین احادیث میں اس کا وجود نہ ہو مگر جب ہمیں کسی موضوع پر اس کی شہادت مل جائے..... حضور ﷺ نے فرمایا کہ

”مَنْ سَمِعَ صَوْتَ أَهْلِ النَّصُوفِ فَلَا يُؤْمِنُوا أَعْلَى دُعَاءِهِمْ تُكُتَبُ لَهُ مِنَ الْعَافِلِينَ“
(جو اہل صوف کی دوائے، ان کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے وہ اللہ کے نزدیک ناظروں میں شمار ہوتا ہے۔)

یعنی جس نے اہل صوف کی، منائے تکب والے لوگوں کی آواز سنی اور ان کی دعا سنی اور اس پر آمین نہ کہا کیونکہ وہ غلط دعا تو کر نہیں سکتے، وہ آپ کی بہتری اور اخلاق سیکھنے دعا کرتے ہیں اور جس نے بھی یہ دعا سنی اور اس پر آمین نہ کہی تو اللہ نے اس کو ناظروں میں لکھ دیا۔

اب آئیے بڑے کمال صحابہ کی طرف..... سیدنا ابی بکر صدیقؓ نے جب وصال رسول ﷺ کے موقع پر خطبہ دیا تو اس میں ایک جملہ بڑا عجیب سا ہوا..... حضرت گری؟ یہ اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ عمومی لوگوں کی نظر میں شاید ان فقرات اور جملوں کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو اہل دل کے نزدیک ہوتی ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا

”مَنْ نَظَرَ إِلَى الْخَلْقِ هَلَكَ“

(جس نے مخلوق کی طرف نگاہ کی وہ ہلاک ہوا)

”وَمَنْ رَجَعَ إِلَى الْحَقِّ مَلَكَ“

(اور جس نے حق کی طرف نظر کی اور حقوق سے نظر چرائی وہ بادشاہ ہے۔)

وہ ملک ہے، وہ آقا ہے اور یہ تصوف کے بنیادی اصول ہیں کہ خلق کی طرف سے نظر چرائی اور صرف اللہ کی طرف توجہ مرکوز رکھنا، اپنی ذات کے لئے کسی قول کی آگاہی کو خندوش قرار دینا۔۔۔۔۔

اللہ اور رسول ﷺ اور پھر اصحاب کبار اور اب امام اہل بیت جناب محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ کا قول آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

”النُّصُوفُ خُلُقٌ فَفَعَلَ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي النُّصُوفِ“

تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے۔ تصوف غیر معمولی چیز نہیں ہے۔ اللہ اپنے اپنے بند، ذمہ دار اور اخلاق کو سنوارنے کا کام ہے۔ جس کے جتنے زیادہ پاکیزہ اخلاق ہوں گے، وہ اتنا ہی زیادہ صوفی ہو گا۔ اب آئیے بڑے اصحاب تابعین کی طرف۔۔۔ حضرت سعید بن المسیبؒ نے بڑی خوبصورت بات کہی، کسی نے ان سے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا حلال بتاؤ، جس میں کوئی حرام نہ ہو اور کوئی ایسا حرام بتاؤ جس میں کوئی حلال نہ ہو تو فرمایا

”ذِكْرُ اللَّهِ خِلَالُ كُلِّ شَيْءٍ فِيهِ حَرَامٌ“

اللہ کا ذکر وہاں تکی چیز ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

”وَذِكْرُ غَيْرِهِ حَرَامٌ كُلُّ شَيْءٍ فِيهِ حَلَالٌ“

(اور غیر کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔)

یعنی اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے کہ جس میں کوئی حرام کا شائبہ نہیں، اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں کوئی حلال کا شائبہ نہیں۔ یہ بات کسی ایمانی ظیفے کے اثر کے تحت تو نہیں کی جاسکتی۔ یہ بات تو وہی لوگ کریں گے کہ جن کو ہر چیز سے بڑھ کر صرف اللہ اور صرف خدا سے انس ہو گا۔ حضرت جعفر بن محمد صادقؑ کا ارشاد ہے

”مَنْ عَرَفَ اللَّهَ عَرَفَ عَمَّا سِوَاهُ“

(جس اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی وہاں سوائے کتا رہش ہو گیا۔)

خواتین و حضرات! ایک بات یاد رکھئے کہ اس سے مراد رہبانیت نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ اگر مسلمان صوفیا کبھی بھی رہبانیت کو مائل نہیں ہوئے۔ جتنی سخت محنتوں کے باوجود سیدنا شیخ عبداللہ درجیانیؒ حقوق کو چلنے، جتنی شدتوں کے باوجود ذوالپہ مبین الدین چشتیؒ اتنی ہی اتنی کو

لوئے ہیں۔ یہ تمام بزرگانِ اشراف، وہ تمام اشرافِ تصوف، دنیا سے جتنے ہیں۔ انہوں نے گریہ نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے اپنی کھائی ذات پر قابو پا لیا، جب انہوں نے اپنے آپ کو پاکیزہ اور صاف کر لیا تو خدا کے نزدیک یہ اولیاء میں شامل ہوئے اور جیسے پروردگار عالم نے فرمایا کہ میرے اولیاء کی تعریف یہ ہے کہ ”اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ“۔ جب ان کے دل خوف و حزن سے خالی ہو گئے تو پھر یہ حقوق میں آنا خوف و حزن بانٹنے کو آئے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے اپنے دل خوف و حزن سے خالی ہو گئے، اضطراب سے خالی ہو گئے، ماسوا سے خالی ہو گئے تو پھر ان لوگوں نے خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو لوگوں کے اندر بانٹا، لوگوں میں سکون بانٹا، اطمینان بانٹا، محبت بانٹی اور شرفِ ذات بانٹا اور خواہ مخواہ حضراتِ ائمہ برصغیر کی آپ مارتی دیکھ تو یہیں شاید صرف کچھ بزرگ مسلمان آئے تھے۔ آج اگر برصغیر میں آپ کون گنت اور کروڑوں مسلمان نظر آ رہے ہیں تو یہ فوجیوں کی وجہ سے نہیں ہیں، یہ عمارتِ گری کی وجہ سے نہیں ہیں، یہ محمود غزنوی یا غوری کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ان بندوں کی طرف سے ہیں کہ جنہوں نے اپنی محبتوں کا اظہار کیا، لوگوں سے اپنی شفقتیں برتنیں کہ ان کو ان کے سوا اور کسی دین میں سچائی نظر نہیں آئی اور یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں اسلام کے عروج میں آپ کو کسی سکہ بند سکول کا نام نظر نہیں آئیگا۔ جب بھی برصغیر میں اسلام کی مارتی لکھی جائے گی تو اس کی تبلیغ و رشد و ہدایت میں اولیاء اللہ کے نام آئیں گے، جس کا آغاز سید علی بن عثمان چوہدری سے ہوا اور انجام اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں۔ نور یہ ایک school of thought ہے جیسے آپ کے باقی school of thoughts ہیں، جیسے ہمارے ہاں دوحہ بند اور بریلی ہیں۔ یہ تو آپس میں لڑتے جھڑتے رہتے ہیں مگر تصوف کے سکول آپس میں لڑتے جھڑتے نہیں ہیں بلکہ کسی ایک کو اپنی کو اپنے اوپر زیادہ محیط کرتے ہیں۔ صوفیاء کے تمام سکول ایک ہیں، جیسے حضور ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے صرف ایک بات بتا دو جو مجھے دین میں کام آئے فرمایا۔ ”میں جھوٹ مت بولو“ کچھ عرصے کے بعد وہ آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ ایک جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے مجھے تو زندگی کی ہر برائی چھوڑنی پڑ گئی ہے۔ تو صوفیاء کا یہ طریقہ تھا کہ کوئی ایک بات اپنے اوپر لازم قرار دیتے اور پھر اس لازم بات کو ساری زندگی پکڑتے، خواہ ابوالحسن نوری ایسا رکھتا ہے ہوئے تھے۔ دوسروں سے ملنے

قربانی کرنے کے قائل تھے۔ جب ایک دفعہ بادشاہ وقت کے سامنے ان کی شکایت ہوئی اور ان کے قتل کا حکم ہوا، ان کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کے قتل کا بھی حکم ہوا۔ جب ان کے دوسرے ساتھی کو قتل کرنے گئے تو خوب نے آواز دی کہ اے بھائی! مرتے وقت ایک احسان مجھ پر کرو..... چونکہ یہ ساری کاروائی حکمران وقت کے سامنے ہو رہی تھی تو اس نے کہا کہ مرتے وقت تو انسان کی خواہش پوری ہوتی چاہیے، تو اس نے پوچھا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ ابوالحسن نورانی نے کہا کہ اس بھائی سے پہلے میری گردن کاٹ لو۔ بادشاہ ہوا تو ان ہوا، اس نے کہا: مرنے کا تو تم دونوں نے ہی ہے تو یہ کیا؟ ابوالحسن نورانی نے کہا کہ اگر میری زندگی کا ایک لمحہ بھی میرے کسی بھائی کے ایک لمحہ زندگی کے کام آجائے تو میری زندگی سنور جائے۔ بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو شکایت کرنے والے سے کہا کہ اتنے ایثار پیش لوگوں کے بارے میں تم اتنی غیبت کر رہے تھے تو ان کی جگہ شکایت کرنے والے کی گردن ماری گئی۔

خوب نے ابوالحسن نورانی فرقہ مایار یہ کہے شیخ ہیں۔ تصوف کی تعریف فرماتے ہیں
 ”التصوّف هموا الغوّية والفتوة“ یعنی تصوف آزادی ہے جس وہو اسے خواہشات کی غلامی سے اپنی جذباتی کیفیتوں سے، قبضہ نہا صبا سے اور یہ مراد آگئی ہے جنگ و جدل ہے خدا اپنے بر odd سے جنگ کرنے کا کام ہے۔ ”وَتَوَكَّلْ عَلَى الْكَافِرِ وَالشَّعَاءِ وَبَلَى الْكَلْبُ“ ہر تکلف کو ترک کرنے اور رسم و رواج سے آزاد ہونے اور دنیا کو دوسروں کے لئے چھوڑ دینے کا کام تصوف ہے۔ اپنے لئے دنیا کو رکنا صلاب شرع لوگوں کا کام ہے۔ دوسروں کے لئے دنیا کو چھوڑ دینا دل پریت کا کام ہے۔

ایثار کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ہے فرمایا میں اتنا بھوکا تھا کہ جب میں چٹا تھا تو لوگوں نے گمان کیا کہ میں نے نشہ کیا ہوا ہے۔ میں گرتا پڑا ہوا تھا۔ راتے میں مجھے عمرؓ ملے، تو میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ عمرؓ سے فریسن انسان ہیں، میرے دل کا حال جان جائیں گے۔ عمرؓ نے مجھے دیکھا تو ہنسے اور کہا ابو ہریرہؓ کیا حال ہے؟ کدھر جاتے ہو؟ اور میں مایوس ہو گیا کہ ان کو میری بھوک کا علم نہیں ہوا۔ پھر آگے گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ملے فرمایا آؤ قدم نیچے پڑے ہیں، نہ تو ہے مگر یہ نہ پوچھا کہ بھوکے تو نہیں ہو؟ تو میں بمشکل حضور ﷺ کے پاس پہنچا، مجھے دیکھ کر حضور ﷺ ہنسے اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ بہت بھوک لگی ہے؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو مال جانتے ہیں۔ فرمایا بھیرو! اتنے میں ایک شخص آیا،

وہ دودھ کا ایک کٹورہ لایا تو میرے دل میں قہار حضور ﷺ کو میرا علم ہے اور یہ دودھ آپ ہی میرے لئے ہے اور یقیناً حضور ﷺ یہ مجھے عطا فرمائیں گے مگر حضور ﷺ نے وہ نہیں دیا بلکہ اسی وقت چار مہمان آگئے اور حضور ﷺ نے پیالے پر ہاتھ رکھا اور وہ پڑھا تو آپ ﷺ حرکت کیلئے پڑھتے تھے، پھر پیالہ ایک مہمان کو دیا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں سخت مایوس ہو کر گونے میں بیٹھ گیا کہ میری تو گزارشات ہی کوئی نہیں دے گی۔ یہ کہاں دودھ چھوڑیں گے، پھر دوسرے نے پیالہ پھر میرے لئے اور پھر چوتھے نے کیا۔ جب چاروں مہمان پی چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ آؤ اور بتاؤ دل چاہتا ہے پی۔۔۔ تو ایک جیلے میں جو عرب بولتے ہیں۔۔۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اتنا دودھ پیا اتنا پیا کہ اس کی میرا پی پی میرے سانسوں تک پہنچ گئی اور پھر رسول کریم ﷺ نے سکر کر پوچھا کہ ابو ہریرہؓ یہ پیتا پھر گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور باقی ماندہ دودھ پیا۔۔۔ یہ جو دھوتا ہے اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینے کا نام ہے۔ ہم مسایین کے گلی کے رستے بند کر دیتے ہیں، ہم ان کے پانی بند کر دیتے ہیں مگر ابھر اصحاب کا یہ قول مبارک ہے کہ مسائلی کی اتنی شدہ یہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں تاکید کی کہ ہم ڈرے کہ نہیں یہ ہماری راہت تک میں نہ داخل کر دیتے جائیں۔ آپ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والے ہو۔۔۔

آپ کی کہتے ہو کہ طریقت کچھ نہیں آتی۔ طریقت تو تب کچھ آئے گی، ماں جب خدا کے رسول ﷺ کے الفاظ کو آپ اپنی زندگی میں معافی دو گے، جب ان کی قدر کو آپ زندگی میں مانڈ کر دو گے، تو تب طریقت کچھ آئے گی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک چھوٹے سے جیلے میں تصوف کو سمیٹا ہے فرمایا "التَّصَوُّفُ هُوَ الْإِتِّخَالُاقُ الرُّضْبَةُ" کہ پسندیدہ اور اچھے اعمال کا نام تصوف ہے۔

خواتین و حضرات! آپ دیکھتے ہو کہ آپ کو کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی، کوئی چیز ان کن بات نظر نہیں آ رہی۔ یعنی تمام بڑے سے لے کر چھوٹے صوفیاء تک صرف ایک بات پر agree کر رہے ہیں کہ اچھے اخلاق کا نام تصوف ہے، اچھے behaviour کا نام ایمان و قربانی کا نام تصوف ہے، مبرا لگی اور جمادات کا نام تصوف ہے، اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، بہت بڑے عالم، بہت بڑے عالم، حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں

”أَحَبُّ الْأَعْمَالِ الْإِسْلَامُ فِي الْأَعْمَالِ“

(مجھے اعمال میں سب سے اچھا عمل، خلاص لگتا ہے)

یہ خلاص وہ ہے کہ شیطان نے رب کریم سے دھوکا دیا اور کہا کہ اے میرے مالک و کریم! مجھے فرصت دے، میں تیرے بندوں کے دائیں سے آؤں گا، بائیں سے آؤں گا، اوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا۔ میں انہیں ہر طرف سے گمراہ کروں گا۔ خدا نے کہا، بے شک تیرا اور تیرے ساتھیوں کا حصہ عذاب جہنم میں لکھ دیا ہے مگر اتنی بات یاد رکھنا کہ تو میرے بندے کو کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا۔ ”الْأَعْبَادُ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ“ کہ جس کے دل میں میرے لئے ذرا میرا خلاص بھی موجود ہے تو کبھی اس کو گمراہ نہیں کر پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب کو دیکھا کہ صبح و شام عبادت میں غرق تھا اور اس کے بچاؤ کے کی لوگ مثالیں دیتے تھے تو میں نے اس سے پوچھا کہ اے راہب مقدس یہ تو بتا کہ خدا تک رسائی کی کون سی راہ ہے تو اس نے کہا، اچھا!

”لَوْ عَرَفْتُ اللَّهَ لَا عَرَفْتُ طَرِيقَهُ إِلَيْهِ“

(اللہ کو جانتے ہو اور اس تک پہنچنے کا رستہ نہیں جانتے۔)

اللہ تک پہنچنے کا رستہ وہی ہے جو خدا کا ہے اس کے رسول ﷺ کا ہے، ان کے مالی بیت کا ہے اور وہ رستہ ہے جو دیا اللہ تعالیٰ کا ہے تاکہ آپ لوگ بھی غم و غصہ کی ان کیفیتوں سے جیسے اللہ نے تعریف کی بچا دیا اللہ کی کمر سے بہترین بندے وہ ہیں جن کے دلوں سے میں نے fears اور frustrations اٹھائیں۔۔۔۔۔ ہاں، بے سکونی دلیا، کو بھی ہوتی ہے مگر یہ بے سکونی ان کی دنیا اور اس کی خواہش کی وجہ سے نہیں ہوتی، یہ بے سکونی اور بے چینی اور اضطراب اس لئے ہے کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی ایسی چیز مل جائے، کوئی قدم ایسا اٹھ جائے، کوئی خیال ہمیں ایسا نصیب ہو جائے کہ جو خدا کے قریب تر کر دے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے فرمایا

”الْمُسْكُونُ حَرَامٌ عَلَى قُلُوبِ أَوْلِيَائِهِ“

(کہ اللہ کے دیا، پر اللہ پہنچنے سکون حرام ہو جاتا ہے۔)

وہ ہر کوئی اسی سوچ اور فکر میں ہوتے ہیں کہ ہم کوئی نہ کوئی اور ایسا کام کر لیں جو خدا کی محبت اور رضا کے حصول پہنچائے قابل قبول ہو۔

حضرت چنیزہؓ کے استاد حضرت سری سقطیؒ نے بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی، وہ

بہت بڑے ولی زمانہ ہیں، اولیاء اللہ کے استاد ہیں، عجیب سی دنیا مانتے تھے، یہ دنیا آپ نے کبھی کسی نام اور دانش ور سے نہ سنی ہوگی۔ فرمایا

”اللَّهُمَّ مَهِّمًا عَلَيَّ بِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۚ فَلَا تَعْلِبْنِي بِهِ لَبَّ الْعَجَابِ“

(اے اللہ مجھے کسی بھی چیز کا خراب دنیا چاہے تو دنیا مگر ایک عذاب نہ دینا،

مجھے تپاں کا عذاب نہ دینا۔)

فرمایا کہ مجھے جو مرضی تکلیف دے مجھے قبول ہے مگر مجھے تپاں کا عذاب نہ دینا، اپنا آپ نہ مجھ سے چھپا کر رکھنا میری ذات نہ مجھ سے چھپا کر رکھنا۔ مجھے کشادگی ضرور عطا فرما، اور مجھے اپنی رحمت کا تپاں نہ دینا جس تجھ سے تپاں میں نہ چاہا جاؤں۔ باقی سارے تپاں مجھے قابل قبول ہیں۔
حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ صوفی تصوف کے دس مشہور آثار میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے بندگی کی راہ کا آغاز زاریعت اور عبادت سے کیا۔ و فرماتے ہیں
”عَمِلْتُ فِي الْمَجَاهِدَةِ ثَلَاثِينَ سَنَةً، لَمَّا وَجَدْتُ شَيْئًا أَشَدَّ عَلَيَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمِنَّا بَعَثَهُ“

(میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اس کی پیروی سے زیادہ کوئی چیز مشکل نظر نہیں آئی)
یعنی اپنی کئی ہوئی اور اپنی سوچی ہوئی بات پر عمل کرنا سب سے بڑا مشکل کام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدات فضول ہیں، تھرا و غرور و فخر اس وقت تک فضول ہیں جب تک کہ قول و فعل کے تضاد سے گریز نہ ہو۔

”لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (صف 2:61)

(تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔)

صوفیا ماوراء اہل طریقت کی جدوجہد اسی اصول سے ہے کہ وہ جو کچھ کہیں اس پر عمل بھی کریں۔

تصوف اور طریقت کی مثالی قرینہ بوسیدہ فضل اللہ کا یہ ارشاد ہے

”التَّصَوُّفُ قِيَامُ الْقَلْبِ مَعَ اللَّهِ بِلَا وَسْطَةٍ“

(تصوف دل کا اللہ کے ساتھ قائم ہونا ہے بغیر کسی واسطے کے۔)

یعنی تصوف اللہ سے دل لگانے کا نام ہے۔ حضرت ابو الحسن نورانی فرماتے ہیں

”التَّصَوُّفُ هُوَ الْحَرِيَّةُ وَالْقُوَّةُ وَتَرْكُ الْكُلْفِ وَالسَّخَاءُ وَبُزْلُ الْكُنْيَا“

(تصوف نام ہے نفس اور جبرس و ہوا کی تلاوی سے آزادی پانے کا باطن کے مقابلہ میں جرات و

مردانگی دکھانے کا، دنیوی تکلفات کو ترک کر دینے کا، اپنے مال کو دوسروں پر صرف کر دینے کا اور دنیا کو دوسروں کیلئے چھوڑ دینے کا۔ (اور پھر فرماتے ہیں

”الْصُّوفِيُّ لَا يَمْلِكُ وَلَا يُفْلِكُ“

(صوفی کے قبضے میں کچھ ہے نہ وہ خود کسی کے قبضے میں ہے۔)

نہ وہ کسی آرزو اور خواہش کے قبضے میں ہے نہ اس کی کوئی طبیعت ہوتی ہے نہ وہ کسی کی طبیعت ہوتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اللہ کا ہوتا ہے۔

حضرت معن فرمائی! ان بے شمار باتوں میں آپ مجھے کوئی ایک ایسی چیز بتا سکتے ہیں جو کسی پر اپنی نظر سے ادھار لی ہوئی ہو، کسی فلسفہ ایمان سے ادھار لی ہوئی ہو، کسی روغنِ فلسفی، کسی ارسطو و پیتاغوراس کی کوئی چیز نہیں۔۔۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے رخِ نظر بالکل clear، واضح اور روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

”الصفوی لا یوری ایمان فی غیر اللہ“

(صوفی وہ ہے جو دونوں جہانوں میں بجز خداوندِ ابدی کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔)

اتنی...! concentration، تامل و غور! اتنا دماغ کا مرتبہ نہائی! شیخ احمدی نے فرمایا

امرِ دُخُن نہ گفتہ باش

عیب و دُش نہ ہنہ باش

(جب تک مرد بات نہیں کہتا اس کے عیب و خیر پوشیدہ رہتے ہیں۔)

ہمیں اچھے کے مرتبہ، شخصیت کا اندازہ اس کے کلام سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی بہت حسین و خوبصورت شخص بھی کیوں نہ ہو، بہت اعلیٰ شخصیت بھی کیوں نہ ہو، جب تک اس کے منہ سے بات نہیں نکلتی، آپ اس کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور بڑی بڑی مایوسیاں اس وقت ہوتی ہیں جب وہ صورتوں کی اچھی آوازیں سننے کو اپنی زبان سے نکال کر کسی دیکھ لو۔!

ایک دفعہ ایک بہت بڑی مجلس میں ایک جوان رہنما مہیا تھا کہ ہر آنے جانے والے کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہاں لوگوں کے لیے بھی باعثِ حسد تھا اور عورتوں کیلئے بھی باعثِ رشک تھا، انتہائی خوبصورت شخص تھا، اس کی شخصیت بڑی پروکاری تھی۔ کلاماً سر و بہرہ تھا، وہ بول نہیں رہا تھا، ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ ایسی پراثر شخصیت! امانا، اللہ! سبحان اللہ! دل ہی دل میں اس سے غیرت بھی کما رہے تھے، جل بھی رہے تھے جب کلامِ ختم ہوا تو سوین ڈسٹر آئیں، جب ایک سوین ڈسٹر اس

کے پاس سے گزری تو وہ اچانک اچھلا اور گودا اور پولا آبابا میری ڈش آگئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا ڈش نارت ہو گیا۔ جن لوگوں نے اس کی شخصیت کا جتنا بھی تاثر بیٹا ہوا تھا، وہ دیکھتے ہی دیکھتے نارت ہو گیا۔ ثواتین و حضرات! ذہن سے جملہ نکلا ہے اور وہ ذہن اپنے جملے کی عکاسی کرتا ہے اور جملہ اس ذہن کے مرتبہ یا خلاق اور علم کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح یہ جملہ جو میں اب آپ کو سنارہا ہوں، اتنا خوبصورت ہے کہ جب بھی میں اس جملے کو پڑھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ کتنے اچھے ذہن سے، کتنا خوبصورت جملہ نکلا ہے۔

”الضَّافُّ صَفَّتْ الْأَحْبَابُ“

(کھانے والے اللہ کے محبوبوں کی مفت ہے)

”وَهُمْ شُعُوبٌ بِأَلَا شُعَابُ“

(اور مضافہ آفتاب ہے جس پر کبھی بادلوں کے مائے نہیں پڑتے)

صوفیاء کرام کے جب آپس میں مقابلے ہوتے ہیں، تو وہ بلا جھجکا کے نہیں ہوتے۔ حضرت جنید اپنے وقت کے امام تھے، ماہولیا، کسا ستادین، سیدالطافہ کہلاتے تھے، سید ججیر کے بھی استاد و شاگرد تھے اور سید عبداللہ درجیانی کے بھی استاد و شاگرد تھے۔ یہ سب جنید یہ سلسلے کے بزرگ تھے۔ حضرت جنید جیسے عظیم استاد حضرت ابو حفصؒ سے ملتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ مراد لگی کیا ہے؟ یہ جو لوگ اپنی اپنی مراد لگی کے دعوے کرتے پھرتے ہیں تو آپ بتائیے کہ مراد کی تعریف کیا ہے؟ جوں مردیٰ کیا ہے؟ ابو حفصؒ نے فرمایا

”الْفُؤَادُ عِنْدِي أَذَاءُ الْإِنْسَافِ وَتَوَكُّكَ مُطَالَبَةُ الْإِنْسَافِ“

(میرے نزدیک جوں مردیٰ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنا اور اپنے لئے کسی انصاف کا مطالبہ نہ کرے۔)

یہ ہے اصل جوں مردیٰ! ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ بھلا ایسا دل کا ہے کوئی کام جو اتنے مبرور و مذکور کا مالک ہو، جو اتنا رجو علی اللہ کا مالک ہو، جو اتنی حرمت و قدر کا مالک ہو کہ اپنے لئے کسی انصاف کا طالب نہ ہو مگر جو اس کے ذمے لوگوں کا انصاف ہے اسے پورا پورا ادا کرے۔

ثواتین و حضرات! کیفیات و ذات کی explanations میں کچھ اتنا ظاہری استعمال ہوتا ہے جن جو میں سمجھ نہیں آتے، اس لئے ہم ان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا

”الْأَخْوَإِلْ كَالْبُرُوقِ وَإِنْ يَتَقَىٰ فَتَحِلُّبُ الْقَلْبِ“

(خدا کی طرف سے آنے والے حوالہ کی بجائے کنڈے کی طرح ہیں اور جو باقی رہ جاتا ہے وہ

صدیٹ نفس ہے۔)

جو مستحق آپ کے اندر موجود ہے وہ صدیٹ نفس ہے مگر خیال فی کنڈے کی طرح، بجلی کی لپک کی طرح آئے گا۔ بعد میں حضرت شیخ ابوالدین سہروردی نے قرآن حکیم کے مطالعے کے وقت کیفیات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب ہم قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کوئی خیال فی اس طرح آتا ہے جیسے بجلی کا پکا پکا کنڈا۔ اگر ہم آگاہ نہ ہوں تو وہ بتا دے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور ہم دوبارہ اسی pattern of thought پر تلاوت کر کے غارٹ ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑے سے conscious ہو جائیں، تھوڑے سے آگاہ رہیں اور خیال فی کی گرفت کے قائل ہو جائیں، وہ جو بجلی کی لپک کی طرح ایک خیال فی آتا ہے۔ اگر ہمارے instruments of mind اس قائل ہو جائیں کہ ہم اسے capture کر لیں تو ایک کے بعد دو، دو کے بعد دس اور رفت رفت آپ اس حال تک پہنچ جاتے ہیں کہ یہ تجلیات برق دائمی ہو جاتے ہیں اور پھر آپ کے سینے پر الہام تراشہ شروع ہو جاتا ہے، اللہ کے معنی تراشہ شروع ہو جاتے ہیں پھر آپ قرآن عظمیٰ لوگوں کی طرح نہیں پڑھتے اور یہ برق آپ کے دل کا حصہ بن جاتی ہیں، جس کے بعد صدیٹ نفس کا اختتام ہو جاتا ہے ایک بزرگ نے ایک چھوٹی سی وضاحت فرمائی

مَنْ صَفَا الْعُتْبَ فُتُو صَافٍ وَمَنْ صَفَا الْعُتْبَ فُتُو صُوفِيٍّ

(جس کی محبت پاک و صاف ہے وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری

ہو وہ صوفی ہے۔)

جس نے صفا سے محبت کی، جس نے اصول سے محبت کی، جس نے خیال سے محبت کی، وہ نیک ہے صاف۔ تھرا آؤں ہے مگر جو خدا کی محبت میں غرق ہو گیا وہ صوفی ہے۔ یعنی صاف اور صوفی میں یہ فرق ہے کہ صاف قدر میں کھو جاتا ہے محبت میں، انصاف میں اور اخلاق میں کھو جاتا ہے مگر صوفی صاحب قدر میں کھو جائے گا، وہ اخلاق بنانے والے میں کھو جاتا ہے، وہ اللہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ حضرت علی بن ہندار جو نیشاپور کے ولی ہیں، فرماتے ہیں

النَّصُوفُ اسْفَاطُ الرُّؤْبَةِ وَلِلنَّحْقِ ظَاهِرٌ وَبَاطِنٌ

(تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن میں حق کی خاطر خود کو بند کیجئے۔)

اس لئے کہ نفس کی سب سے بڑی کمزوری اپنی self کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ہماری اپنی ذات کے ساتھ ہمدردی ہمارا سب سے بڑا نقص ہے۔ وہ شخص کبھی خدا کو نہیں پاسکتا جس کی ہمدردیاں اس کی اپنی ذات کے ساتھ ہوں، جو اپنے سے اُنس رکھے، اپنے کو مجبور کہے، اپنے کو مقلوم کہے، جس کو تضاد و رک کی ہر چیز کی جہنم محسوس ہو، وہ کبھی خدا کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ قبولیت صرف اور صرف اللہ کی ہے۔ زندگی کے دائرے گزرتے ہوئے اگر وہ شخص مہر کے مقام تک پہنچ جائے تو وہ صوفی ہے۔ جیسے حضرت بشر بن ماریٰ فرماتے ہیں کہ: فقر میں سب سے بڑا مقام مہر اور مہر اوڑھے مگر مہر بغیر علم کے نہیں ہے۔ قرآن اس کا اصول دے چکا ہے، جب مویٰ بار بار بے یحیٰں و بے قرار ہوتے تھے اور حضرت غفر کے کاموں میں دخل دیتے تھے تو غلک آ کر غفر نے کہا

”وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خَيْرًا“ (کہف : 68)

(اے مویٰ! تجھے مہر کیسے آئے؟ تجھے علم ہو نہیں)

علم سے مہر ہوتا ہے، جاننے سے مہر ہوتا ہے جن لوگوں نے خدا کو جاننے کی کوشش کی، اسکی قربت و مسابغی کی کوشش کی، وہی مہر والے اور وہی صوفی ہیں۔ فقیر و غنیس جو مال و اسباب سے خالی ہو، فقیر وہ ہے جس کا دل آرزو اور تنہا سے خالی ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہؒ کا فرمان ہے

”الْفَوْجِيَةُ الْغَرَاةُ عَنِ الطَّبِيعَةِ“

(اپنی طبیعت اور اپنی نفسی کیفیات سے پرہیز کرنا ہی توحید ہے۔)

حضرت حسن بصریؒ بہت بڑے استاد و عالم اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ انہوں نے دینی اور مجتہدوں کا ایک بڑا خوبصورت اصول بتایا۔ جو جوانوں کیلئے اس میں ایک سبق ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں

”اِنَّ ضَعْفَ الْاَشْرَافِ تَوَدُّتْ مَوْءِ الطَّنِّ بِالْاُخْيَارِ“

(مردوں کی محبت نیک لوگوں سے بدگمان کرو جتی ہے۔)

اگر آپؒ مردوں کی محبت کے کامل ہو گئے تو پھر آپؒ نیکوں سے بدگمانی کریں گے، اس لئے کہ بدوں کا کام غیبت ہے، بدوں کا کام شکایت ہے، اشرار کا کام ہاپنی جگہ چھڑا چھاڑی ہے۔ آپؒ کو

175

غنائی نے اگلی بیت میں سرپوری کر دی کہ ”نَحْنُ نُرِزُ فَيْضًا“ ہم ان کو رزق بھی دیتے ہیں، ان کو کھانا بھی کلاتے ہیں، عبادات میں بھی مصروف ہیں، ہر مایا رسول اللہ ﷺ نے کہ معرانی کی شب میں نے اپنے بھائی موسیٰ کو دیکھا جو اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اصل میں صوفیاء اور اہل طریقت کو تین حصوں میں بانٹا جاتا ہے۔ کچھ صاحب مال ہوتے ہیں، کچھ صاحب مقام ہوتے ہیں، کچھ صاحب نظر ہوتے ہیں۔ یہ مختلف درجات ہیں اور صوفیاء کا سب سے بڑا درجہ ماریفین کا ہے اور قول مشہور ہے کہ ”تمام عالم ماریف نہیں ہوتے مگر تمام ماریفین عالم ہوتے ہیں“۔ یہ دوری نہیں کہ عالم ماریف ہو مگر یہ دوری ہے کہ ماریف نہ ہو عالم ہو۔ یہ تصوف میں خدا کی پہچان کا سب سے بڑا درجہ ہے۔ صوفیاء کے قول کو سمجھنے پہلے بھی صوفیاء ہی کی منطق چاہیے، پوری تعلیم چاہیے، انداز فکر چاہیے۔

(جب خوف پر امید غالب آجانی ہے تو وقت میں غفلت واقع ہو جاتا ہے۔) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ امید، دنیا کی کسی توقع کو اپنے اندر مثال کر لے کر خوف ہر وقت کے احتساب کا نام ہے جو اللہ کی دوری کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ صوفیاء کی کسی general statement کو سمجھنے پہلے بھی ہمیں اللہ کی طرف سے اس خصوصی علیت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے یا اس تعلیم کو جاننا پڑتا ہے۔ جو اہل طریقت کی ہے۔ حضرت احمد بن ابی لجوارئ نے دنیا اور اہل دنیا کے بارے میں اپنی ولی غرّت کا اظہار اس طرح کیا ہے ”دنیا گدنی کا ڈھیر ہے اور کتوں کے بچے ہونے کی جگہ ہے۔ وہ شخص کتے سے بھی بڑا ہے جو اس پر ہم کر بیٹھ جائے، سنا اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر کے وہاں سے چلا جاتا ہے لیکن دنیا سے محبت کرنے والا اس سے جدا ہونا کسی مال میں بھی پسند نہیں کرتا اور اسے نہیں چھوڑتا۔“ بات تو انہوں نے بڑی معقول کہی کہ وہ چاہو تو جسے ہم بڑا بڑا جنت سمجھتے ہیں اس کی بھی نادانیت ہے کہ عین بھر کر اس جگہ کو چھوڑ جاتا ہے، مگر ہم دنیا دار ایسے ہیں کہ کسی حالت میں بھی دنیا سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے۔

حضرت گرامی! موت سے خوف اس کو آتا ہے جسکی belongings پیچھے بہت

ہوں؟ اب بھی کیوں دنیا سے چٹے چٹے ہو، بیماری لازم ہے، ویسے بھی آپ دیکھتے ہیں کہ خدا نے اب موت کو کتنا ارزاں کر دیا ہے وہ صلیب رسول ﷺ ہے کیسے پوری ہو رہی ہے کہ آج کے دور میں ظالم کو نہیں پتہ کہ وہ کیوں مارا جا رہا ہے، مظلوم کو پتہ ہے کہ وہ کیوں مر رہا ہے؟ نہ متحمل کوڑے کے کس کس چپے سے قتل کیا جا رہا ہے، نہ قاتل کوڑے کے کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے۔ کس قدر بے پروا ہے آج زندگی۔۔۔

میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے زمانے میں ہی مذہب میں یہ سب ہو رہا ہے مگر میں سید جیجر کا ایک ہزار سال پہلے کا یہ جملہ پڑھ کر حیران رہ گیا کہ ہمارے زمانے میں مسجدیں جنگ و جدل اور قتل و غارت کا گڑھ بن چکی ہیں۔ مذہب کے حالات اتنے اتر ہو چکے ہیں کہ مخالف علماء اور مخالف مذہبی لوگوں میں قتل و غارت اور آئے دن کا فساد مذہب انشل ہو چکا ہے۔ تب مجھے تسلی ہوئی کہ ہم یہاں سے گناہ گار نہیں بلکہ ہر زمانے میں یہ مذہبی لوگ آپس میں اسی طرح سر پھوڑتے چلے آ رہے ہیں لیکن اللہ کرے کہ کوئی زمانہ ایسا ہو کہ سب اختلافات سمٹ جائیں۔ کوئی صاحب قدر دلوں میں انصاف بھر دے، زندگی کا احترام بھر دے اور سب سے بڑھ کر محبت بھر دے۔ محبت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ لوگ جب کسی چیز کی بہتری کی مثال دیتے ہیں تو اس سے بہتر کی مثال دیتے ہیں، مگر محبت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی کسی بہتر سے مثال نہیں دی جاسکتی۔ محبت سے بہتر کوئی شے ہے ہی نہیں۔ اسکی کسی بہتر سے مثال نہیں دی جاسکتی، تو کوشش کریں کہ خدا ہمیں توفیق دے۔ ہمیں محبت اور خلوص عطا فرمائے۔ ہر اختلاف سے بڑھ کر ہم اپنے دامن میں اس کی انسانیت کا شرف سمیٹ لیں۔

حضرت ابو الحسن احمد بن نورانی ارٹا دہراتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک چیز بڑی قابل قدر رہوتی ہے۔

”أَعَزُّ الْأَشْيَاءِ فِي زَمَانِنَا شَيْئَانِ : عَالِمٌ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ وَعَارِفٌ يَنْطَلِقُ عَنِ الْحَقِيقَةِ“
میری دعا ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی ایسا ہو جیسے ابو الحسن نورانی فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور اس عارف سے جو حقیقت سے کلام کرے، لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

سوال: آپ کی حقیقت خنکر اور علامہ اقبال کی حقیقت خنکر میں کیا فرق ہے؟
میں نے اپنی کتاب کلام رکھا ہے اور علامہ نے اپنے شعر میں، آنے والی ایک آرزو کا کلام حقیقت خنکر رکھا ہے۔ خنکر کا مطلب ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ علامہ کہتے ہیں

سہمگی اے حقیقتِ خنجرِ نظر آہاں مجاز میں
کہ ہزاروں مجھ سے تڑپ رہے ہیں میری جیسی نیاز میں

علامہ کے اس شعر سے مراد ایک امید اور آرزوئے وصال ہے جو حقیقت سے ہے اور خدا نے
ذوالجلال سے ہے۔ میری حقیقتِ خنجر کا مطلب اس دور آخری سے ہے ذوالسبت مرحومہ
کے غاتے سے ہے اور نزولِ جناب یعنی سے ہے اور اس کتاب میں وہ تمام کچھ کچھ خیال سے
نقل کئے گئے کہ مسلمانوں پر جو ذوال اور اداسی کا بوجھ ہے، جو جناب ہمیں آج احساسِ کثرتی کا
درپیش ہے، اس سے ہم نجات پائیں، اور خدا اور اس کے رسول کے اعتبار کو زندہ کریں اور وہ اعتبار
یہ ہے کہ ہر حال میں اسلام کا اور مسلمانوں کو زمانہ آخر میں دجال اور اس کے حواریوں پر غلبہ حاصل
ہوگا۔

سوال: نفسیاتی اعتدال جسکی بدولت انسان ایک مارل social life گزارتا ہے اور وہ روحانی
اعتدال کہ جس کے بارے میں خدا کہتا ہے کہ میرے دوستوں پر کوئی خوفِ حق نہیں ہوگا۔ ان
دونوں میں کیا بنیادی فرق ہے؟ اور کیا روحانی اعتدال ایسے نفسیاتی اعتدال ضروری ہے جسکی وجہ
سے سوشلائٹ گزاری جاتی ہے۔

جواب: نفسیاتی اعتدال بنانا سائنس کا لوجی کا تعین کردہ پیمانہ ہے ہم نے normalcy کا
ایک انداز اور pattern مقرر کر رکھا ہے جیسے یہاں بہت سے احباب جمع ہیں اور اگر کوئی شخص
یہاں سے اچانک پھلانگ مار کر کھڑا ہو جائے اور چچا مار کر نعرہ بلند کرے تو یہ چیز سب کو چونکا
دے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ صاحب اعتدال سے نکل گئے ہیں، مگر یہ کوئی نہ دیکھے گا کہ تمام
حضرات جو یہاں موجود ہیں، کسی نہ کسی غم و غصہ، کا احساسِ محرومی کا، افسوس کا یا احساسِ نیاں کا
شکار ہیں، کیونکہ نفسیاتی اعتدال میں صرف خارجی value کو نظر میں رکھا جاتا ہے یعنی جب تک
کہ کوئی کیفیت ایسی نہیں ہو جاتی، اس پر abnormal کا فتویٰ نہیں لگے گا مگر اللہ جو بندوں کو
دیکھنے والا ہے ان کے اندر جھانکنے والا ہے، جس نے انسانوں کو بنایا ہے، اسکا اعتدال کا نظریہ ذرا
مختلف ہے اور اللہ کے نزدیک اعتدال یہ ہے کہ

”وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“

اللہ کے معتدل بندوں پر fears اور frustrations نہیں ہوتے، نفسیاتی اعتدال کے
باوجود ہر انسان fears اور frustrations کا شکار ہوتا ہے، مگر اولیاء اللہ تعالیٰ جب معتدل

ہو جائیں تو وہ خوف سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

سوال قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر آپ ﷺ کے بیٹے بھی پیدا ہوئے اس بات کی وضاحت کریں؟

جواب: آپ ﷺ کی اولاد پرینہ ہوئی مگر اللہ نے اپنی ملکیت ناپید سے وہ اولاد لے لی، اس لئے کہ ابھی کچھ مراحل ایسے تھے نبوت کے، جن تک ہماری آنکھیں نہیں جاتی تھیں، بہت سے مسلمان اپنے باپ سے محرم ہونے تھے، بہت سے مسلمانوں کو اپنے آپاؤ جداد سے منکر ہونا تھا، کبھی کسی شریف کا باپ پرکار ہوتا تھا، کبھی کسی پرکار کا باپ شریف ہوتا تھا۔ تو یہ averages صحیح نہیں مٹی تھیں تو اللہ نے یہ چاہا کہ محمد ﷺ کسی فرد واحد کے باپ ہونے کے بجائے پوری امت کے باپ رہیں۔ ان کی اولاد اس لئے لے لی گئی کہ ان کی کوئی خاص اولاد یہ دعویٰ نہ کرے کہ ہم ان کے بیٹے ہیں، بلکہ آج میں اور آپ بھی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ محمد ﷺ کے بیٹے ہیں، اس لئے قرآن نے یہ کہا کہ ”اے رسول ﷺ! میری یہاں امہات المؤمنین ہیں“ اگر ان کی یہاں امہات المؤمنین ہیں تو رسول ﷺ ہمارے باپ ہیں۔ یہ بہت بڑا شرف تھا کہ جو اللہ نے ہمیں رسول ﷺ کے توسط سے بخشا اور اس پر ہمیں اسکا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اگر کسی کا باپ خراب نکلا، تو اسے اپنے اس روحانی اور معنوی باپ پر نظر رکھنی چاہئے تو اسکی زندگی اتنا ملتا، اس سے کہیں بہتر گزارے، جو اب بزرگ رہی ہے۔

سوال حروف متعلقات میں حروف س۔ ع۔ ر۔ کی اس طرح وضاحت کریں کہ ان کی نمائندہ قوتوں پر مشتمل ہو؟

جواب: بہت سے لوگوں نے یہ سوال قابل قبول نہیں ہے اور یہ مخصوص معرفت کا سوال ہے مگر میں مختصر اصراف ایک کوئی آپ پر واضح کر دوں اور وہ joint کوئی ہے کہ ”مس“ صدق سے ہے کہ جیسے رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطاب صادق اور امین میں سے ہے تو صادق کے عنوان سے اب چونکہ کوئی دوسرا صادق اس مقام صدق کو نہیں پہنچ سکتا جہیٰ حضور ﷺ تھے تو اب ”مس“ اپنی اس اعلیٰ کوئی سے محرم ہو چکا ہے اب ”مس“ میں صرف گہری جذباتیت اور غدر ہے جی emotionalism اور stubbornss آپ کو بر ”مس“ میں ملے گی۔ دوسرا (ر) ہے۔ دراصل (رے) میں (ع) سے ہے جب ”رے“ اور ”میں“ اکٹھے ہوتے ہیں تو ”رع“ بنتا ہے جو قدیم مصر کی قوم کے دیوتا کا نام تھا اور فرعون مصر کی قوم خداوند ”رع“ (Raa) کی

پرستش کرتی تھیں اور خداوند ”رع“ (Raa) کی پرستش سورج کی ابھرتی ہوئی آگ کی طرح تھی۔ رے، عین کے ساتھ مل کر ابھرتے ہوئے سورج کی کرن کی طرح ہوتا ہے۔ ”رے“ رسالت کی ہے، پیغام رسائی کی ہے اور اگر ”رے“ علم حاصل نہ کرے تو جس ہے اور نواہت ہے۔

سوال: آپ کے پیغمبر میں مصوف کی حقیقت بیان ہوئی مجزعات اور ان کے extra استعمال کی بات نہیں ہوئی براہے ہر پانی مجزعات کی حقیقت اور limit کا تعین کریں؟
خواتین و حضرات! اللہ نے رسول ﷺ کے مجزعات اور علم کے درمیان فیصلہ کرنا تھا اور پرانے زمانے میں علم کم تھا، لوگ نادار و سرگرداں پر زیادہ یقین رکھتے تھے اور کسی پیغمبر کے اعتبار کا معیار رُخِ نبوت پر تھا۔ مجرے کو کہتے ہیں رُخِ نبوت، یعنی ایسا واقعہ جو عجیب و غریب ہو، حادثہ میں نہ ہو، اسلئے پرانے لوگوں کا match جب پیغمبروں کے ساتھ ہوتا تھا تو مجزعات کے ذریعے خدا اپنے پیغمبروں کی سچائی کو ثابت کرتا تھا۔ جب حضرت دانیال اور ان کی قوم بخت نصر کے زمانے میں قیدی ہوئے تو اس قوم کو قید سے چھڑانے کیلئے اللہ نے بادشاہ کو ایک خواب دکھایا۔ بادشاہ نے تمام سیانوں کو جمع کیا اور شرط یہ رکھی کہ خواب بھی بتاؤ اور تعبیر بھی بتاؤ۔ اب تعبیر بتانے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر خواب کون بتائے؟ تو پھر اسے suggest کیا گیا کہ بخواسرائیل میں ایک دانا، ایک نئی ہے، اسکو دیا جائے تو بتا دے وہ جواب دے۔ جب حضرت دانیال کو دیا گیا۔ تو حضرت دانیال نے اللہ سے فریاد کی کہ اے مالک الملک میں تعبیر تو دے سکتا ہوں خواب کہاں سے بتاؤں گا۔ تو حضرت عبرائیل آئے اور انہوں نے تعبیر بھی بتائی اور بادشاہ کا خواب بھی بتایا۔ حضرت دانیال کا یہ معجزہ بخواسرائیل کی رہائی کا باعث بنا۔ یہ ایک عجیب و غریب واقعہ بخواسرائیل کا ارش مقدس کو دوبارہ لوٹنے کا سبب بنا جو کہ پیغمبر کے معجزے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

پیغمبر کا معجزہ جبلاہ کیلئے ایک مضبوط ترین دلیل بنتا ہے۔ یہ دلیل کچھ اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ خدا کو ماننا ہر حال ہے، اس لئے کہ کسی کے پاس اس کو ماننے کی دلیل نہیں ہوتی مگر ایسی طرح کسی پانی کا دودھ بن جانا بھی ہر حال ہے، چاند کا دودھ بن جانا بھی ہر حال ہے، لوگ پہلے ایک عجیب و غریب شرط رکھتے اور پھر مانتے۔۔۔ معجزہ نبوت کی دلیل بن جاتا ہے اور اگر پانی، دودھ بن جائے تو وہ شخص یہ یقین کر لیتا ہے کہ اگر یہ غیر معمولی واقعہ ہو سکتا ہے تو غیر معمولی وجود بھی ہو سکتا ہے تو معجزہ و دراصل بذات خدا کی دلیل ہوتا ہے مگر رسول کرام ﷺ کو اللہ نے چونکہ جمعی

طور پر دخیل غالب دے کر بھیجنا تھا۔ زمانے کی ایک تہی جنت اور علی شامت دیکر بھیجتا تھا و حضور ﷺ کے اہل کائنات ہجرات کے بارے میں مارل رہے۔ پیغمبر کی حیثیت میں اور شخصی حیثیت میں تو ان کے ہجرات بہت ہوئے مگر علی حیثیت سے ایک ہی ہجرت کا عمل اور آخری تھا اور وہ قرآن ہے جو خدا کا کلام ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی اور سب سے بڑا ہجرت یہی قرار پایا کہ جب سے قرآن آیا، اب تک یہ محفوظ ہے۔ اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوا اور زمانہ قیامت تک اس قرآن میں کوئی تصرف نہیں کر سکے گا۔ باقی ہجرات تمام پیغمبروں کی مارل کیفیات ہیں اور جب پیغمبر گزر جاتے ہیں تو اولیاء کی کرامات ان کے مارل تصرفات ہو جاتے ہیں۔

سوال: ہسپانیہ (سپین) پر مسلمانوں نے چار سو سال سے زیادہ حکومت کی تھی لیکن اب وہاں پر ایک فیصد مسلمان بھی نہیں۔ کیا ان سالوں میں کبھی کوئی صوفی یا ولی وہاں پیدا نہیں ہوا اور کیا سچ ہے کہ وہاں پر مسلمان یہ سائنیت کی طرف راغب تھے؟

جواب: زوال آتے ہی اس وقت ہیں جب کوئی صوفی نہ رہے، اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا شخص موجود رہے گا۔ اور سپین میں ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ جب سپین میں مسلمانوں کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دعا و برکت سے دو سو سال تک پھر قائم ہو گیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر سلطنت مٹنے لگی تو پیر اسلام محمد بن احمد انصاریؒ کی وجہ سے دو تحریکات المواعین اور اہل تین شروع ہوئیں جنہوں نے پھر سپین کا زوال روک دیا۔ تیسری مرتبہ جب زوال شروع ہوا تو اختار اور افتراق اس درجے کا تھا کہ خدا کا کوئی ولی اس وقت اس ملک میں موجود نہ تھا بلکہ ایک عورت ولی تھی بلکہ سچ پوچھو تو تاریخ کے اس آخری واقعہ میں مجھے ابو عبد اللہ کی بیوی عائشہ بہت بڑی ولی لگتی ہے کہ جب ابو عبد اللہ، حاکم غرناطہ Fardinanse سے مصالحت کے بعد غرناطہ چھوڑ کر نکل رہا تھا تو ایک نیلے پر کا اس نیلے کو آتے بھی The last sigh of Moors (مور قبیلہ سواروں کی آخری آہ) کہتے ہیں، وہ بلدا اب بھی سپین میں موجود ہے۔ اس نیلے پر کھڑے ہو کر اس نے غرناطہ کو پیچھے مڑ کر دیکھا اور رونپا تو اس کی بیوی عائشہ جو اسکے ساتھ تھی اس نے کہا کہ جس ملک کو تم مردوں کی طرح لڑ کر نہیں بچا سکے، اس پر عورتوں کی طرح آنسو کیوں بہا رہے ہو، تو میرا خیال ہے کہ اس وقت عائشہ ہی ولی تھیں۔

سوال: دنیا میں انسان کے تمام اعمال کیا اس کے اختیار کردہ ہیں؟
 جواب: سب سے پہلے تو آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔ اگر کسی بڑے سے بڑے دانش ور کو بھی ساتھ لے لیں تو جب بھی کچھ ایسی رکاوٹیں راستے میں آ جاتی ہیں کہ اپنی قدر کا اعلان کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ فرض کریں کہ جب میں اس دنیا میں آیا تو میرے پاس کوئی choice نہیں تھی۔ یہ ایک تجربہ یہ سنا تھا تھا۔ میں کسی قدر کا مالک نہ تھا۔ دنیا کا کوئی انسان اس تجربے آزاد نہیں ہے۔ میری کوئی condition میرا "اختیار نہیں تھی میرے ماں باپ، میرے بہن بھائی، میرا ماحول، میرا اختیار کر رہے تھے۔ پھر وہ جس تک میرا کوئی اختیار نہ رہا۔ باقی جس کے بعد اگر مجھے چاہا تو میں یہ دعویٰ شروع کر دوں کہ اپنے اختیار کا میں خود مالک ہوں تو کبھی اجتماع نہ ہوا۔ فرض کریں کہ اگر کچھ عرصے پہلے میں اپنے اختیار کو مان بھی جاؤں تو جب پھر وہ میں جس چیز پر غور کرنے اور دنیا نے مجھے رہائز کر دیا اور میں کام کاج کے قابل نہ رہا تو اب وہ اختیار کہاں گیا؟

اصل میں یہ تمام facilities جو مجھے دنیا میں دی گئیں یہ میری اپنی اختیار کردہ تھیں بلکہ یہ سب سہولتیں مجھے اللہ نے دیں۔ ان کو facilities of protocol کہتے ہیں۔ اس سے کسی کو گریز نہیں۔ اللہ نے عقل و معرفت دے دی، اعمال دینے، رزق حسین کر دیا، بیوی بچے دے دیئے، ستر سال دے دینا اور کیا کہ زندگی سے گزر رہے ہوئے میرا "ایک کام کرتے آؤ۔۔۔ وہ ایک کام کیا ہے؟" اِنَّا هَلَكْنَا السَّبِيلَ اِنَّمَا خَابَ كَوْنُا وَ اِنَّمَا كُنْهُوَ اِنَّمَا (الدھر: 3) یہ سب کچھ میں نے تجھے اس لئے بخشا ہے کہ زندگی کے تواتر سے گزرتے ہوئے فیصلہ کر کے آؤ کہ مجھے مانتے ہو یا میرا "نکار کرتے ہو۔ وہ زندگی میں آپ سے یہ نہیں پوچھے گا۔ اعمال سے کوئی جھڑا نہیں، جو چاہے کرتے رہو، مگر جب قبر پر پہنچو گے تو یہی سوال repeat کیا جائے گا۔ مَنْ رَبُّكَ (تمہارا رب کون ہے؟) پھر ایک رعایت دی جائے گی مَنْ رَبُّكَ (تمہارا ربی کون ہے؟) چلو اگر خوف سے نہیں تو محبت سے اپنے رسول کو تو جانتا ہی ہو گا، اگر جانتا ہو گا تو کلمہ پورا آجی جائے گا۔ "جس نے اللہ کو اللہ پایا اور مجھے نبی پایا تو اس کے ثون اور گوشت پر اللہ نے آگ حرام کر دی" (حدیث نبوی ﷺ) یہ سارا پرہیزگاری، یہ ساری facility۔۔۔ ضمانت اور عقل و شعور کا استعمال اللہ کے اقرار پہلے ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے مقدر کی اور کوئی حیثیت نہیں، مقدر تو قبر کے بعد ہے۔۔۔ آپ غور کرو کہ ستر سال مقدر ہے یا ستر بلین سال مقدر ہے۔ اسی مصیبت کو

آپ مقدر کو جس کو رسول ﷺ نے کہا: ”الدنيا جن المومن“ یہ تو قید مقام ہے، قید زمان ہے، قید حالات ہے اور اس میں ہم اس لئے گھرے گئے ہیں کہ خدا کو آزمائش متصور تھی۔ خدا نے کہا کہ خیر و شر دونوں آزمائش ہیں۔ ان آزمائشوں سے گزرتے ہوئے خیر کے کبیر سے بچتے ہوئے شر کے افراط سے بچتے ہوئے ہمیں ایک اقرار و وفا کے ساتھ قبر میں پہنچنا ہے۔ قبر جو Gate way of galaxies ہے، قبر معمولی جگہ نہیں ہے، ڈراؤنی جگہ نہیں ہے خوف و ہراس کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں آپ کے پاسپورٹ پر stamp لگے گی کہ یہ بندہ خدا ہے، یہ تابع رسول ﷺ ہے۔ یہ اللہ کا بندہ ہے، یہ محمد ﷺ کا امتی ہے۔ جب فرشتہ پوچھے ”مَنْ رَبُّكَ“ تو آپ کو چھوڑ دو! صبح تمام تو اسی ایک اللہ کی یاد میں رہا۔ تو کون ہے مجھے پوچھنے والا۔ پھر پوچھا مَنْ نَبِيُّكَ کہا جسے زندگی میں سب سے بڑا حکم چاہا، تو اسنا مجھ سے پوچھتا ہے اس کے لئے کتنا آسان ہوگا، یہ کہنا

لا اله الا الله محمد رسول الله

الفضل الذکر لا اله الا الله

An Approach to Quran

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلٰتِكَ وَاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِلٰتِكَ وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

خوانین و حضرات! میں اس موضوع پر ایک کتاب پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ میں approach سے یہ مراد لیتا ہوں کہ قرآن کی رو سے ہم مسلم ہیں مگر قرآن ہی کی رو سے ہم مجرم بھی ہیں کیونکہ ایک کتاب پر حتمی یقین رکھتے ہوئے بھی اور اسے زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ جانتے ہوئے بھی ہم اس کی proper evaluation نہیں کرتے۔ یہ وہ واحد کتاب ہے جو ہمارے کمروں میں جزدانوں میں لپی ہوئی مقدمات کی حامل رہی مگر آج تک اس کی proper evaluation نہیں ہوئی۔

خوانین و حضرات! اگر بہت سے عالم و دانش ور اپنی تحریر و تقریر سے اور اپنی کتابوں سے آپ کو معزز کرتے ہیں sciences میں اور arts میں ان کی evaluation کرتے ہوئے آپ کچھ نہ کچھ بڑے ماموں تک پہلے جاتے ہیں اور کبھی کسی صدی کو آپ لاؤڈ بریڈر ریل سے منسوب کرتے ہیں، کبھی صدی کو آپ آئن سٹائن سے منسوب کرتے ہیں۔ کبھی کسی حقیقت کے ادراک کا credit آپ watson کی double helix کو دیتے ہیں اور یہ عقیم ان تجربات کو حاصل ہے جو آپ کی تہذیب اور آپ کے کاروانِ حیات کو آگے بڑھانے میں عقیم تر سبب بنائے گئے ہیں، جن کی پیچیدگی سے آپ کا دور تمدن اور آپ کی ترقی وابستہ ہے، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ان سارے intellectuals کو compare کیا جائے تو کیا یہ سب وہ لوگ نہیں ہیں جو تحقیق شدہ ہیں، حقوق ہیں؟ چاہے وہ خدا کو مانیں یا نہ مانیں، مگر ہم سب اس سرزمین پر اس life belt پر، اس جہانِ کائنات کی جگہ

پر (پوری کائنات میں ہمیں کہیں اور زندگی نظر نہیں آتی۔) کسی بیرونی ذرائع سے تحقیق نہیں ہو سکتی۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تحقیق کا یہ بند صندوق، یہ زمین ہی ہے جس سے ہم پیدا ہوئے ہیں، مگر کیا عجیب بات ہے کہ ان کو جاننے والے حکیم کو دینے والے عقل کو تحقیق کرنے والے انسان کی زندگی کا حاطہ کرنے والے، جبر و قدر کے خالق، عظیم تر اللہ کو ہم evaluation میں کوئی proper جگہ نہیں دیتے۔

اگر آج ہمارے پاس sciences ہیں، arts ہیں، ہر علم کی ایک ترتیب اور ترجیح مقرر ہے، کہ یہ فلاں آدمی، فلاں سائنس کا بانی ہے، اور اس نے اس علم کو آگے بڑھایا ہے اور یہ بہت بڑا نام ہے، مگر اس پوری کائنات کی وضاحت کرنے والے اور سب چیزوں کے خالق و مالک اللہ کی اس کتاب کو ہم کتنی بری طرح evaluate کر رہے ہیں۔ We think about the Quran as a decadent book of stories of past? ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ساطیر الاولین ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ زمانہ قدیم کی کتاب ہے جس کا تبار سے دور مانا سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ طوفانی کتاب نہیں ہے، یہ عقل و دانش کو راستہ نہیں دکھاتی ہے، اس کتاب کا تو صرف ایک مقصد ہے کہ جب تم guilty feel کرو، جب تم escape ڈھونڈو، جب تم اپنی ضروریات اور مسائل زندگی سے پرہیز نہ کر سکو، جب تم بارے دلوں میں خوف اور وحشت کے آسیب چھا جائیں، جب تم ہر دلوں کی طرح زندگی کے مسائل سے بھاگو، تو چند آیات قرآنی کی رہی طور پر بتاوت کر کے اپنے دل کو تسلی دو اور اپنے مسائل سے نجات حاصل کر لو۔ یہ وہ جزم ہے جو صبح مسلہ مسلسل..... اور مسلسل سہرا انجام دے رہی ہے۔ اگر خدا عالم ہے، خدا نے انسان کو علم دیا ہے، خدا نے کائنات اور زندگی بنائی ہے، وجود انسان کو تحقیق کیا ہے، اس پورے process کو اس نے ایک ماسٹر پلان میں سمیت کر لوٹ محفوظ کیا ہے۔

”وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْأَرْضِ إِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا“ (ہود 6:11)
زمین پر ایسا تو کوئی، ذی حیات نہیں ہے۔۔۔ نہ چوٹی، نہ گھونٹا، نہ باجی، نہ بندہ، کہ جس کا رزق ہم پر نہیں ہے۔

”وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرُّهَا وَمُسْتَوْدَعُهَا“ (ہود 6:11)

اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا قیام کہاں ہے، اور طعام کہاں ہے۔

اس اللہ کا اسم ”جبار“ سے متعین ہوتا ہے جبار کا مطلب ہے ”جوڑنے والا“ جس نے کائنات کو space کو time میں جوڑ رکھا ہے اگر Time and space کو کوئی جوڑنے والا نہ ہوتا تو آپ یہاں نہ ہو..... میں یہاں نہ ہوں..... راہز روہ نہ ہوں..... رستے وہ نہ ہوں..... مسافر وہ نہ ہوں اور ہم بکھری بکھری ان بے شمار کائناتوں میں آوارہ گرد سیارچوں کی طرح کبھی منزل متھو دیکھ نہ پھٹ پائیں۔ یہ وہ ”جبار“ ہے جس نے زمانہ و مکان کی ساختوں کو آپس میں weld کر رکھا ہے جبار کا مطلب سختی کرنے والا نہیں ہے جبار کا مطلب ہر لحاظ زمانہ کو اک مقام زمین میں سینے والا اور اس کو ترتیب دینے والا ہے اس خداوند کریم نے زندگی سیکھنے، آخرت سیکھنے معاملات سیکھنے، ہوش و خرد سیکھنے، توانائی سیکھنے، معاشرتی اقدار سیکھنے، ہمیں ایک manual دیا ہے and that manual is the Quran. آپ نے زندگی کے کسی معاملے میں درستی و عمل سے کام لیا ہو، درستی و فکر و ذہن سے کام لیا ہو تو اس سیکھنے قرآن آپ کو رہنمائی دیتا ہے۔ یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو آپ کو عقیدہ پر آمادہ کرے۔ That is a book of inquiry قرآن کتاب تحقیق ہے خدا اس بندے کو پسند ہی نہیں کرتا جس میں شک نہ ہو۔ جس میں حقیقت و جستجو نہ ہو۔ seculars کا تہلیل مارقا نہ اسے پسند نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب نہیں ہے جو بزدلانہ تصادم فکر سے بچنے کی تسکین کرے۔ یہ challenging book ہے۔

مجھے تاؤ تو سی کہ آپ قرآن کو کس آیت سے شروع کرتے ہو؟ کیا خدا کو نہیں معلوم کہ ابتدائے کائنات کیسے ہوئی تھی؟ کیا خدا کو نہیں معلوم کہ انجام کائنات کیسا ہے؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ جو روز اقل سے آپ کو زندگی کا شیعہ دل دینے والا ہے جو زمانہ آخرت تک آپ کو زندگی کا شیعہ دل دینے والا ہے وہاں کیسویں صدی کا کوئی علم نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ آئن کے ماڈرن Sky scrappers اور escalators کی غلامی کا اسے کوئی علم نہیں ہے؟ آپ کا یہ خیال ہے کہ اس جدید دنیا جدید ذہن کے scepticism کا اللہ کو کوئی علم نہیں ہے؟ اللہ تو اپنی کتاب کھول ہی sceptical answer سے ہے۔ آپ بڑے ذہین ہو، ماں۔ بڑے دانش ور ہو، ماں۔! اپنے آپ پر موجود زندگی کا بڑا ماز ہے ماڈرن ہو، ماں۔ کتنے جدید ہو چکے ہو؟ کتنے بڑے دانش ور ہو چکے ہو؟ کیا ذہن میں کوئی ایسا سوال ہے؟ کیا تم اپنی بساط سے بڑھ کر بھی کوئی question رکھتے ہو؟ کیا physical سے

metaphysical question رکھتے ہوئے کیا معمولی psyche سے لے کر کوئی para-psychic وجود رکھتے ہوئے کوئی سوال ہے جو زمین و آسمان میں جہیں تک کر رہا ہو، جہیں پریشان کر رہا ہو، جہیں تجسس میں ڈال رہا ہو، خیال ہو کہ اسکا جواب کبھی نہیں ہے، کوئی شک پر اٹھایا ہو، حقائق کے بارے میں، تو خدا وجد کر میٹھا مانتے ہیں کہ ”الہم..... بھلا سوچو تو کسی کون ایسا وجود ہی کر سکتا ہے کہ کتاب شروع کرنے سے پہلے ہی کہہ رہا ہو

”الہم۔ ذلک الکتاب لا یزب فیہ (البقرة 6:6)

(یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔)

اگر شک ہے تو نکالو.....! کوئی تجسس ہے تو آگے بڑھاؤ.....! کچھ کر دو تو کسی.....! خدا کے حضور آؤ تو کسی.....! مگر خدا کے حضور کوئی ان پر نہ نہیں آ سکتا، لایم نہیں آ سکتا۔

عقل دینے کے بعد انسان میں شعور پیدا کرنے کے بعد، اعلیٰ عقل و شعور کی افزائش کے بعد، اللہ کو سب سے زیادہ بری بات کسی انسان میں یہ یقینی ہے۔ کہ وہ غور و فکر نہ کرے، تجسس نہ کرے، جستجوئے علم نہ کرے، تاثر و حقائق نہ کرے۔ پر وہ گناہ فرماتے ہیں

”إِنِّي خَشِئْتُ الْمَلَأَاتِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِینَ لَا یَعْقِلُونَ“ (انفال 22:8)

(بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جو بے عقل، گونگے ہیں اور عقل استعمال نہیں کرتے۔)

اللہ نے انہیں انسان نہیں کہا بلکہ انسانوں کو جانور کہا اور اس لئے کہا کہ وہ عقل و شعور استعمال نہیں کرتے۔ اللہ کہتا ہے کہ تمام جانوروں میں سے بدترین جانور تو وہ انسان ہیں جن کو میں نے Instrument of justice دے دیا، تحقیق و علم دے دیا اور پھر بھی وہ اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات پر گرتے ہیں، پھر بھی مسجد کے منار کی طرح، کوڑھ، ذوق، کوڑھ و شتم، چکا دڑوں کی طرح روشنی کے سیلاب میں اٹنے لگے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ میری کتاب کا مطالعہ کریں گے؟ کیا یہ مجھے جاننے کی کوشش کریں گے؟ میں نے انسان کو شعور صرف ایک وجہ سے دیا تھا۔ یہ امانت بڑی امانت تھی، اگر میں پیرازوں کو سونپ دیتا تو وہ عقل مند نکلتے، اگر بندروں کو نصیب ہوتی تو زمین Planet of apes بن جاتی، اگر میں یہ چیونٹی کو دے دیتا تو خلاق زمین ہو جاتی، مگر جس کو میں نے دی، اس کے ساتھ اس کا مقصد بھی بتا دیا۔ میں نے کہا کہ دیکھو اسے انسانو! تم بیکار محض تھے تمہارا وجود ہی کوئی نہ تھا، تم singular cell کی

حیثیت بھی نہ رکھتے تھے۔ تم کہیں کافی میں، کہیں algae میں، کہیں گندہ میں الجھا ہوا ایک ایسا ذرہ، حیات تھے جس کی کوئی حیثیت نہ تھی، جس کی کوئی شناخت نہ تھی اور جسے میں نے تلاشت کی تباہیوں میں رکھ چھوڑا تھا۔ ذرا غور کریں کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے

”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ اللَّيْلِ لَمْ يَكُنْ خَبِيرًا مَّا يُكْوِّرُهُ“ (الدھر 1:76)
(بے شب آؤں پر ایک وقت گزرا کہ کہیں اس کا کام بھی نہ تھا۔)

اے بیوقوف... اے کوزہ ذوق... اے کم عقل انسان... تجھے کیوں نہیں سمجھ آتی کہ تو تو ۴۱ مل ذکر شے تھا تو اس ۴۱ مل نہ تھا۔ کسی Chronical of History میں آ۴۱ تیری کوئی تاریخ کشد ہلکی نہ پاتی۔ تیرے جوہر کی باقیات کا بھی زمانے میں کوئی ذکر نہ ہوتا، پسینہ دیکھ! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

”أَنَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَفْشَا“ (الدھر 2:76)

میں نے تجھے قحوطہ نطفے سے پیدا کیا شروع کر دیا۔ کبھی تو amoeba تھا، Paramecia تھا۔ میں نے عنایت فرمائی، میں نے چاہا کہ اس کتے، اس حقیر شے کو بزرگ تر کر دوں، خلافت ارض دے دیا، بخشوں تو میں نے تیرا نطفہ قحوطہ کر دیا۔ مگر ابھی کہاں...؟ ابھی میں نے تجھے کچھ اور بھی دینا تھا... ”بُشَلْبُ“... ”جب آؤا نش آگے بڑھائی چاہی تو تجھے ساعت بخشی، بصارت بخشی، وجود بخشا، انسان عمل کیا۔ کہاں وہ Homo sapien جو آج سے اتنی کروڑ سال پہلے درختوں پر بونٹائی چلتا تھا۔ اپنے چچا زاد، چچے سے بہنیں سے ملتا جلتا تھا، apes کی طرح تھا، کہاں وہ apes جنکے ذہن کی گنجائش بمشکل 350mm³ تھی اور کہاں یہ انسان... جو 1000mm³ کا brain رکھتا ہے... پھر جب اس کی یہ حالت ہوئی، جب یہ بڑا ہوا، انسان کی شکل نکل آئے گی، Homo sapien ہوا، تو خدا نے کہا، کہ اب تجھے میں نے ایک فرض سونپا ہے۔ غلطی نہ کر بیٹھا، ترجیحات اقمس نہ کرنا...! اے بندگان خدا...! ساری تحقیق ایک وجہ سے ہے، ساری ہدایت ایک وجہ سے ہے، ساری زندگی ایک وجہ سے ہے، تمام عزت و حرمت ایک وجہ سے ہے، اس طرف انکساف اس وجہ سے ہوا، اس طرف انکساف اس وجہ سے ہے...

”إِنَّا خَلَقْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّمَا جَاءَكُمْ وَأَمَّا تَكْفُرُوا“ (الدھر 3:76)

(یہ تمام عقل و شعور اس وجہ سے بخشا ہے کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا "نکار" کرو۔)

دیکھئے! وہ کہتا ہے استاد ہے کہ تیر نہیں آیا، دماغوں کو پابند سلاسل نہیں کیا، عقل کو کبھی احساس بندش نہ دیا، بڑے استاد کی بڑی باتیں ہیں۔۔۔ "آٹا روٹو ابد دے دے، زندگئی دے دی اور آخر کار ایک پورے کا پورا سان آزاوی کا دے دیا اور کہا کہ جاؤ۔۔۔! بڑا جتن، سا کام ہے۔ اس برایت، علم اور شعور کو استعمال کرتے ہوئے چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا "ٹکار کر دو۔"

یہ قرآن ہمیں اس علم و معرفت کی Evaluation دیتا ہے، اس عقل و معرفت کو رستے دکھاتا ہے، اگر آپ نے دانش ور ہونا ہے تو دنیوی سطح سے آگے بڑھنا ہوگا۔ تمام دنیوی عقل و شعور local ہے اور اس دنیا تک محدود ہے۔ اس دنیا سے نکلنے پھیلنے Meta physical اور اہلہ الطبیعات کو پانے پینے آپ کو ذہانت کے اس معیار تک پہنچانا ہوگا! اگر آپ واقعہ ذہین ہو، اگر آپ کوئی دگونی، عقل رکھتے ہو، اگر آپ سمجھتے ہو کہ آپ میں شعور کی کوئی اعلیٰ صلاحیت موجود ہے تو کسی ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی سے نمایاں نہ ہوں۔ You are turning to be evocational professionalist. اپنی ترین computer کی تعلیم سنا لے آپ کو clever hacker بھی بنا سکتی ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک سو سال کے بعد آپ genetics میں ایک آدھ آدمی اور دریافت کر لوں گے آپ نے اُن علم و شعور کی صداقت کو پایا ہے اور اپنی ذہانت کے دعوؤں کو عمل کرنا ہے، مسلم کرنا ہے تو پھر آپ کو محض طبیعات سے نہیں بلکہ اہلہ الطبیعات کی وسعتوں سے، اس عظیم تر کائنات کے خالق سے عقل حاصل کرنی ہوگی اور اپنے شعوری رابطوں کو اس کے شعوری رابطوں سے جوڑنا ہوگا اور اس کتاب کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ آپ کو شناسائی خداوند کا راستہ دیتی ہے۔ ہمسائیگی، پروردگار میں پہنچاتی ہے، یہ وہ کتاب ہے کہ جو اللہ کا رستہ ہے۔

”وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ“ (ال عمران 3: 85)

اب یہ کتاب آپ کو ایک اور رستہ بھی بتا رہی ہے۔ خدا کہتا ہے کہ اب میں یہ سائیت قبول نہیں کرتا۔ میں نے ان کو ایک وقت دیا تھا، جو گزر گیا۔ اب میں ہندو ازم قبول نہیں کرتا۔ میں نے پانچویں سے مذہب شروع کیا ہے۔ ایک ایک قانون دیتا چلا آیا ہوں۔ میں نے پیغمبر بھیجے۔ سارے پیغمبر میرے ہیں، سارے رسول میرے ہیں۔ انہوں نے انسان کو اس کے اپنے اندر لٹی دور سے آگے لے جا کر مزید اور بہتر سے بہتر education دی ہے۔۔۔ بھتیجی ہو، یا موسیٰ ہو، کتاب داؤد ہو، یا صحابہ امیر اہل بیت ہوں، ہم نے یہ تمام interpretations جنہیں regularly دی

جین۔ مگر یہ incomplete تھیں۔ تمہارا ذہن ابھی مکمل نہیں تھا۔ ابھی تم پوری طرح ذہانتوں کے مالک نہ ہوئے تھے۔ تم جزوی عقل و معرفت کے مالک تھے اس لئے ہم نے کتاب روک رکھی تھی۔ ہم نے ایک قانون دے دیا تھا، ہم نے اور میں کو قصاص کا قانون دے دیا تھا، ہم نے نفی آدم کو یہ پرہیز کا قانون دے دیا تھا کہ ایک انسان کا قتل تمام نبیوں کا قتل ہے اور ایک انسان کو بچانا پوری نسل انسان کو بچانے کے برابر ہے۔ ہم نے قانون دے دیئے تھے لیکن تم ہی اس قابل نہیں ہوئے تھے کہ معیشت اور معاشرت کے پورے قوانین سمیٹ سکتے۔ ہم تمہاری بلوغت قریب کا اسی طرح انتظار کرتے رہے جیسے ماں باپ بچے کے جوان ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ ایم ایس ی کی کتاب کسی نوزائیدہ بچے کے سر میں نہیں ڈھونڈی جاسکتی۔ انسان کو بلوغت چاہیے، فکری ذہانت چاہیے، اس کو پانچویں سے بڑھایا، دسویں تک لایا، یونیورسٹیوں تک لایا پھر تم اپنی ترین علم و معرفت کے حصول کے قابل ہوئے جس طرح میٹرک کا طالب علم ایم ایس ی کی کتاب نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح ابتدائی کم قریب کم علم انسان قرآن کو نہیں جان سکتا، جب تک کہ وہ ایک مطالعاتی limit تک نہ جائے اور فہم و فراست کی اس بڑی حد کو کراس نہ کرے، آپ کے علماء بھی اس کو کراس نہ کر سکے، اس لئے قرآن کی تعلیمات پیچھے آن پڑیں۔

آپ کہتے ہو کہ آج غیر آپ کا مذاق اڑاتا ہے، آپ کہتے ہو کہ کوئی پادری، کوئی لائٹ پادری، کوئی نفاذی ہے اور قرآن سے تشدد نکال لیتا ہے۔ خواتین و حضرات! یہ قرآن کا مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

جب crusades ہو رہی تھیں تو فرانس کے ایک پادری لائسنس نے اسلام کے بارے میں ایک کتاب لکھی، اس کتاب تحقیق کا خلاصہ موصوف نے ایک جیلے پڑا کر کیا اور اپنی تحقیق کا Net result یہ نکلا کہ مسلمان ایک دنیا کی پرستش کرتے ہیں، جس کا نام ”مہیت“ ہے یعنی ”محمد رسول اللہ ﷺ“ کا پیغام بگاڑا اور پھر ان کے message کو corrupt کیا۔ یہ وہ research ہے۔ خواتین و حضرات! جو آپ اسلام کے بارے میں یورپ کے دانشوروں میں دیکھتے ہیں ان کی یہ بزدلیاں انہیں کے محاورے میں Many dogs keep on barking at the moon. بھونکتے ہیں کہ..... پھر چاند پر کیا اثر ہوتا ہے.....؟ کیا اس عزت و آداب کی عزت میں کوئی کمی کر سکتا ہے جس کو خدا، صاحب کائنات کہتا ہے، جس کو خدا تعالیٰ حیات کہتا ہے، وہ رسول علم و معرفت

کہ جس کی تعلیم کا ایک ایک حصہ ہمارے ہاں ایک وجہ زندگی تحقیق کر رہا ہے۔ وہ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ کو گروہ نہ ہوئے، تو انسان کبھی درجہ انسانیت کا کوئی شرف حاصل نہ کر سکتا، اس پیشہ خیر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تشدد کا پرچار کر کے گیا ہے، وہ کتنی غلط اصطلاح دینا ہی استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔۔ آج تک مسلمان فاتحین جہاں جہاں بھی گئے ہیں۔۔۔۔۔ یا ایک جہان کن بات میں آپ کو تارباہوں جس کی مثال آج تک پوری History of islam میں نہیں ملتی مسلمان فاتحین شرق و مغرب تک گئے ہیں، ہزاروں کو فتح کیا۔۔۔۔۔ ٹولوں تک گئے۔۔۔۔۔ سبلی پر جن سو برس تک حکومت کی ہے۔۔۔۔۔ Heart of the Europe میں چھپنے والی کامیاب ہر کے اس پر حکومت کی ہے۔۔۔۔۔ سلطنت عثمانیہ کے سپہ سواروں نے Balgharian States پر مکمل قبضہ رکھا لیکن ایک مثال بھی آپ کو نہیں ملتی، جہاں کسی کی Forceable conversion ہوئی ہو۔ باقی ساری باتیں چھوڑ دو۔۔۔۔۔ تشدد سے پھیلا یا ہوا یہ اسلام جو اس بات پوری کو نظر آ رہا ہے، یا اس نے بھی History نہیں پڑھی؟ یا اس کو دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک انڈونیشیا بھی نظر نہیں آیا؟ جس میں کبھی کوئی مسلمان سیاحی نہیں اترا، وہاں کبھی کوئی conquest نہیں کی گئی، کبھی کوئی فوجی یلغار نہیں ہوئی لیکن انڈونیشیا سارے کا سارا مسلمان ہے۔۔۔۔۔ ان سے پوچھو کہ کہاں تشدد سے اسلام پھیل رہا ہے؟۔۔۔۔۔ یہ مسلمان آپس میں لڑتے ہیں مگر کبھی کسی غیر کو تہذیب مسلمان نہیں بنایا۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں بنایا؟ قرآن کی وجہ سے۔۔۔۔۔ manual کی وجہ سے۔۔۔۔۔ دیکھئے قرآن کا خدا کیا کہتا ہے؟ لا اکوہ فی

الکین

”وَلَقَدْ لَوْفَى سَبِيلَ اللَّهِ الْفِتْنِ يَقَاتِلُونَ نَفْسَهُمْ وَلَا تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“

(البقرة 2: 190)

(قتل کرو، میرے لئے ان سے جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

ہاں قتل کرو میرے لئے۔۔۔۔۔ اگر کوئی تمہیں میرے احکام پر چلے نہیں دیتا، اگر کوئی تمہیں میرے معاملہ کو چلے نہیں کرنے دیتا اور تمہیں لڑنا پڑتا ہے تو ضرور لڑو مگر ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تمہیں میرے لئے بھی قتل کرنا پڑے تو یہ یاد رکھنا ”وَلَا تَعْلَمُوا“ (کبھی زیادتی نہ کرو)

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ اور یاد رکھنا کہ تمہارا خدا کسی قسم کی زیادتی intolerance

ہے جاقل بر داشت نہیں کرنا، تمہارا خدا بر داشت نہیں کرنا کہ تم کسی بچے کو مارو، تمہارا خدا بر داشت نہیں کرنا کہ تم کسی بے بس عورت کو مارو، تمہارا خدا بر داشت نہیں کرنا کہ تم کسی بوزے کو مارو، تمہارا خدا یہ بھی پسند نہیں کرنا کہ تم کسی پھلدار درخت کو خنک کرو، تمہارا خدا یہ بر داشت نہیں کرنا کہ تم اپنے مخالفین کی سرسبز فصلیں اجاڑ دو، ہاں! صرف اتنی اجازت دیتا ہے کہ جو تمہیں مارنے آئیں، بس ان کو مارو..... جھٹکا جان کی خاطر تم ہتھیار اٹھا سکتے ہو، اسکے علاوہ تمہیں قتل کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! مجھے ان سے افسوس نہیں ہے۔ Honestly, I am not sorry. How can we be sorry for those stupid remarks which have come out of the block heads وہ کوئی ظلم و محروقت کے سمندر ہوں یا وہ کہیں کہ میں اسلام کا ماہر ہوں، میں دانش وری کے کسی کمال پر ہوں تو ہمیں ان کے remarks پر افسوس ہو۔

قرآن خلا میں نہیں اترا، یہ بھی نہیں ہوا کہ زمین پر کوئی انسان نہیں تھا، اور قرآن اترا آیا تھا۔ قرآن وسط انسان میں اترا۔ قرآن عہد قدیم کے تمام علوم کا آخری chapter ہے اور قرآن عصر جدید کے تمام علوم کا پہلا chapter ہے۔ یعنی یہ وسط میں ہے۔ جہاں روہا، ایمان اور انیگزینز یہ کے علم آ کر ختم ہوئے، وہاں سے قرآن نے اپنی شناخت شروع کی اور آج جب تمام علوم اپنی فرض و ناست کی انتہا اور sophistication تک پہنچ گئے ہیں، ان کی ابتداء قرآن سے ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی کتاب کے مطالعے کے وقت اگر آپ اسکا پس منظر نہیں جانتے تو آپ اس کے اصل معنی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر آپ کو قرآن test کرنا ہے تو آپ کو جاننا پڑے گا کہ یا قرآن ماضی کی باتیں repeat کر رہا ہے یا قرآن خلا میں اترا آیا ہے یا قرآن کا کوئی پس منظر ہے۔ کیا اہل ایمان کی باتیں repeat کر رہا ہے یا یہ پہلی رومانی باتیں repeat کر رہا ہے یا یہ کچھ اپنی بات کر رہا ہے۔۔۔۔۔؟

آئیے خواتین و حضرات! ذرا چیک کریں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تین ہزار سال قبل از مسیح Ptolemy نے پہلا جدول پیش کیا، اس نے جو پہلا model of the universe |Earth is stationary| main میں اس کے یہ کہی کہ زمین ساکت ہے۔ and all the stars revolve around the Earth. یہ تین ہزار سال

قبل از مسیح Greek کے سب سے بڑے علم ہیئت کے ماہر کا قول تھا، اسی طرح وقت گزرتا گیا، لوگ اسی پر یقین کرتے رہے اسی کو علم اور دانش سمجھتے رہے۔ 1542 میں Copernicus نے بتاوت کی۔ بناوت کر کے اس نے کہا کہ Ptolemy was wrong but he still thanked him۔ عالم، عالم کو برا نہیں کہتا۔ اس نے Ptolemy کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ہمیں ایک تہذیب علم دکھائی، اگرچہ غلط دکھائی۔ اس نے کہا کہ زمین نہیں بلکہ سورج ساکت کھڑا ہے اور تمام سیارے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! ان کے سچ میں قرآن آگیا۔ اللہ آگیا۔ Ptolemy سے ارے آگیا، Copernicus سے پہلے آگیا، اب دیکھتا ہے کہ کیا قرآن نے ان دو سائنس دانوں کو کاپی کیا؟ کیا قرآن نے Ptolemy کو copy کیا؟ کیا قرآن نے Copernicus کو copy کیا؟ قرآن اپنی تار بابتا

”وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ مِّنْ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ“ (الاعراف 54)

ہم نے چاند سورج اور تمام ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کیا۔ آپ ایک طالب علم کی حیثیت سے اللہ سے پوچھو کہ اگر آپ نے بنائے تھے تو Rule of conduct کیا ہے؟ کیا زمین گھڑی ہے؟ کیا سورج گھڑا ہے؟ کیا کوئی اور ستارہ گھڑا ہے؟ اصول یہ ہے کہ کائنات میں ہر جتنی ایک وقت ضرورہ تک چل رہی ہے۔

اشعار یوں مدی تک، 1920 تک آپ یہ کہتے تھے کہ There are some stationary stars but some are moving. تک آپ کا علم درست نہیں تھا۔ مگر قرآن مسلسل ایک عبادت کی رہنمائی کر رہا تھا کہ ہم نے چاند سورج اور ستارے مسخر ضرور کئے ہیں مگر یہ تمام چل رہے ہیں۔ خواتین و حضرات! یہ پرانی باتیں نہیں ہیں۔ قرآن بہت آگے تک جاتا ہے۔ قرآن آپ کو بتائے کائنات تار بابتا اور انجام کائنات بھی تار بابتا ہے۔ اگر آنا زکات کائنات یہ تار بابتا ہے کہ

”أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا نَفًّا فَفَقَعْنَاهُمَا“ (الانبیاء

30:21)

ذرا انداز دو کیو... ذرا عرب دیکھو اس سائنس دان کا... یہ سائنس دان وہ نہیں جو جتنی وہ پر تحقیق کر رہا ہے۔ یہ سائنس دان وہ ہے جو جتنی وہ کی تحقیق کر رہا ہے۔

جس مذہب کو جو جٹی، Decadent اور تشدد آمیز سمجھ رہے ہیں، اس کے ختم ہونے کے علم کا یہ عالم ہے کہ آج بڑے سے بڑا علم ہیئت کا دانش ور بھی دنگ رہ جائے گا اس کی Prophecies پر۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کائنات، اور زمین و آسمان کے بنانے سے پہلے خدا کہاں تھا، فرمایا

”كَانَ فَيَّ عَمَاءٍ كَمَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَفَوْقَهُ هَوَاءٌ“

(وہ دھند میں تھا۔ بادلوں میں تھا، اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی)

خدا کو یا زمین و آسمان کے بنانے سے پہلے بادلوں کے بے پناہ سمندر میں تھا۔ اس نے بادل تحقیق کئے تھے۔ پھر بادلوں کو solidify کیا۔ پھر کائنات کو built کرنا شروع کیا۔ یہ قدر آج ہے جہاں کی ڈیڑھ تھوڑے روز سے دبا ہے مگر کچھ advance ڈیڑھ میں بھی دسے رہا ہے اور وہ advance ڈیڑھ میں ابھی سائنس کے ادراک میں نہیں آئیں۔ جب قرآن زندگی کی پائی کا بیان کرتا ہے ”وَإِذْ لَشَفْسُ نُحُورِث“ (تکویر 1) سورۃ مجھ جائے گا، یہ تو انائی تم ہو جائے گی۔ ”وَإِذْ النُّجُومُ انْكَسَرَتْ“ (تکویر 2) ستارے ٹوٹنے لگے پڑ جائیں گے، یہ کائنات نہ جبری ہو جائے گی اس میں تو انائی کی رشتہ نہیں ہوگی۔ زندگی freeze ہو جائے گی اور تم سب مر جاؤ گے۔۔۔ اسل میں یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ایک بڑے بھونچال اور زلزلے سے یہ balances ٹوٹ جائیں گے، چن چن ٹوٹنے سے نکل جائیں گی اور پوری کی پوری constellations بر باد ہو جائیں گی اور اللہ کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے، آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیں گے اور یہ انجام ہے۔ پھر ہم تم سب کو انصاف پہنچانے لگتا کریں گے۔

تم کہتے ہو تاکہ یہاں بہت سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔ ٹوٹا نہیں دھنڑا! یہ جگہ انصاف کی نہیں ہے۔ قرآن حکیم کے قول کے مطابق امتحان کی جگہ انصاف کی جگہ نہیں ہوتی۔ یہ رزلٹ یہاں نہیں سنائے جاتے۔ جن لوگوں کو خدا سے ملے جہاں جو اللہ کے انصاف پر اعتراض کرتے ہیں، ان کو یہ پتہ ہونا چاہئے کہ زمین معاملات کی آزمائش کی جگہ ہے، یہ انصاف کی جگہ نہیں ہے۔ انصاف تو قیامت کے دن ملے گا، زندگی کے بعد ملے گا، یہاں تو مظلوم اپنی مظلومیت میں آزمایا جا رہا ہے یہاں ظالم اپنے ظلم میں آزمایا جا رہا ہے یہاں رشتے آزمائے جا رہے ہیں، یہاں commitments آزمائی جا رہی ہیں، یہاں زمین پر بھیج کر اللہ زمین ایک شخص کو کہتا

ہے کہ کیا تجھے میں نے پہلا سانس نہیں دیا؟ کیا تجھے میں نے آخری سانس نہیں دیا؟ کیا تجھے میں نے زندگی گزارنے کیلئے ماں باپ نہیں دیئے؟ کیا ماں باپ نے اپنے لئے؟ کیا کوئی انسان اپنے ماں باپ کو خود چماتا ہے؟ کیا زندگی کی قدریں کوئی انسان چماتا ہے؟ کوئی بھی نہیں چماتا۔ کس کو کس کے ٹھیکیدار کہا ہے۔ کیا کوئی اپنی مرضی سے اپنے ماں باپ کے ٹھیکیدار ہوسکتا ہے؟ کیا کوئی اختیار ہمارے پاس نہیں ہے۔ جبر و قدر کے یہ سلسلے انسان کی آسانی کیلئے ہیں اور صرف ایک سوال کی آزمائش کیلئے ہیں۔ سوچتیں اس لئے ہیں کہ زندگی کے دوران سے گزرتے ہوئے جب تم قبر کے سرہانے پہنچو تو خدا پوچھے گا، کہ کمال آئے، پانی آئے، زندگی گزار آئے، ماں باپ سے سرور حاصل کیا، رشتے مٹے جوڑے، بڑی بڑی قدریں کی افزائش کی، بڑے بڑے دانشوروں سے ملاقات کی۔ یہ تو تازہ "ممن زہنگ".....؟ یہ جو اتنا عرصہ مجھ سے آسائش مفت لیتے رہے ہو، قصص دیکھتے رہے ہو، ہونٹنگ کی ہے تم نے، بہت کچھ انجوائے کیا ہے Romances کئے ہیں ماما باللہ سے..... محبتیں فرمائی ہیں، بچے پیدا کئے ہیں، فیملیاں کھڑی کی ہیں، میں نے تمہیں اس لئے تو نہیں بھیجا تھا، یہ تو basic priorities نہیں تھیں، یہ تو میں نے تمہیں دیئے تھے تم نے غلط جگہ claim کر لیا۔ تم نے یہ کہا کہ یہ میرے بچے ہیں، تم نے یہ کہا کہ یہ میرے career ہیں، تم نے یہ کہا کہ یہ میری زندگی ہے تم نے یہ کہا کہ میں نے یہ انتخاب اور عزت حاصل کی ہے اللہ کہتا ہے کہ تم سب جھوٹ بولتے ہو۔ یہ تو میرا کام تھا۔ میں نے تو تمہیں کسی اور کام بھیجا تھا۔ میں نے تمہیں ساری سہولتیں دے کر، سارا پونہ کو دل دے کر، صرف ایک کام سونپا تھا۔ کہ basic priorities میں قصص نہ کرنا۔

رمضان اس لئے ہے کہ شایہ بھوکا رہ کر priority یاد آجائے۔ رمضان اس لئے ہے کہ کھانا کنٹرول کیلئے ہے، تمہاری آسان فطرت کو چیک کرنے کے لئے ہے، اس غور و فکر کیلئے ہے۔ بعض اوقات بھوکے کو فکر بڑی لاحق ہوتی ہے۔ بہت سارے بھوکے سر درد کی وجہ سے رمضان چھوڑ جاتے ہیں، مگر یاد رکھنا کہ اگر روزہ چھوڑا ہو تو ایک غریب کو کھانا نہ دے، دیکھنا دینا "فلسفۃ طعام منسکین" تب جان بچے گی، ورنہ روزے سے جان نہ چھوٹے گی اور یہ وقت اس لئے ہے، یہ سارا غور و فکر کا مقام اس لئے ہے خدا نے کہا کہ روزہ میرے لئے ہے، اعتبار میرے لئے ہے مجھے کبھی تو یہ حسرت ہوائے حسرت انسان آپ کو پتہ ہے کہ اللہ حسرت کرتا ہے، آپ کو کھو گئے کہ ہمیں ہی حسرتیں نصیب ہیں مگر خدا بھی حسرت کرتا ہے فرماتا ہے

”يُنْعِزُكَ عَلَى الْعِبَاد“ (نصین 30)

اے لوگو! مجھے تم پر حسرت ہے، تم کو میں نے اتنا پیارا سمجھا، اتنا محبوب سمجھا، میں نے تمہیں چاہا اور بہت چاہا، میں نے تمہیں عزت دی اور بہت دی، میں نے تمہیں تلبہ، کائنات بخشا اور میں نے صرف یہ خواہش کی کہ جس پر میں اتنا احسان کروں، جس سے میں اتنی محبت کروں، جس انسان سے میں اتنا انس کروں، اس کے جواب میں میں نے کیا چاہا؟ ایک چھوٹا سا کلمہ، خلوص قلب سے، دل کی گہرائیوں سے، ایک بار کہہ دینا۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ تم اس کلمے سے بھی گریزاں ہو۔ تمہاری عقل و معرفت اس کو ایک خرافات سمجھتی ہے۔ تم نے مجھے ”اساطیر الاودین“ میں ڈال دیا ہے۔ نگرہا درخو کہ دو برسانہ کے فلاسفر اور دانش ور تو بس یہی کہتے ہیں، کہ یہ بے جا باتیں ہیں۔ ہمیں وقت زندہ رکھنا ہے اور وقت ہی ہمیں مارتا ہے، بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں بھی کبھی جان پڑے گی، مگر آپ کو پتہ ہے کہ خدا کیا کہتا ہے؟ بھٹکتے اور فطعے کو خدا کیا کہتا ہے؟ خدا یہ نہیں کہتا کہ یہ ظالم اور حکمران ہیں، خدا کہتا ہے کہ ان لوگوں کا ظلم ہی شتم ہے، یہ اس سے آگے بڑھتے تو انہیں پتہ چلا کہ خدا کون ہے؟ کہاں ہوتا ہے؟ کیسے مل سکتا ہے؟

خواتین و حضرات! خدا کو پامال بڑا آسان ہے۔ career کی تلاش مشکل ہے۔ ایف ایس سی، بی ایس سی پاس کرنا مشکل ہے۔ مقام زندگی میں آپ کسی نہ کسی چیز کے مرہون منت ہو مگر خدا کو پامال بڑا آسان ہے۔ خدا کو پامال اخلاص سے ہے۔ آپ کی sincerity سے ہے۔ ایک جگہ بھی feeling سے ہے، جو آپ اللہ سے ملنے رکھتے ہو۔ ایک آنسو سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے مار دوزخ اس کو جو ان پر حرام کر دی جس کی آنکھ سے خدا کے لئے ایک آنسو نکلا۔ How cheap! How difficult! you can cry all there. دوا ہی چوٹ سے آپ روتے ہو، ذرا سی محرومی پر آپ روتے ہو، اور اتنی آسانی پر ایک آنسو آپ اللہ سے ملنے نہیں نکال سکتے ہو! How poor we are, How cheap it is! ایک آنسو۔! ایک ذرا سا اخلاص۔! اور اگر آپ نے وہ چھوٹا سا کلمہ، تو خدا آپ کو توین عمل دیتا ہے، خدا آپ کے ذہن کو صفائی دیتا ہے، خدا آپ کے قلب میں قلعہ کا بیج ڈال دیتا ہے، زندگی بھی سنوار دیتا ہے، آخرت بھی سنوار دیتا ہے اور پروہو گارنے فرمایا کہ یہ صرف ایک وجہ سے ہو گا کہ مجھے خوف و وحشت سے پاد نہ کرو۔ قرآن طریقہ بتا رہا ہے، خدا کی یاد کا کہ ڈرو نہیں، میں تمہیں ڈرانے والا نہیں ہوں۔ I am too power ful for

you... میں تمہیں طاقت سے نہیں ڈراؤں گا، اس لئے نہیں ڈراؤں گا کہ اگر میں مارا نہیں ہو جاؤں، اگر میں مجز جاؤں، اگر میں دنیا کو تباہ کرنا چاہوں تو ایک جگہ سے asteroids میں یہ تمام دنیا تباہ کر سکتا ہوں۔ قرآن میں وہ کہتا ہے کہ اگر میں ایک پتھر مار دوں تو تمام دنیا تباہ ہو جائے۔۔۔۔۔ جس جگہ چھ میل لمبے اور تین، تین میل قطر والے پتھر کو آپ asteroid کہتے ہو، خدا سے ایک چھوٹا سا پتھر کہتا ہے کہ اگر میں اسے فضاؤں سے تمہاری زمین پر لڑ بکا دوں تو تم سب ختم ہو جاؤ، مگر میں یہ نہیں چاہتا، میں ڈرانا نہیں چاہتا۔ خدا کہتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہیں میں نے عقل و شعور دیا ہے تو مجھے اسی طرح بپا کر دو جیسا اپنے ماں باپ سے کرتے ہو۔ خدا کہتا ہے کہ جب پڑھائی تمہاری ختم کر لو، مصروفیات ختم کر لو، جب حج کے مناسب پورے کر لو، فرائض پورے کر لو

فَاذْكُرُونِي أَنِّي مَشْكُورٌ ۖ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَخْذُ ذِكْرًا (البقرہ 200)
مجھے ایسے یاد کرو جیسا اپنے پیاروں کو کرتے ہو، جیسا اپنے ماں باپ کو کرتے ہو، توقع، امید اور محبت سے مجھے یاد کرو، اس لئے کہ تمہیں ماں میں نے دی ہے، باپ میں نے دیا ہے، علم میں نے دیا ہے، رزق میں نے دیا ہے۔ کیا محبت priority ہے کہ تم created بنے ہو؟ نہ تو انہیں اور جس نے create کی ہیں اس کا خیال ہی نہ کریں۔ خدا کو یہ گد ہے، یہ شکوہ ہے کہ لوگ اپنی ترجیحات منسوخ کر دیتے ہیں۔ The only top priority of the intellectual curiosity is only God. اگر آپ کی یہ priority درست ہو جائے تو آپ کی ساری زندگی امن سے گزرتی ہے اور اگر آپ کی یہ پہلی ترجیح خراب ہو گئی تو ساری زندگی depression, anxiety, neurosis, psychosis میں گزرے گی۔ یہ بات آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ آلام و مصائب خدا سے گریز میں ہیں اور امن و سکون خدا کی محبت میں ہے، خدا نے قرآن میں یہ اصول دیا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کیا کہتا ہے ”مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ“ (میں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں) کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہیں عذاب سے نجات ہو؟ کیا زندگی میں کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو؟ تو قرآن اس اصول دیتا ہے کہ ارے ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں! تمہیں جہنم کی سزائیں سناتے رہیں۔ تم نہیں ایسا کرتے۔ اِنْ شَكَرْتُمْ زِدْنَا مَالًا (البقرہ 147) اگر تم ہمیں یاد کرتے رہو اور شکر ادا کرتے رہو۔ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (البقرہ 147)

تمہارا رب۔ ہر آدمی کا شکر قبول کرتا ہے۔) وہ علم والا ہے۔ یہ لا علم خدا جسکو west اسلام میں project کر رہا ہے، یہ کوئی بھی نہیں ہے، یا ٹکا پٹا خدا ہے جس کو وہ اسلام کے سر منڈھ رہے ہیں۔ اسلام کا خدا ایسا نہیں ہے۔ قرآن کا رب بڑی different بات کرتا ہے۔ خدا کہتا ہے: ”لَيْهْلِكَ مِنْ هَلِكٍ عَنْ مِثْلِهِ يُبْعَثُ مَنْ حَيَّ عَنْ مِثْلِهِ“ (الانفال 42)
(جو بلاک ہوا وہ دیکھ لے بلاک ہوا جو زندہ ہوا وہ دیکھ لے زندہ ہوا۔)

اور یہ یاد رکھنا کہ: ”إِنَّ اللَّهَ كَسْبَعٌ عَلِيمٌ“ (بے شک اللہ سرشتا جانتا ہے۔) وہ عملی کل ہے، دانش مکمل ہے۔ وہ اس طرح کی جہالتیں قبول نہیں کرتا، وہ تمہاری دانش وری قبول کرے گا، تحصیل علم قبول کرے گا۔ خدا آپ کو بحیثیت طالب علم اور خدا ہم سب کو بحیثیت thinkers غور و فکر کرنے والے لوگوں کی طرح یہ توقع، یہ توقعیں بخشنے۔

”وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أَنِيبُ“ (ہود 88)
سوال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“
اس پر روشنی ڈالیں کہ اللہ کہتا ہے کہ میں تمہارے تمام گناہ معاف کر دوں گا اس لئے کہ میں غفور الرحیم ہوں۔۔۔۔۔

جواب اگر پوری آیت پڑھی جاتی تو اس قول مبارک کو qualify کر دیتی ”فَلْيُيَسِّرْ لِلْمُنِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“ (زمر 53:39) پوری آیت بہت واضح ہے اور یہ بتاتی ہے کہ غراب کس کو بے اور ثواب کس کو ہے؟ جزا کس کو بے اور رزاق کس کو ہے؟ خدا technically بات کرتا ہے۔ سنا جو ثواب کے اس لہجے میں بات نہیں کرتا جس میں ہم کرتے ہیں۔ اس آیت میں خدا کہتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے نفس پر اسراف کیا۔۔۔۔۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے کچھ صلاحیتیں ودیعت کی ہیں، ان میں جمعیں ہیں، power ہے sex ہے greed ہے love ہے اس کے علاوہ یہ تمام صفات مختلف کاموں پہلئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فائدہ مانسان جو یہاں تک پہنچا ہے وہ ان جہتوں کے محتاط استعمال سے پہنچا ہے۔ میں آپ کو ایک بڑی واضح مثال دیتا ہوں جو کہ current ہے اور علم کو اس سے گریز نہیں

ہوتا ہے کہ Suppose if we believe in the western freedom and we believe in what Bush and Blair say

and we believe that the modern civilizations give us freedom of thinking and acting and by that means: جب کوئی شخص by-sexual ہو جائے وہ homo-sexuality کو allow کرتا ہے اس قسم کی کوئی چیز allow کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ساتھ ساتھ وہ اس سہولت allowance اور پسندیدگی بھی issue کرتا ہے۔ جب کوئی حکومت اور کوئی معاشرہ اس قسم کے مکروہ جرائم کو جائز قرار دیتا ہے اور اسے creative کہتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ allowance بھی create کرتا ہے کہ اگر سارے لوگ بھی ایسے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ مگر جب امریکن یا یورپی معاشرہ اس قسم کی غلطی سہولت دے گا کہ Man can marry man and woman can marry woman تو یہ دھڑلے سے اشارہ ہے۔ ایک تو اس گروہ کو جائز ٹل گئی جو یہ کام کر رہا ہے اور ایک یہ بھی ہوا کہ معاشرہ اس کو برا فعل تصور نہیں کرتا اور یہ کہ further اس کی اجازت کے اشارے ٹل گئے۔ خواتین و حضرات! اصراف اللہ نے اس کو کہا ہے۔۔۔ ویسے بھی All of them have come in one or the other category تو پھر کیا انسان نے اپنے حال کو اور اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا۔ Do you think, production and further generations are possible. اگر تمام انسان اس سمت غیر متفرق کا شکار ہو جائیں، west کے بقول سب اعلیٰ ترین صفت کے نادہ ہو جائیں جو انہوں نے اپنی تہذیب کا اعلیٰ ترین نمونہ رکھا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ آپ ان سہولتوں کی بددعا لائیں۔ They would not multiply, they would not continue. heterogeneous attitude کا پیدا ہو رہا ہے جس میں عورتیں اور مرد involve ہو جائیں گے If they come again for the production then this is not a normal activity. انسانی کو بدھانے سہولت دیا رہا اس طریقے پر آما پڑے جسے اللہ نے رکھا ہوا ہے۔ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ ان civilizations میں یہ activity مکروہ، ناجائز اور غلط ہے اور اگر اس activity کو سارے معاشرے کی activity بنا دیا جائے تو It is the end of the world. آپ کو نہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو کسی کو مارنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ They will not produce anything. انہیں نہیں مال کے بعد مارے ٹوڈنکو دیا جائے گا اور زمین اس گندگی سے ٹوڈنکو دیا جائے گی۔ یہ اسراف و جہالت ہے۔ قل جہاد فی اللہ... تم لوگوں کو جو چیز جائز اور مناسب مقاصد پہنچنے دی جاتی ہے، اس کو تمہارا جائز مقاصد پہنچنے صرف کرتے ہو۔

اب ایک اور چیز پر غور کریں، مشرق و مغرب میں عورت اور مرد کی engagement ایک constructive اور تخلیقی مقصد ہے۔ عورت اور مرد کا کھانا پکانا بلیاں بھجوانا بلیاں بھجوانا بلیاں بھجوانا بلیاں بھجوانا Billions years کی وجہ سے اس کی وجہ سے والی نسلوں کی حفاظت ہے۔ ہم پہلے پیدا ہوئے انسان کو آتہ یہی تک لائے ہیں۔ ہمارے پیچھے ایک بہت طویل posterity ہے اگر وہ ہمارا خیال نہ کرتے اور اپنے پیچھے بڑی ہوئی نسلوں کا خیال نہ کرتے تو آتہ ہم یہی موجود نہ ہوتے۔ آتہ اگر ہم خیال نہ کریں گے تو اگلی نسلیں موجود نہ رہیں گی۔ خداوند کریم نے جہالت ہمیں اس لئے دی ہے کہ ہم حفاظت سے استعمال کرتے ہوئے اس زمین کے اس آخری انسان تک پہنچائیں۔ یہ امانت جو ہمیں دی گئی ہے اس پہنچنے سے جس نے آگے آتا ہے۔ If we use it or misuse it میں بیوی میں اتحاد اور اتصال نہ ہو تو غور فرمائیے کہ معاشرہ کس طرح ناقص ہو جاتا ہے۔ یورپ جو allowance دیتا ہے تمام physical liberties دیتا ہے اور مرد اور عورت کو پورے مواقع مہیا کرتا ہے اور اس پر کسی قسم کا barrier نہیں رکھتا۔ وہ دہوتی، محبت اور اخوت آگے بڑھ کر تمام جنسی تقاضے پورے کرتی ہے اس معاشرے میں شادی کا تقاضہ ختم ہو چکا ہے۔ They are not ready to make families. اس میں تعلق شادی کے بجائے partnership آگیا ہے اس میں نسلیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔ پورے کے پورے ایسے معاشرے میں کوئی ذمہ داری نہیں اٹھا رہا۔ نہ بچوں کی، نہ زمانے کی، ان کی بیرونی حالت اور ذاتی اغراض اس قدر طاقتور ہو گئی ہیں کہ آئندہ آنے والی ان کی نسلیں non-descript ہیں۔ جس کی نسل کا نام نہ ہو، جس کے گے پیچھے کچھ نہ ہو، یعنی وہ نسلوں کو اس حال میں چھوڑ رہے ہیں۔ ایک لڑکا، ایک بچہ جس کو proper وقت میں نہیں ملتی، جس کو باپ proper وقت میں نہیں ملتا، جس کو family proper وقت میں نہیں ملتی تو کیا آگے چل کر وہ ایک selfish generation میں سے نہ ہوگا؟ کیا وہ ایک مہیا عالم اور سرکش بچہ نہ ہوگا کہ ساری زندگی

اپنی محبت کی کسی کے خون سے پوری نہ کر سکا۔ ہم انسان ہر جگہ راویت سے اللہ کے حکم سے
 غراف کر کے اپنی جہتوں کو ایسی جگہ فرج کرتے ہیں کہ وہ جائز استعمال پہنچاتی نہیں رہتیں۔ یہ
 قرآن کی اس آیت کا مطلب ہے: **فَلْيَعْبُدُونِي**۔ مگر اس کے باوجود کہ ہم بہت آگے نکل
 جائیں، اس کے باوجود کہ ہم اپنی بری سرشتوں کے خوالے ہو جائیں، خدا وہی نہیں کا ایک راستہ چھوڑتا
 ہے۔ **"لَا تَقْطُطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ"** اگر ایسا ہو ہی جائے، اگر تم بالکل بے پارگی کے شکار ہو
 جاؤ، اگر تمہیں شیطان اچک کر لے جائے، قہر و عیسوس تمہیں مار بھی دیں، اگر تمہیں اپنی ذاتی
 اغراض پر کا بھی دیں تو یہ ایک بات نہ کہہ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ کیوں؟ جب خدا یہ
 کہتا ہے کہ **"إِنَّ اللَّهَ"** تو وہ ایک قانون ہوتا ہے۔ اس میں شب و شب کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔
 اس کے ہوتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہو کہ خدا نے ایک قانون بنایا ہے کہ میں تمام گناہ معاف کرتا
 ہوں۔ **إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا**۔ "جمعاً" totality ہے۔ **I forgive all**
sins in totality سوائے ایک کے اور وہ ہے۔ **"لَا تَقْضُوا"** یعنی یہ قانون اس شخص کو
 نہیں پہنچے گا۔ جو خدا کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ یہ قانون ہر اس شخص کو پہنچے گا جو خدا کو مانا ہے
 خدا کو رحم و کرم سمجھتا ہے اس کی محبت پر یقین رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف کرے گا مگر
 یہ قانون ایک exception رکھتا ہے اور وہ ہے **لَا تَقْطُطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** کیونکہ خدا کی
 رحمت سے مایوسی کفر خالص ہے اور یہ بھی نہیں کہ آپ لوگوں کو شریک مانو یعنی آپ رحمت کرشنا
 سے مانگو، محبت درگا سے مانگو، برہنہ و شتو سے مانگو اور یہ بھی نہیں کہ آپ شریک پالنے لگو۔ اس وقت
 بڑی مصیبت پڑے گی جب قبر تک پہنچو گے، جب خدا پوچھے گا تو سارے حق سوا خدا
 At a time پڑائیں گے۔ کبھی کبھو گے کائی۔ کبھی کبھو گے درگا۔

جب کفر نہ رہے تو اس لئے خدا ہے کہ جتنے والے کی sensitivity کو متاثر کرتا
 ہے اللہ تحقیق کرنے والا ہے۔ اللہ اپنی تحقیق کی حدت کرنے والا ہے۔ **and above**
everything Allah forgives all but not for those who
do not recognize Allah.

سوال: Which elements are fixed in one's faith and destiny? Some people say that everyting is
 determined and other say that every thing is free...

جواب۔ کوئی لمحہ حیات بھی آزاد نہیں سوائے نگر انسان کے، سوائے اس سوچنے کے جو خداوند کریم نے ہمیں عطا کی ہے اور ایسا کیوں ہے؟ آئیے اس پر غور کریں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو major choices کا وقت ہوتا ہے اس وقت ہمیں کوئی choice حاصل نہیں ہوتی یعنی جب ہمیں زندگی میں بھیجا جاتا ہے، جب ہم زندہ ہو رہے ہوتے ہیں تو کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے لئے کسی غریب گھرانے کو چنے، lack of sources کو چنے یا ہم کبھی بھی پسند نہیں کریں گے کہ ہمارے بہن بھائی رشتے ماٹے ایسے ہوں۔ ہم اپنی ذات کو پسند نہیں کریں گے، ہم اپنی caste systems کو جو بعد میں تاری inferiorities کا باعث بنتی ہیں، انکو پسند نہیں کریں گے۔ سب سے بڑا تبریکہ یہ ہے کہ ہم سے پوچھے بغیر تاری، اطلاع کے بغیر ہمارے parents کا چناؤ ہوتا ہے تاری families کا چناؤ ہوتا ہے اور یہ ایک سسٹم کی وجہ سے ہے کہ کوئی غربت، کوئی مارت، کوئی Post موجود نہیں ہے۔ مالا مال و املاحت تمام determined ہیں اور ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمارے بس میں ہو۔ کچھ انسان، کچھ لوگ شعور پا کر اپنے آپ کو تامل کر جاتے ہیں کہ اپنی زندگی کا ناقص و نامک ہے آپ کو سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی خود بناتے ہیں مگر خواتین و حضرات! آپ اٹھارہ جہاز genera میں سے ایک genus ہیں۔ زمین پر حیوانات کی بنیاد زمین میں ہیں اور determinism پر غور کرتے وقت ہمیں صرف اپنا آپ سامنے نہیں رکھنا بلکہ ہم ہر اس حقوق کو مد نظر رکھیں گے جو ہمارے ساتھ اس زمین پر، اس کردہ ارض پر پہنچی ہے۔ ہم یہ غور کرنے کی کوشش کریں گے کہ Do birds live on their own choices? Do buffaloes live on their own choices? کیا یہ بے شمار حیوانات، یہ چمند و پرند جو ہمارے ساتھ زندہ ہیں یا ان کے پاس ان کی زندگی کے choices موجود ہیں یا نہیں ہیں؟ یا اگر موجود ہیں تو ان حیوانات میں سے کیا کوئی حقوق اپنی choice سے divert کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی؟ اگر آپ دیکھو گے تو سوائے چند انسانوں کے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنی زندگی خود گزارتے ہیں، یا وہ اپنی زندگی کے خود مالک ہیں، اس کے علاوہ زمین پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو پہلے سے determined نہ ہو سوال یہ ہے کہ کیوں؟

خواتین و حضرات! آسمانوں پر ایک بہت بڑی جنگ و جدل ہوئی۔۔۔۔۔

ایک intellectual battle ہوئی، شیطان اور انسان کے درمیان درجہات کا فیصلہ ہوا، انسان کو جو دلائل ٹھہرایا گیا، پھر انسان سے خطا ہوئی، انسان جس کو benefit پہنچنے زمین پر بھیجا جائے گا اس کا فیصلہ ہو گیا۔ ”مُسْتَقَرٌّ وَمَضَاعٌ اِلٰی جَنَّۃٍ“ اے حضرت انسان! نیچے جا۔ اس میں تمہارا قہور اٹکاندہ ہے، بے وقت میں تو نہیں رہ سکتا لیکن منائے حال کے بعد، جنتی ارتقاء کے بعد دوبارہ ہماری اس کا تعلق بالاکوٹیت سکتا ہے۔ آپ مجھے خود بتائیے کہ اگر اللہ نے انسان کو پیدا کرنا تھا تو پھر کیا... تو کیا انسان صرف آدم تھا؟ آدم سے لے کر زمانہ مآخر تک trillions of human beings اگر پہلے سے assess نہ ہوتے، ان کی آپ اپنا assess نہ ہوتی، ان کے professions assess نہ ہوتے تو زندگی کتنی مشکل ہو جاتی۔ آپ غور کریں کہ آج کروڑوں انسان جن professions سے ما رہے ہیں، آج سے پچاس برس پہلے وہ وجود بھی نہ رکھتے تھے کیونکہ جوں جوں انسان بڑھتے گئے، ان کی سہولت، اور زندگی میں قیام کی خاطر professions بڑھتے گئے اور اگر چند ایک Professions ہی ہوتے اور چند ایک تجارتیں ہی ہوتیں تو تمام انسان مل کر انہی چند ایک departments میں گھسے ہوتے جس کا نتیجہ صرف بھوک، پیاس، تنگ اور افلاس ہوتا۔ اس کا ٹکٹ لے، ذوالجلال والا کرام نے، اس سے بہت پہلے کہ انسان کو پیدا کیا، ایک ماسٹر پلان draw کیا۔ اسی طرح انسان اپنے ماسٹر پلان draw کرتے ہیں تاکہ اپنے اپنے لوگوں پہنچنے زندگی کا بچاؤ ممکن ہو، مستقبل میں کتنے لوگوں پہنچنے کن Professions میں وسعت پائیے؟ کتنا پانی پانیے؟ اس کے مطابق پانی کے sources، کھسے کھسے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کو زمین پر بھیجا گیا تو کیا زمین پر اس پہنچنے کوئی source موجود نہیں تھا؟

جب انسان زمین پر آیا تو اس کے پاس کتنی نعمتیں موجود تھیں حتیٰ کہ خدا قسم کھاتا ہے: ”وَالْزَّيْتُونُ ۖ وَطُورُ سَيْنٍ ۖ وَهَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ (التين 1:2:3:95) انسان کو پیدا کرنے کے بعد میں نے دو دن لگائے زمین کو سورج سے لگ کر نے میں اور دو دن لگائے، اس میں ضروریات انسان پیدا کرنے میں۔۔۔

”ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَآءِ فَسَوَّیْنٰ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (البقرہ ۲۹)
(پھر ہم بلند ہوئے آسمانوں کو اور ٹھیک سات آسمان بنائے۔)

وَلَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(وہ سب کچھ جانتا ہے۔)

ہم علم والے تھے ہمیں پتہ تھا کہ **determined ends** کے علاوہ یہ مجبور انسان جس کا زندگی میں کوئی آسرا نہیں ہے کیسے زمین پر زندگی گزارے گا؟ سو ہم نے یہ کیا کہ جب زمین پر کوئی ذرائع خوراک نہ تھے، اس کو صحتی باڑی بھی بنائی تھی تو انسان کیلئے سب سے پہلے ہم نے پانی کا بندوبست کیا، پھر انجیر اور زیتون کے پودے جنہیں کئے، مجبور پیدا کی تاکہ جب تک اس کے ذرائع ابلاغ درست نہیں ہوتے، ذرائع زندگی درست نہیں ہوتے، یہ انسان جسکے پاس کوئی ذریعہ خوراک نہیں ہے، کچھ نہ کچھ تو مائی سے زندہ رہے۔ آج کا خود سراسر انسان جس قدر دکھتا رہ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو زندگی کا خالق کہتا ہے اس کو ان ابتدائی ادوار میں چلا پڑے گا، جب انسان کی عمل بالی نہ تھی، اس کے شعور و حکمت میں کوئی طریقہ نہ ہو گا زندگی موجود نہ تھا، اس وقت اس کو کس نے support کیا؟ اگر وہ بچہ ہیں جو اس کی زندگی کا باعث بنیں اگر پہلے سے زمین پر پیدا نہ کر دی جاتیں، تو وہ انسان کس طرح زمین پر survive کرے؟

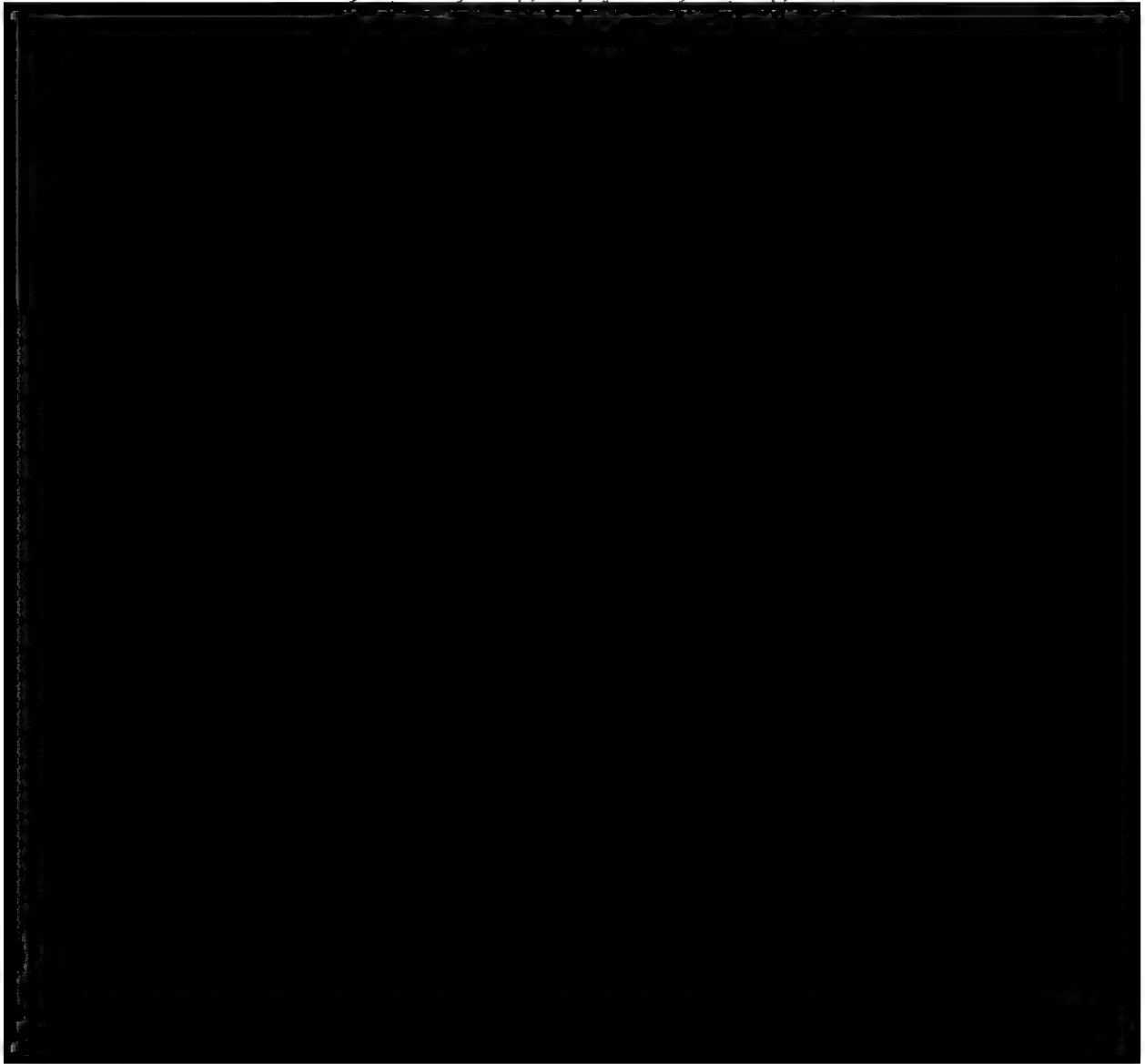
اللہ نے مختلف زندگیوں کے مختلف پیمانے بنائے، اسی طرح پچاس ہزار سال کا ایک دن مقرر کیا، کسی کا ایک ہزار برس کا دن مقرر کیا اور مختلف زندگیوں اور constellations کے جنہیں کرنے کے پیمانے میں ایک دن برابر ہے ایک رب سال کے..... دو رب سال گائے زمین علیحدہ کرنے میں اور دو رب اور کچھ سال گائے اس میں ضروریات انسان پیدا کرنے میں..... پھر بند ہوا آسمانوں کو اور ہماری constellations کو ہمارے قلم کیا.... اگر determinism نہ ہوتے اور اگر ایک دو لاکھ میل سورج ابھر آ جائے تو زندگی جل کر خاک ہو جائے، اگر ایک دو لاکھ میل پرے چلا جائے، تو زندگی بج رہے ہو جائے اسلئے life belt create کرنے کیلئے اللہ نے زمین کو ایک مناسب قلم پر رکھنے کیلئے ایک determined end کیا اور تمام determined end انسان کے فائدے کیلئے ہے۔

خواتین و حضرات! سب سے important question وہ ہے جو آج تک حل نہیں ہوا۔ بڑے بڑے دانشور اس میں معطل ہیں۔ یہ بڑا آسان سوال ہے مگر آج تک حل نہیں ہوا، کیا انسان سوچتا ہے؟ انسان عطا کی ہوئی سوچوں میں سے ایک سوچ کو چنتا

جنا یہ مسئلہ بہت important ہے۔ زمین پر آنکھ کسی intellectual نے یہ مسئلہ حل نہیں کیا کہ کیا انسان خود کو چتا ہے یا خدا کی دی ہوئی سوچوں میں سے ایک سوچ کو چتا ہے۔ جس طرح آپ کے دل میں سے دو روئیں گزرتی ہیں، اسی طرح آپ کے دماغ میں سے بھی دو currents گزرتی ہیں۔ ایک پر خیال فیہ الہام ہوتا ہے اور دوسری پر خیال شر الہام ہوتا ہے۔ خیال نل رکھتے ہیں، خیال خاندان رکھتے ہیں، خیال کے ماں باپ ہیں، جیسے جانوروں کے جینا۔

”وَمِمَّنْ دَاخِلُهُ الْاَرْضِ وَلَا يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ اَلَا اُنْمُ اُنْمَا لَكُمْ“

(الانعام 38:6)



اس سے پہلے بنی اسرائیل اس کے بڑے محبوب بنے تھے۔ ان کو اس نے بڑی سخت سزائیں دیں۔ ان پر ایسی جاہل قوتیں چڑھائیں جنہوں نے ان کے وجود کو مٹا کر دیا۔ ان کی اماور عزت نفس کو ختم کر دیا، ایسا نہ ہو کہ آپ بھی ان میں شامل ہو جائیں اس لیے رب کریم کہتے ہیں کہ میرے پیارے میں اور میرے احکام کے بارے میں سستی نہ کرنا، غم بھی نہ کرنا۔ معمولی سی کوفت ہے چھوٹی سی تکلیف ہے ذرا سا بھران ہے تم تیرے دوسرے منکران رہے ہو چلو پچاس سال کی گردش دیکھ لو۔۔۔۔۔ سو سال کی دیکھ لو۔۔۔۔۔ قوموں کی زندگی میں پچاس سو سال زیادہ نہیں ہوتے۔ اگر ابھی سو سو سال ہی لیتے ہیں۔

”وَلَا تَعۡزُوۡنَہٗ وَاَنۡتُمۡ اِلَّا عٰلَوٰنٌ اِنْ كُنۡتُمۡ مُّٰنِعِیۡنَ“ (ال عمران ۱۳۹)

(مجھے قسم ہے عزت و جاہل کی کہ تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو۔)

اور وہ یہ بات لکھ چکا ہے۔ ہمیں خبر ہے کہ آگے کیا ہے؟ ہمیں پتہ ہے کہ زمانہ کس نہج پر جائے گا؟ ہمیں معلوم ہے کہ تکبر امت کی اس صدی میں شکست کھا کر کہاں مرا ہے؟ ہمیں سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے خدا پر یقین ہو، اگر ہم اپنے رسول ﷺ پر یقین ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میری امت! ”اے لوگو! اے مسلمانو! تمین باتیں تم میں ہوں گی“ اور یاد رکھئے اس وقت حضور ﷺ زندہ نہ تھے جب یہ باتیں پیش آئے اور یہ حدیث حضور ﷺ کی زندگی کی ہے۔ فرمایا ”کیا حال ہو گا تمہارا جب تم اہل کسرتی پر غالب آؤ گئے“ پھر وہ فوت ہو گئے پھر اللہ کے بندوں نے مدائن کو فتح کیا اور ایران کی سلطنت کو مسلمان کیا۔ پھر فرمایا کہ وہ یا وقت ہو گا جب تم اہل روم سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے، پھر ہم نے اہل روم سے جنگ کی، ہمارے آباء و اجداد نے جنگ کی، ہم ان پر غالب آئے اور اللہ کے رسول کی دوسری پیش گوئی بھی پوری ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں تم دجال سے جنگ کرو گے اور اس پر بھی غالب آؤ گے۔

خواتین و حضرات: یہ دجال کا عصر ہے۔ اسی زمانہ کو خدا کے رسول ﷺ نے دجال کا عصر کہا ہے اور ہمارے پاس حدیث اور سچی خبر ہے کہ ہم اس پر غالب آئیں گے۔ افغانستان مت دیکھو، مارنے والا پتہ نہیں کہاں سے آئے گا؟ اللہ کے حضور میں یہ فتح لکھ دی گئی ہے مگر اس کا باعث صرف ایک ہو گا کہ آپ کا اعتبار عقلی نہیں ہو نا چاہئے۔ آپ اپنے مذہب کو سمجھو، کائنات کے سب سے بڑے قلیف کو سمجھو، خدا کے قرب اور ملاقات کی اس کنجی کو دیکھو۔ قرآن وہ کتاب ہے جو

فلسفہ میں، دانش میں، حکمت میں، علم میں، آپ کی ضرورت ہے۔ خدا وہ ہے جس کی باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں

"اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ صَبْعَ سَمُوتَ وَمِنْ الْأَرْضِ مَثَلُيْنِ يُنْزِلُ الْأَمْوَالَ بَيْنَهُنَّ (الطَّلَاحِ)

(12:65)

(اللہ تو وہ ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کی ہیں اور ان سات کائناتوں میں سات زمینیں تخلیق کی ہیں اور ان سات زمینوں میں ہزار حکم اترتا ہے)

بھلا تاؤ تو کسی کس انسان کو کسی دوسری زمین کا علم ہے؟ کس کو پتہ ہے کہ دوسری زمین کہاں ہے؟ مگر multiverses کے concepts آگئے ہیں..... اللہ سچا ہوا کہ نہیں..... ابھی تک دوسری زمین تو کسی نے نہیں دیکھی مگر options کھل گئے ہیں۔ یہ بہت آگے کی بات ہے۔ جب تک ہم قرآن کو تو جہات سے نہیں پڑھیں گے، علم سے نہیں پڑھیں گے، اگر جہاد میں چھ مٹے جانے کے بعد اسے رکھنا ہے، یہی کام تو چند واپنے بت کے ساتھ کرنا ہے اس سے زیادہ مذاق کتاب علم کے ساتھ اور کیا ہوگا؟ علم دانش اور تجربہ کی مثال کے ساتھ اس سے زیادہ مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کتاب علم کو پڑھنا سوچنا، اور غور کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس تلاوت کر لی۔ یہ تو ان پڑھوں کا کام ہے۔ اگرچہ اللہ نے ان کے لیے بھی ثواب رکھا ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے ہیں یہ ان کا کام نہیں ہے۔ جو ایمان لائے کر رہے ہیں اور جدید ترین فلسفہ بائے نظام معیشت سمجھ رہے ہیں، یہ ان کا کام نہیں ہے۔ ان کا کام ہے غور و فکر کرنا، تجویزی سی استطاعت کے ساتھ، تجویزی سی جتنی جدوجہد کے ساتھ، دیکھو تو سہی، یہ رب کائنات کیا کہتا ہے.....؟ اس کے پاس کیا ہے دینے کے لیے.....؟ اس کے پاس امن ہے، سکون ہے، ہر چیز دے دیتا ہے مگر دلوں کا اطمینان نہیں دیتا..... کسی قیمت پر نہیں دے گا۔ کوئی ایسا انسان زمین پر مجھے دکھا دو جو خدا کے بغیر بھی اطمینان قلب رکھتا ہو، جو خدا کی شائعت رکھتا ہو فرمایا

"لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

ہم اپنے دوستوں پر Fears اور Frustrations نہیں رہتے دیتے۔ Ladies and gentleman tell me who is not frustrated who is not obsessed. who does not suffer psychotic everyday who is not neurotic If I could explain it in one term, I

could say that it is an age of fears and frustration. It is an age of anxiety. It is an age that nobody satisfy with matter. This is a curotive. we are sceptic in the dress of hopelessness.

اللہ نے ہمیں ایک chance دیا ہے کہ میں اپنے دوستوں پر Fears اور Frustration نہیں رہنے دیتا۔ مگر کیسے؟ ... طریقہ کیا ہے؟ ... فرمایا: جو مرضی دنیا میں کرلو دولت دے دوں گا، پانی دے دوں گا، روٹی دے دوں گا، بخلا دے دوں گا، تمہارے پاس سونے چاندی کے کروں گا، تمہیں کھواب اور زخف کے لباس دے دوں گا مگر ایک چیز نہیں دوں گا

”أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ (الرعد 28:13)

اپنی یاد کے بغیر اطمینان نہیں دوں گا۔ یہ بات سن رکھو کہ سب کچھ مل جائے گا تمہیں دنیا میں ... اصحابِ کبار نے مگر کیا: یا رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے کاروبار کھلے ہیں، بازار بے ہوئے ہیں ... Sky scrappers دو تیس ہی دو تیس ... بیس ورلڈن تھری جت ہے، ہم خواب دیکھتے ہیں ... مسلمانوں کے پاس کیا ہے؟ ”پھر وہی ہمد، جو ردھو ریکروہی فرسودہی جت ہمیں گے تو پائیں گے۔ زندگی میں تو کچھ نہیں بچا، ... یہ کیسے believable ہے۔ ایک sentient being حواس سے چیزیں چھو لیتا ہے، پیسے چھو لیتا ہے، بدن چھو لیتا ہے، ہر چیز چھو لیتا ہے اور اللہ ہمیں کیا دیتا ہے کہ حواس سے آگے جا کے سوچیں یعنی physical self کو دنیا freeze کر رہی ہے اور خدا ہمیں صرف metaphysics دے رہا ہے، ایحد الظہیمات دے رہا ہے parapsychic institutions دے رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تو وہ مگر گزار ہوئے کراے اللہ دشمن، اتنا خوشحال کیوں ہے؟ آپ کو پتہ ہے کہ خدا نے کیا کہا؟ خدا نے کہا کہ ”اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اہل کفر اور ہل شرک کے دروید پر چاندی کے کروڑ، ان کے دروازے سونے کے کروڑ، ان کی سیر حیاں سونے چاندی کی کروڑ، آپ کو پتہ ہے کہ اگر مصلحت مانع نہ ہوتی تو مسلمان ان سے سڑ سڑ کر کافر ہو جاتا، مسلمان کبھی اپنے اعتقاد اور یقین پر قائم نہ رہتے، خدا جہدِ کریم نے تجویز ہی بھلائی کر دی۔

اللہ کے ہاں معیشت کے قانون جدا ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا کہ غربت میں خدا کسی قوم کو تباہ نہیں کرتا۔ غریب کو تباہ نہیں کرے گا۔ اگر آپ بھوکے تھے ہیں تو آپ کو مارنے میں اس کا کوئی interest نہیں ہے۔ وہ قوموں کو اس وقت پکڑتا ہے جب وہ اپنی معیشت پر کنٹرول کر رہی ہوتی ہیں، جب وہ اپنی richness کے فسانے بنا رہی ہوتی ہیں، جب وہ world bank رہی ہوتی ہیں۔۔۔

”كُنْ اَهْلًا مِّنْ قَرْيَةٍ مَّ نَظُرْتُ مَعِيشَتَهَا“ (الفصل 58:28)

(کتنی سی بستیوں ہم نے ہلاک کر دیں جب وہ اپنی معیشت پر ڈر رہے تھے۔)

ہم غریب اور فقیر بستیوں کو تباہ نہیں کرتے ہیں، مانگنے والی بستیوں کو تباہ نہیں کرتے، ہم اس وقت بستیوں کو تباہ کرتے ہیں جب معیشت میں کنٹرول ہوا رہا ہو، جب وہ اپنی مانیوں پر ڈر کر رہے ہوتے ہیں۔ قرآن نے دو بھائیوں کی مثال دی بڑے بھائی کا باغ بڑا شاندار تھا۔ کیلے لگے ہوئے۔۔۔ پھلوں سے بھرا ہوا۔۔۔ اور چھوٹے بھائی کا بہت چھوٹا۔۔۔ مگر سائے میں تھا۔ بڑے کا باغ وہ، پانی سے بھرا ہوا، چھوٹا اس سے مانگ کر پانی لیتا تھا۔ تھوڑے سے پھل اس میں آگتے تھے ایک دن بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا او چھوٹے والا تجھے ادیکھا میرے پاس کتنی عظمت۔ کتنا مال کتنا شاندار باغ ہے۔۔۔! چھوٹے بھائی نے انکار سے عرض کی بھائی! تھوڑی سی مروت کر جا۔۔۔ خدا کا شکر ادا کر۔۔۔ او بھائی! میں نے اپنی محنت کی ہے، میں intellectual قمار طریقے سوچے ہیں، میں نے اپنی services لگائی ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ God یہ کرتا ہے گا ڈوڈیکو نہیں ہے۔۔۔ It is my job۔۔۔! راستہ ایک ایسی آندھی آئی کہ اوپر کا باغ اجازت دے گا چھوٹے والے کا پناہ میں تھا، بچ گیا۔۔۔ مگر اسے سارو خائب، پڑھو، اداس۔۔۔ چلا۔

بائے میں نے ناشکری کی۔۔۔۔۔ اس لیے اللہ نے کہا کہ جب کسی چیز کے زوال کا اندیشہ ہو، کسی بچے کے ضائع ہونے کا ڈر ہو، کسی بڑے کی جان جانے کا ڈر ہو، کوئی دولت ہاتھ سے جانے کا ڈر ہو، کوئی باغ تباہ ہونے کا ڈر ہو، کسی مکان کی چھت گرنے کا ڈر ہو تو ایک جملہ ضرور پڑھ لیا کرو کہ جو چیز اچھی تمہیں ملی ہے، جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے، وہ قائم رہے گی اگر تم اسے دیکھ کر یہ کہو

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ یہ سب اللہ کی عطا ہے، اس کے بغیر کوئی بھی اور کتیں بھی یہ عطا نہیں کر سکتا۔

سوال: Quran repeatedly says we are the one who do

not differentiate between prophets ہم وہ ہیں جو پہلے اور بعد میں آنے والوں کے درمیان فرق نہیں کرتے، اس کے مقابلے میں ایک اور جگہ refer کیا جاتا ہے کہ انبیاء کے مابین درجات ہیں۔ اس کو explain کریں۔

جواب: قرآن نے رسالت میں تفریق نہیں کی۔ Ranks of the teachers فرق نہیں ہے۔ جو ranks پیغمبروں میں آئے، ان میں ان کی تعلیمات کے لحاظ سے difference نہیں ہے بلکہ ان کے اثرات کے لحاظ سے difference ہے کہ جب یونس بن حنیٰ کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا، کہا: مجھے یونس بن حنیٰ پر ترجیح مت دو اور جب حضرت ابراہیمؑ کا ذکر آیا کہ انہوں نے غلطی سے نرود کے سامنے اپنی بیوی کو بین کب دیا تھا تو حضور ﷺ نے کہا اس صورت حال میں شاید ہم سے بھی یہ خطا ہو جائے۔

حضور گرامی مرتبت کی سب سے بڑی personal صفت پر اگر آپ غور کرو گے تو آپ کو اپنا پیغمبر یا عجیب نظر آئے گا کہ ایک لاکھ تیس ہزار احادیث میں سے ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذاتی تعریف نہیں فرمائی اور عجیب سی بات یہ ہے کہ اتنا selfless teacher زمین و آسمان میں نہیں گزرا۔ اب دیکھئے کہ ان کا title ”رَبِّهِمُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ“ ہے اور یہ title میں نے اور آپ نے نہیں دیا بلکہ خداوند کریم نے دیا ہے

”وَمَا زُیِّنْكَ إِلَّا رَحْمَةً الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ (الانبیاء 21: 107)

یعنی وہ شخص ہے جو رحمت کے لیے رحمت ہے، جب اس سے پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو جنت میں کیسے داخل کرے گا؟“ تو فرمایا: ”اپنی رحمت کے ساتھ“۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ اور آپ؟“ تو کہا: ”میں بھی ان کی رحمت کے ساتھ داخل کیا جاؤں گا۔“ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جس کی رحمت کی وجہ سے عالمین قائم و دائم ہیں، اتنا selfless teacher زمین و آسمان میں کہیں نہیں گزرا کہ پوری زندگی کی تعلیمات میں حضور گرامی مرتبت نے کسی تعلیم کار یا اپنی عزت و توقیر کی طرف نہیں موڑا مگر جو کچھ بھی درجات اللہ نے عطا کئے وہ جہت و فضیلت ہیں

”بَلِّغْ الرُّسُلَ فَوَقِّ لِحُضْرَتِنَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ“ (البقرہ ۲۵۳)

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔)

ان میں فرق نہ کرنا، ان کے تعلیمی رتبہ کی وجہ سے ہے اور فضیلت دینا ان کے وہ درجات ہیں جو

اللہ کے نزدیک ہیں اور اس کا بھی ایک عنصر ہے جو اللہ نے بتایا ہے کہ نفسیات کے درجات علم پر ہیں۔

”تَوَلَّعَ كُلُّ جُنَّ مِنْ نَشْأَةٍ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ذِي الْعِلْمِ عَلِيمٌ“ (یوسف 76:12)

(جسکے پالتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں، اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

اور چونکہ تمام پیغمبروں کی کتاب لائے ہیں، تھوڑی تھوڑی کتاب کے پیچھے ہیں، ان کی نفسیاتیں ان تک محدود ہیں اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَبَيَّنْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي“ (المائدہ 3:5)

کہ آج یہ صرف میں نے کتاب ختم کر بکھلائی قوت تمام کر دی، پیغمبری ختم کر دی، میں نے رسول اللہ ﷺ جنہیں عطا کر دیئے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی نفسیات میں قرآن اور حدیث کی رو سے قطعاً کوئی فرق نہیں ہے اور بتا رہے نزدیک اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے مگر خود رسول اللہ ﷺ کا طرفہ خالی مقام یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی پر ترجیح نہیں دی۔

سوال: How can I recognise myself, please give the road map.

جواب: آپ نے سنا ہوگا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا
Now there is something in it which is contradictory
کہ اگر ہم اپنے self کو پہچانیں گے تو ہم اپنے خدا کو کیسے پہچان لیں گے؟ حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا کہ خدا کو کیسے جانتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا you know thyself and you shall know the God. مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کمزور ہے مگر اسکے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث جو کہ مضبوط اور مدلل ہے، اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”خدا جس کو اپنا علم دینا چاہتا ہے اسکی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے“ اس کی وجہ یہ ہے خواتین و حضرات! کہ میں اپنی جہتوں کے حجاب میں ہوتا ہوں۔ میری جہلیں، میری sympathetic considerations خدا کی شناخت میں مائل ہیں۔ جب تک میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ میری کون سی جہلیں ایسی ہیں جو خدا کے رستے میں مائل ہیں، میرا رستہ نہیں سٹلے گا اور میں خدا کے رستے کی شناخت نہیں پاؤں گا۔

نفسیات کا موضوع خدا نہیں ہے۔ نفسیات آپ کو اللہ تک نہیں لے جائے گی۔

Psychology does not need to lead to God but psychology secondly leads you to the understanding of the self. یہ علم کافی حد تک مرتب ہونے کے باوجود بھی ابھی اس مقام پر نہیں پہنچا کہ psychology should lead you to the God. بلکہ یہاں پہنچنے اور دوسروں کے اندر ایسے احساسات کی تعلیم دیتا ہے، ایسی ہی آپ کو بتاتا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کی Progress آپ کی قوت عمل، آپ کا جذبہ، زندگی رکھ رہا ہے۔ It will tell you, why are you depressed, It will tell you why do you feel inferior. It will tell you to wash off your things. It will tell you to experiment on your self. In laws of psychology you create a workability in yourself. مگر psychology آپ کو خدا تک نہیں لے جاتی۔ جن کو خدا تک جاتا ہے وہ psychology سے ذرا آگے بڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ جب نفسیات کا اصول ختم ہوتے ہیں وہاں خدا کی شناخت کا اصول شروع ہو جاتا ہے۔
 ”وَلَعَنَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ“ (الرحمن 46:55)
 (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔)
 یعنی اس نے اپنی خواہش اور اپنے نفس کی ہمتا لیت کی۔

خواتین و حضرات! سنا لیں لو کسی کی منزل یہ ہے کہ It studies the self for the self... اور اس سے آگے بڑھتا ہے، مسلمان اللہ کی رضا کو سامنے رکھ کر اپنی self کو خدا کی رضا سے surrender کرنا ہے۔ یہ مقام تصوف ہے اور خدا کی شناخت کا علم ہے۔ سوال: کیا اللہ سے شکوہ کرنا درست ہے اگر انسان خدا سے شکوہ نہ کرے تو کس سے شکوہ کرے؟ اگر کوئی انسان دنیا سے نفرت کرنا ہے اور اس دنیا میں نہ رہنا چاہے اور کہے کہ مجھے اپنے پاس بلالے تو کیا یہ درست ہے؟ جواب: اللہ سے شکوہ کرنا غلط نہیں ہے، بشرط یہ ہے کہ کسی اور سے شکوہ نہ کیا جائے۔ اگر اللہ ہی آپ کے پیش نظر ہے، خدا ہی آپ کی زندگی کا خالق ہے، آپ فوریات بھی اسی سے مانگتے ہو، تو جہات بھی اسی سے مانگتے ہو، تمکین بھی اسی سے مانگتے ہو۔ تو پھر شکوہ بھی اسی سے کر سکتے ہو۔

اگر آپ حضرت یونسؑ کے گیت سنیں جو انھوں نے بنیاری میں کئے تو لوگ ان کے پاس اس لئے آتے تھے کہ آپ ہم سے بات کریں اور خدا کا لکھ کر دیں مگر وہ نہیں کرتے تھے۔ مگر جب تھا ہوتے تھے تو اللہ ہی سے کرتے تھے، اللہ کو نہ ور کبھی تھے کہ اے میرے پروردگار! میں لوگوں سے تیرا شکوہ نہیں کرتا اور لوگوں سے تیرا لکھ نہیں کرتا۔ لوگ مجھے شکر گزار کرنے آتے ہیں مگر میں نہیں کرتا۔ مجھے پتہ ہے کہ تو جو کچھ کر رہا ہے، میرے لئے مناسب کر رہا ہے، لیکن اے پروردگار! میں بڑی مصیبت میں ہوں اور یہ جملہ حضرت یونسؑ کا قرآن میں موجود ہے کہ

”اَبْنٰی مُسْبًی الْقُصُوْ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِیْنَ“ (الانبیاء ۸۳)

اے اللہ مجھے نہ مرنے چھوڑا ہے، تو کیوں میری بے چارگی پر رحم نہیں کرتا.....؟ کیوں مجھ پر کرم نہیں فرماتا.....؟ کوئی خطا میں نے کی تھی کہ تو نے مجھے شیطان کے قبضے میں دے دیا۔ کوئی عزت و عظمت کے عوض تو نے شیطان کو مجھ پر حکم لا کر کرنے کی اجازت دے دی۔

خدا سے شکوہ اسلیئے جائز ہے کہ خدا ہی سے لکھ ہو سکتا ہے۔ دینے والا وہی ہے، عطا کرنے والا بھی وہی ہے مگر ان یہودیوں کی طرح لکھ نہیں کرنا چاہیے جو کہتے تھے کہ خدا کا ہاتھ ٹھک ہے، ہمیں مال ہی نہیں دیتا۔ لکھ کرنا ہو تو فرشتہ انھوں سے کروا لے، یہ لکھ نہیں جانتے۔ پانچویں کہ جس میں خدا کی تقسیم ہو یا اس کی عزت و جاہ و مرتبت میں کمی ہو۔ لوگ بہت کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں، لوگ بہت کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کو مانگتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں مگر وہ غلط کہتے ہیں۔ خدا ان کو آخر میں یاد آتا ہے، سب سے آخر میں جب سارے ذرائع ختم ہو جائیں، تب وہ نہیں یاد آتا ہے۔ رب تعالیٰ کی قسم ہے جس نے اللہ پر توکل کیا، خدا کے سوا کسی سے آرزو نہیں رکھی تو اس کا شکوہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اس کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے، اسی کی ہر آرزو کو

• طلب تک پہنچاتا ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ درجیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ اہم اعظم کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تو ایسے اللہ کا نام لے کہ تیرے دل میں کوئی اور نام نہ ہو، ایسے اللہ کا نام لے کہ تیرا دل خالی ہو اور اس میں کوئی اہم نہ ہو تو یہ اہم اعظم ہے۔ حضور گرامی مرتبت کی حدیث ہے

جب بندہ اللہ کو اتنا یاد کرے کہ اس کا دل ایک سحر اور ویرانے کی طرح ہو جائے اور اس میں ایک چراغ نہ ہو..... اللہ کی یاد کا چراغ..... تو پھر اللہ اس کا ہاتھ بن جائے ہے اس کا اشارہ بن جائے ہے اس کا کلام بن جائے ہے۔ اس کے امروئے و شمس سے بدل چک آتے ہیں۔ اس

کے ایک اشارہ انگشت سے روشنیاں بھیل جاتی ہیں۔ اُس کے جملہ صادقہ سے کائنات کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ یہ صہب مبارک موجود ہے۔

سوال: Quran strictly denounces taking and giving of interest. In this context what is the status of banking, insurance and all such business. Is the job in such business allowed?

جواب: یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام بینک ایسا کرتے ہیں۔ آج تک یہ تصور یا جائز رہا ہے کہ بینکوں کے اصول سود پر ہیں مگر بینک بلا سود بھی ہو سکتے ہیں۔ اس میں بینکوں کے کاروبار کو کوئی قصور نہیں ہے۔ بینک مضاربہ طرز کے بھی ہو سکتے ہیں، بینک اسلامی طرز کی بینکاری بھی کر سکتے ہیں۔ بینک ایک institution ہے جس کا تصور زمانہ قدیم میں یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ بینک کا تعلق اس وقت وجود میں آیا جب زمین میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور اس وقت یہودی بچوں پر جن کو کرنا ہو کاری کیا کرتے تھے اور پیسے کا لین دین کیا کرتے تھے۔ وہ bench بنی جڑتے جڑتے bank ہو گیا۔ دراصل bank میں inherent سود نہیں ہے۔ بینک کا اصول بلا سود بینکاری بھی ہو سکتا ہے۔ بینک advantage میں بھی بینکاری کر سکتا ہے۔ یہ اس طرز عمل کا نام ہے جو کوئی organization یا کوئی بینک کسی چیز کے لئے کوٹتی ہے مثلاً جیسے mark up کا ایک institution نکلا تھا تو اس میں repititive سود کو ختم کر دیا گیا تھا اور mark up کا اصول بنالیا گیا تھا۔ اس کا درجہ اس قسم کی خدمت پر نہیں پہنچتا، جیسے repititive سود کا بڑھنے والے سود کا پہنچتا ہے۔

ہمارا مسئلہ مختلف ہے۔ میں پاکستان میں ہوں نے وہاں بینکاری کے حوالے سے منٹو کروں گا۔ آپ کی ہر چیز بال، بال سود میں بندھی ہوئی ہے۔ وہ مقدس لوگ جو سوئٹس دیئے نہیں کھاتے، وہ بھی سود کے قبضے میں ہیں۔ جب غیر اقوام آپ کا سود سیتی ہیں تو وہ capita سود سیتی ہیں۔ وہ ہندو کہہ کر وہ سود سیتی ہیں اور وہ ہر پاکستانی پر سود سیتی ہیں، سوختو سلطان کی حد صہب مبارک یوں چری ہوتی ہے کہ زمانہ آخر میں اگر کوئی سوئٹس بھی کھائے گا تو اس تک سود کا دھواں نہ رہے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس کو change کرنا چاہتے ہیں۔ An individual cannot change the entire aspect of a country.

حکومت، اس کے ارباب اختیار اور دنیا کے ساتھ اس کے لین دین کے ڈھنگ بدلنے ہوں گے۔
 اگر ہم مسلمان حکومت ہوتے، اگر ہم اسلام پالنے تو ہم اس نظام سو کو بدل سکتے تھے مگر کیسے؟
 دیکھئے! سود کے بارے میں قرآن حکیم میں تین حکم ہیں۔ ایک اس کی nature پر ہے، ایک
 اس کو دور کرنے پر ہے، ایک حکم یہ کہتا ہے کہ

”أَحِلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَخَوَّمَ الزُّبُورَ“ (البقرہ 2: 275)

(اللہ نے مٹال کیا بیچ کو اور حرام کیا سود۔)

دوسرا حکم سخت ہے کڑا اور یہ آخری صورت ہے آخری تین صورتوں میں سے ایک صورت خطیہ
 الوداع سے پہلے سامنے آئی۔ وہ یہ ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الزُّبُورِ إِنَّكُمْ مُؤْمِنُونَ بِهِ لَكُمْ

تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (البقرہ 2: 278, 279)

(اگر تم سو لو گے، دو گے، تو پھر خدا اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔)

لوگ ان کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں مگر اس rule کو نہیں دیکھتے جو سود ختم کر سکتا ہے۔ اللہ نے
 بڑا سادہ سا قانون دیا ہے۔ مگر اگر وہ institution نہیں ہوگا تو سود بھی زمانے میں ختم نہیں
 ہو سکتا۔ نہ سودی عرب میں ختم ہو سکتا ہے، نہ پاکستان میں، نہ شام میں، نہ مصر میں۔۔۔ جب تک
 اللہ کا وہ قانون اور institution قائم نہ ہوگا۔ خدا نے چھوٹی سی آیت میں وہ دو
 institutions آئے سامنے کر دیئے ہیں اور کہا ہے کہ اس institution کو بڑھاؤ تو
 یہ institution ختم ہو جائے گا۔

”يَمْحَقُ اللَّهُ الزُّبُورَ وَيُزِيلُ الصُّلْفَ“ (البقرہ 2: 276)

(اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صداقت کو بڑھا دیتا ہے۔)

جب آپ کے صدقات کے Institutions قائم ہو جائیں گے، تو سود
 automatically ختم ہو جائے گا۔ یہی مثال رسول اللہ ﷺ نے دی۔ خطیہ الوداع
 کے دن حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں تمام سود باطل قرار دیتا ہوں۔

میں ایک سوال Islamic history کے طالب علموں، تمام دانشوروں اور علماء
 و فضلاء سے ہمیشہ کرتا ہوں اور اب بھی کروں گا کہ یہ بتاؤ کہ آیات و اتر چکی تھیں، سود پہلے کیوں
 نہیں بند ہوا۔ Why prophet have to announce it on the day

of khutba? why...? کیوں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ الوداع کے دن فرمایا کہ آج کے دن میں تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں؟ خواتین و حضرات! غور طلب بات ہے کہ سود کے قوانین آجانے کے باوجود خطبہ الوداع والے دن تک عباس بن عبدالمطلب سود دیتے تھے اور لیتے تھے، جس کو رسول اللہ نے منع کیا۔ Why? no contradiction in Islam. No contradiction in the deeds and the saying of prophet... یہ غور طلب بات ہے۔

اسلام اس وقت تک کسی قان کو change نہیں کرتا جب تک متبادل قان نہیں دے دیتا۔ چنانچہ اسلام نیا قنا، معیشت ابھی establish نہ ہوئی تھی، معاشرت قائم نہ ہوئی تھی، ابھی مدینہ centre نہ بنا تھا یا بن رہا تھا، نبوت قائم تھی، احکامات تر رہے تھے مسلمان بدل رہے تھے، زکوٰۃ اور صدقات کے نظام جاری ہو رہے تھے، مگر پوری طرح جاری نہ ہوئے تھے۔ جب دونوں نظام پوری طرح جاری ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کو یقین ہو گیا کہ اب سود کی کوئی ضرورت نہیں رہی تو آپ نے forcefully اس کو خطبہ الوداع والے دن بند کیا۔

اگر آپ نے سودی نظام کو بدلنا ہے تو صدقات کا نظام لے آؤ۔ چوارب کے فقہ سے ایک بینک قائم کر لو، جس کا کام صدقات بینک ہو۔ اس میں آپ لاکھوں لوگ ملازم کر لو۔ صدقات سے ان کو pay دو۔ اس کے بعد قرض والوں کو اس میں سے قرض دو، صرف ایک شرط لگا دو کہ اگر نفع ہو تو ہمیں اصل قرضو سے سے نفع کے ساتھ واپس کر دینا، اگر نفع نہ ہو تو اصل واپس کر دینا۔ نقصان ہو جائے تو اللہ سینے دینے ہوئے صدقات واپس لینے سینے نہیں ہوتے۔

آپ سوچ سکتے ہو کہ پاکستان میں ہر سال سترارب کے صدقات بنتے ہیں۔ اگر پاکستان میں صدقات کا نظام قائم ہو جائے تو تین سالوں کے اندر راندہ سود کا کام وٹان تک نہ رہے کیونکہ صدقات واپس لینے سینے نہیں ہوتے۔ آپ کہو گے کہ لوگ پیسے نہیں گے، کھا جائیں گے، لوگ قرض لے کر واپس نہیں دیں گے، ندیں..... کیونکہ صدقات کا نظام پیچھے سے باقی رہتا ہے۔ صدقات والوں نے آپ سے پیسے لے کر نظام نہیں چارنا۔ صدقات وہ نظام ہے جہاں flow of money natural ہے، رضا کارانہ ہے اور یہ قیامت تک نہیں رک سکتا۔ اگر تم مسلمان ہو تو یہ آتے جائیں گے..... رکیں گے نہیں..... ایک وقت آئے گا کہ امت

responsible ہو جائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ لینے والا آکر آپ کو کہے گا کہ دس ہزار قرض لیا تھا، یہ اپنا صدقہ واپس لے لو، کسی اور بھائی کے کام آجائے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ مدینے کی نفاذ قائم ہوگی، تم زکوٰۃ لے کر نکلو گے مگر لوگ کہیں گے، ہم خوشحال ہیں، اللہ کا فضل ہے ہم اپنا کام کاج کر رہے ہیں۔ بزنس پر اگر نہیں کرے گی، Jobs ملیں گی، ہر چیز ہوئی مگر ابھی تو secular نظام کو اپنی کچھ خواہشات پوری کر لینے دو۔ ابھی تو ایرانی تجربات ہی تم نہیں ہوئے۔ جب یہ امتحانہ پوری تجربات قائم ہوں گے تو اسلام کی باری آئے گی۔۔۔ ہمیں اپنی کسی چیز پر اعتماد ہو گا تو ہمیں یقین آئے گا۔

آپ کو پتہ ہے کہ یورپ میں دو بڑے انقلاب آئے ہیں۔ انقلاب فرانس اور انقلاب روس۔۔۔ دونوں بھوک اور افلاس کی وجہ سے آئے ہیں۔ انیسویں صدی میں فرانس اور روس میں Proletariat اور Bourgeoisie امراء کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام میں کیوں نہیں mass revelotion آیا؟ آج تک نہیں آیا کہ سارے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ اس کی وجہ زکوٰۃ اور صدقات کے نظام تھے۔ Individual incidents کو چھوڑ دیجئے مگر مسلمان مت، مسلم نظام اتنا پائیدار نظام صدقات ہے کہ آج بھی کوئی چترین مسلمان بھی اپنے ہمسائے سے غافل نہیں رہتا اور اگر میرا ہمسایہ اور میرے ہمسائے کا ہمسایہ۔۔۔ اور یہ باتوں میں باتوں کی زنجیر۔۔۔ اور یہ ہمسائیگی کا تسلسل جاری رہا تو مسلم معاشرے میں کوئی survival کی limit کو کراس نہیں کرتا، کوئی بھوک سے نہیں مرے گا اگر مرے گا تو secular زمانے میں مرے گا۔ اسلام کے زمانے میں نہیں مرے گا۔

آخر میں میری یہی درخواست ہے کہ جب بھی اللہ کو مانو، مذہب کو مانو، تو اس کو مفروضے کی طرح نہ مانو۔ Islam doesn't need us, we need islam. اس مضبوط ترین constructive philosophy کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہرتی۔ اب بھی نہیں ٹھہرے گی۔ اے کاش! کہ ہم بھاننے والوں میں سے نہ ہوں اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے خوبصورت دنا وہ ہے جو انجام سے متعلق ہو

”اَللّٰهُمَّ كَيْفَ قَلْبِي عَلٰی دِيْنَا“ (حلیٰ نبوی)

اے اللہ ہمیں لہوہ آخر تک اپنی committment پر قائم رکھ، دین کے ساتھ، اپنے ساتھ۔۔۔۔۔

بلا عنوان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

زَبْ أَدْخَلْنِي مُدْخَلَ صِلَقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِلَقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ
لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيرًا

خواتین و حضرات! آفتاب حیات کو گمین لگ چکا ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث جو ہم تک پہنچی، یہ حدیث نہیں بجز وہ ہے۔ اس حدیث کے متن صے پورے ہو چکے اور چوتھے کا زمانہ ہمارے نصیب میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تم شاہانِ کسریٰ سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے۔ پھر فرمایا اے سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے زمانے میں جب مدائن فتح ہوا، کسریٰ کے کنگن آئے، اصحابِ رسول ﷺ ہر ساق کی طرح روئے ہزارات کو بلا لیا گیا، حضرت عمر بن خطابؓ نے وہ کنگن ان کے ہاتھ میں پہنائے اور فرمایا کہ ربِ کریم کے رسول ﷺ کا فرمان آج پورا ہوا۔ پھر فرمایا: ”اے میری امت کے لوگو! تم قیامِ مدینہ سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے۔“ ہرموک کی فیصلہ کن جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے Eastern church اور روما کی Eastern Empire کو ڈل ڈال کر ایک دھڑت و دے دی۔ پھر فرمایا اے میری امت کے لوگو! تم ان لوگوں سے لڑو گے جن کے چہرے چمکیں و حال جیسے ہوں گے اور جن کے جوتے چوڑے کے تسموں سے بندھے ہوں گے اور تم ان پر بھی غالب آؤ گے۔ منگولوں کے حملے، بغداد کی تباہی، دمشق کے محاصرے، انکارِ رخصت ہونا، پھر معرکہ یحییٰ جالوت میں سلطان رکن الدین بھروسہ، امام ابن تیمیہ اور سلطان علاؤ الدین کا اسلامی مملکت میں اتحاد اور پھر ایک فیصلہ کن جنگ میں جسے معرکہ یحییٰ جالوت کہتے ہیں، اس میں منگول بیڑ کے لئے تباہ ہو گئے، یہ صرف تباہیوں کے بلکہ پھر اس غلبہ اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس یورش نے مغلوں اور ۱۲۴۲ء یوں کو مسلمان بنا دیا اور مدتوں قبل کا یہ شعرا سی کے مصداق ہے

ہے عیاں یورش ۱۲۴۲ء کے افسانے سے

پاساں مل گئے کعبہ کو صم غانے سے

خواتین و حضرات! پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زمانہ مآخر میں تم لوگ دجال سے

جنگ کرو گے اور اس پر غالب آؤ گے۔ بڑے نصیب کی بات ہے کہ کرب و بلا کے اس دور میں جبکہ ہم احساس کمتری میں، ذلت و حسرت کے احساس میں بسر رہے ہیں، جبکہ ہم اپنے مقدرات کو غلامی و مغلوب پاتے ہیں کہ ہمارے دل میں ایک بڑا دی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عصر مغرب، کیا یہ بلند و بالا مہارت کے مالک، کیا یہ ٹیکنالوجی اور specification of sciences کے masters کبھی امت مسلمہ کو دوبارہ سر اٹھانے دیں گے کہ نہیں؟

خواتین و حضرات اسلام زمانے میں کبھی مغلوب نہیں ہوا، آج بھی نہیں ہے لیکن مسلمان مغلوب ہیں۔ قابل کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے کبھی بھی اسلام کی مدد نہیں کی۔ یہ اسلام ہی ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ بھی سچا بے سارنول ﷺ بھی سچا بے اور ہم نے یہ کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں میرا رسول ﷺ اور مومنین ہمیشہ غالب رہیں گے مگر ہم غالب نہیں ہیں، اگر ہم غالب نہیں ہیں تو ہمیں کتاب اللہ میں خدا کے دیے ہوئے اس جھڑپ کو شکست دیکھنا ہو گیا یقین سے۔ اگر اللہ سچا ہے تو ہم اس بات کو جاننے کے حقدار ہیں کہ ہم صاحب ایمان نہیں ہیں۔ ”وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا“ تار کیا دس سستی نہ کرنا، ہمارے شکاکات کھاتے نہ رہنا، ہمیں اس مجبوری کی طرح مستحال کیا جو تمام دنیوی سباب کو مستحال کرنے کے بعد جب کوئی راہبر انہیں پاتا، کوئی راہنہ نہیں دیتا، جو مجبوراً خدا کو اپنا ہے اور اگر اس کی آرزو پوری ہو جائے تو کہتا ہے کہ تم تک ہے کونسی خدا بے اور اگر پوری نہ ہو تو اسکا رستا دہتا ہے کہ کوئی کیا ہے۔

خواتین و حضرات! یہ ایمان نہیں ہے۔ اللہ قرآن میں اہل کفر کو طعن دیتا ہے کہ اگر تم عقل و شعور رکھتے، اگر تمہارے اندر کوئی ذہانت کا بیج ہوتا، تم اپنے آپ کو دانا سمجھتے، سیما سمجھتے، اسباب کفر و اگر تم شعور رکھتے اور خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو بجا استعمال کرتے تو پھر یقیناً تم اپنے آپ کو اجداد کے کفر کو ترک کر کے مجھے قبول کر لیتے۔ پورے قرآن حکیم میں اللہ blind faith کا مخالف نظر آتا ہے۔ اندھا دھند اعتقاد کا مخالف نظر آتا ہے۔ رسم و رواج میں لپٹے ہوئے مذہب کے کفن سے وہ بہت بےزار ہے جس کو کوئی شخص اپنا ذاتی شعور نہیں دیتا۔ وہ نعمت خداوند، وہ احساس تزیج، وہ عقل جو اللہ نے اپنے لئے دی تھی۔ اور جب اللہ نے عقل کو تحقیق کیا تو کہا کہ مجھے میرے سامنے چل کر دکھا، وہ چلی، تو خدا نے ماز کیا اپنی تحقیق پر کہ میں نے کیا خوبصورت شے تحقیق کی ہے۔! پھر اسے امانت کے طور پر سنبھال کر رکھ لیا۔ پھر اس نعمت عظمیٰ کو، اس دولت

عقل و شعور کو زمین اور زمین کی جھوٹ سے کوٹیں کیا۔ آسمانوں اور آسمانوں کی جھوٹ سے کوٹیں کیا۔ ہر پند و چہرہ کو چٹیں کیا۔

”إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ“

(بے شک ہم نے امانت چٹیں فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر۔)

مگر ایک احساسِ ذیالی، ایک خوفِ تراجو کہتا تھا کہ اگر اس دولتِ عظیم کا صحیح استعمال نہ کیا تو جو ایک عذاب ہے اللہ کا وہ ہم پر نازل ہوگا

”فَأَيُّهَا أَنِّي بِحِيلِهَا وَأَشْفَقَنِي مِنْهَا“

مگر وہ جسے حسرتِ انسان..... اگر تکبر ذات کی خواہش، بیوقوفی، نکرانی کی خواہش، دولت و عزت اور سرکردگی، حقوق کی خواہش، مرجع، کائنات، بننے کی خواہش نے آگے بڑھ کر اس دولتِ عظیم کو اٹھالیا۔ سوچا کہ عقل ہے تو خدا کا بیچ بچا کیا مشکل ہے؟ ہر قسم خود اس نے یہ سمجھا کہ اگر یہ دولت میرے پاس ہو گئی تو کیا میں اپنے اللہ کو بھی نہ جان سکوں گا؟ یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے مگر خدا عجب کریم نے فتویٰ مانا نہ صادر فرمایا

”إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا“

(بے شک وہ ظالم تھا، جاہل تھا۔)

یہ وہ انسان ہے کہ جس کی پہلی خطا یہ ہے کہ اپنے آپ کو overestimate کر گیا اور job کو under estimate کر گیا۔ یہ ظلم اور یہ جہالت انسان میں پہلے دن سے تھی۔ آج بھی اگر خدا کے reference کو دیکھیں تو ساتارب انسانوں میں سے کتنے لوگ ہیں جو خدا کو مانتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو خدا کو ماننے کے باوجود اسے اپنا symbol of accountability سمجھتے ہیں؟ پروردگارِ عالم نے عقل کی صرف ایک ترجیح مقرر کی ہے نہ دولت، دنیا، نہ اسبابِ دنیا، نہ طریقِ نکرانی، نہ سیادتِ کلی، نہ جن و انس پر اسنا غلبہ۔۔۔ صرف ایک priority پوری عقل کی متعین کی

”كُلُّ نَفْسٍ عَلَى الْإِنْسَانِ حَبِيبٌ مِّنْ اللَّحْمِ لَهُ يُكْنَىٰ شَيْئًا مِّنْهُ كُفْرًا“

اے کم بخت انسان! اے بد بخت! اے کفر و راؤ تو اس قلم بھی نہ تھا کہ کوئی قلم بل ذکرِ حقوق ہے۔۔۔ اے انسان زمانے میں مدتوں تو ایسے رہا کہ کوئی قلم ذکرِ شے نہ تھا، تو کائی تھا، تو algae تھا، تو کسی درخت سے چمکی ہوئی چیز تھا یا کسی سمندر کے کنارے جی ہوئی کائی تھا، تیرا کوئی

وجود تھا تو ایک single cell تھا جس کی بچون تک ممکن نہ تھی، ایک Amoeba کی طرح تھا، ایک singular cell، ایک تنہا واحد حقیقت جسکے ارد گرد اس کی بچون موجود نہ تھی۔ پھر خدا وجد کریم نے فرمایا کہ ہم نے چاہا کہ اسے آگے بڑھائیں، اسے عزت و برکت سے آشنا کریں ہم نے چاہا کہ اس کے واحد تیل کا تسلسل توڑ دیں

”إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ“ ہم نے اس کا نصف چھوڑ کر دیا، ہم نے اب اسے double cellular کر دیا، ہم نے اسے female اور male میں ڈھال دیا۔ اب اسکی single cell کی stage پٹی گئی مگر کیا اب وہ اس کا مل تھا؟ ابھی نہیں۔ تَبْلِيْہ میں نے چاہا کہ اس چھوٹے کو اور آگے بڑھاؤں، اس کو اقدار زندگی بخشوں وَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ ہم نے اسے سماعت کے نظام بخشے، ہم نے اسے بصارت کے نظام بخشے، ہم نے دوسروں سے اسے complicated کر دیا۔

یہ وہ انسان نہیں تھا جسے biology تقسیم کرتی ہے۔ آج کے سب سے بڑے حیاتیات کے منکر کا بھی یہ اعلان ہے کہ میں مرتے وقت یہ اقرار کر رہا ہوں کہ جتنے میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ genetics کے سب سے بڑے سائنس دان..... کا یہ اعتراف ہے کہ روز ازل سے جو gene جیسا پایا آ رہا ہے آج بھی ویسے ہی ہے۔ ان میں کوئی mutational effect نہیں ہوا۔ کوئی بھی تسمیزی چار اب سال میں انسان نہیں بنا۔ کوئی تغیر واقع نہیں ہوا اور یہ حضرت انسان آپ biologically تقسیم کر کے vertebrates میں رکھتے ہو، sub-phylums اور phylums میں رکھتے ہو، Homosapiens میں رکھتے ہو، یہی انسان اس وقت بھی تھا جب یہ کائن کی شکل میں تھا اور وہ انسان آج بھی وہی ہے اور اس عرصہ و دیر میں، اتنے طویل عرصہ حیات میں، اس کے gene میں کوئی فرق نہیں پڑا، مگر ایک چیز میں فرق پڑ گیا ہے۔ ایک بہت بڑی چیز میں فرق پڑ گیا ہے کہ اس کے احسانہ ترجیحات میں فرق پڑ گیا ہے۔ اس کی priorities بدل گئیں۔ جس کام کے لیے خدا نے اسے معزز کیا، جس کام کے لیے اس کے ذہن کو وسعت دی، جسکی وجہ سے یہ مہو بلا تک ٹھہرا، وجہ یہ بھول گیا

”إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا“

جب یہ مرحلہ زندگی سے گزرا، Homo sapiens کی stage تک پہنچا اور

Homo Erectus کی stage سے گزرا، Homo Habilous کی stage پر

آیا، یہ چالاک انسان، یہ جنگی اور وحشی انسان جب عمل پائیا، جب خدا کے حضور سے اسے آدمیت عطا ہوئی اور جب کائنات بلا میں ایک نیا ڈرامہ چل رہا تھا۔ جب آدم کی روح تحقیق ہو رہی تھی، اس کی جنسیت ابھی بیدار نہیں ہوئی تھی۔ اس میں ابھی کوئی ایسا Instrument نہیں تھا کہ وہ زمین پر آ کر ٹھہرے۔ پھر شیطان رجیم اور ملائکہ محترم دونوں نے اس کا ٹکڑہ شکست کی۔ جب اللہ نے اس حقوق کے بارے میں کہا کہ میں اس انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بناؤں گا۔ تو اس وقت ان کے پاس کوئی prototype نہیں تھا۔ ان کے پاس بچے دو ملین سالوں سے جنگ و جدل اور کشت و خون میں معروف انسان کا image تھا۔ اس انسان کے image کو دیکھ کر ملائکہ نے کہا کہ اسے مالک و کریم ایم عبادت گزار، صبح و شام تیرا نام کہنے والے، ہر وقت تیری اطاعت میں ایستادہ ہیں، ہمیں چھوڑ کر تو اس جنگی، وحشی اور غیر مہذب انسان کو آدم بنائے گا؟ اشرف المخلوقات بنائے گا؟ اسے اتنا بڑا رتبہ دے گا؟

”قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ“ (البقرہ 2:30)

(کہا مجھے علوم ہے وہ جو تم اس جانتے۔)

بہت بڑا استاد ہے پروردگار عالم۔ اس کائنات علم کا سب سے پہلا استاد اللہ ہے۔ تیرا کوئی چچ نہیں سکھاتا۔ تیرا کسی چچ کو پر فارم کرنے کے لیے نہیں کہتا۔ اس عالم کائنات کا یہ اصول ہے کہ ملائکہ کو تیار نہیں، شیطان کو بھی نہیں تیار کیا۔ ان کو Epoin of difference۔ سب کو بلایا اور کہا

دیکھو تم جس انسان کے بارے میں خبر کر رہے ہو اس کو میں چند اساتذہ کی تحقیق دیتا ہوں، تم بھی لے لو۔ تم کو اس کے make up کا پتہ نہیں ہے۔ تمہیں اس کی تحقیق کے زائد عام مرکا نہیں پتہ۔ تمہارا شبہ جائز ہو سکتا ہے مگر امتحان لے لو۔ اپنا بھی لے لو، اس کا بھی لے لو، ”ثُمَّ عَرَضْنَاهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالْ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ“ (البقرہ 31:2) جو تحقیق انسان کو پڑھائی، وہی تحقیق ملائکہ کو بھی پڑھائی۔ مہتمم گزار گئیں، اشارے سے زبان تک آتے ہوئے تین فیلمیں لگے، میں ہزار سال لگے۔ اشارہ زبان میں convert ہو جے، وہی میں ہزار سال کے اس وقت کے بعد ملائکہ کو اپنے علم کی استعداد کا اندازہ ہوا۔ وہ Artificial intelligence کے مالک تھے فرمایا ”پروردگار میں علم نہیں۔“

”قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا“

(بولے پاک بے ہو ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔)

ہمیں اس سے زیادہ کوئی علم نہیں کہ جتنا تو مٹا کرے۔ ہم تو computers ہیں، جتنا تو feed کر دے۔ ہم میں کوئی ایسی assimilation ہے ہی نہیں۔ ہم میں progeny نہیں ہے، ماضی نہیں ہے، مستقبل نہیں ہے۔ ہمیں تو کوئی چیز gather کرنی نہیں آتی، ہم تو اپنی اولاد کو کچھ convey نہیں کر سکتے۔ مگر انسان کی ایک memory ہے ایک تحقیق ہے، ایک معیار تائیس ہے اس میں ایک prototype of matter موجود تھا، retention موجود تھی، generations کو carry کرنے والا علم موجود تھا، اس کے اندر ایک انداز تحقیق موجود تھا۔ کہا کاسے پروردگار ہم اس دلوے سے باز آئے۔ ہمیں علوم ہے کہ ہم سیدھے سادے سے کپیٹر ہیں۔ ہمیں تو اس سے زیادہ کچھ پڑ نہیں جتنا تو ہمیں بتا دے اور ہم معافی پا جائے ہیں اس گستاخی پر جو ہم نے تیری تحقیق کے بارے میں کی اور اللہ نے کہا ”اے آدم! تو بتاؤ نے ان حروف کا کیا کیا؟“

”قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِ هٰۤؤُلَآءِ فَلَمَّا اَنْبَاۡهُمْ بِاَسْمَآئِهَا هَمَّ بِاَسْمَآئِهَا نَعِيْمٌ“

(فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب کے نام۔۔۔)

اس نے نر فرمائے، ہر چیز کے نام رکھے، ہر چیز کی تحفیں بتائی، ہر چیز کے مقاصد و مومن لیسے۔ ایک تحقیق سے اس نے جنہاں معانی تحقیق کر لیا تھا۔ پروردگار نے فرمایا ”قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۔۔۔۔“

میں نہ کہتا تھا، میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے

”اِنۡسِیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبَلُوْنَ وَمَا تُكْتُمُوْنَ تَكْتُمُوْنَ“ (البقرہ 33:2)

میں نہ کہتا تھا، میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ کیا مجھے نہیں پڑتا؟ مجھے پڑتا کہ میں نے انسانوں کو کیا وصف بخشا ہے؟ ”اِنَّا هٰذِہٖ بَیِّنَةُ السَّبِيْلِ“ مگر وہ بہت بڑا سادہ ہے۔ کوئی جبر نہیں کرتا۔

شیخ جیورژ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ نے انسانوں کو کیوں اتنی بڑی مصیبت میں ڈال دیا۔ سنّ زیا کو کیوں تباہ کیا کر دیا۔ قیامت کے دن جو اس کے نور سے زمین چمکے گی تو اس نے پہلے ہی کیوں تباہ کر دیا؟ وَأَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بَنُوْرٍ وَبَہَا (الزمرہ ۶۹)

فرمایا: ”اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا، اس کی حلیم جبر ہو جاتی، اور انسان ایسا ہے، شیطان ایسا ہے۔ خدا کے سامنے بھی خطا کر سکتا تھا اور آدم نے یہ خطا کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر خدا روپوش نہ ہوتا تو پھر دین ایک ایسی جنت ہوتا کہ جس کے بعد کسی انسان کا اپنے سوا توف پر قائم رہنا اور اس کی تصدیق سے پیچھے ہٹنا اس کے لیے مکمل جہنم کا باعث بنتا اور نجات کی کوئی صورت اس کے پاس نہ ہوتی۔“ خدا کا غیاب میں جانا اس کی رحمت کا ایک نشان ہے۔ خدا کا اپنے آپ کو چھپا لینا آپ کس کس دعوے کو حوصلہ دیتا ہے کہ خدا کو کسی نے دیکھا ہے؟ کیسے مانیں؟ کیسے جان لیں؟ پانچ امرِ اشیاء میں اللہ کی ذات پر..... خدا لا سبب سے کم پیچھا جاتا ہے، امرِ اشیاء سے زیادہ پیچھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ افزائی فرمائی شے کی اور کہا کہ اختیار کرنے سے پہلے ایمان لانے سے پہلے اپنے غلوک ضرورتاً اور یہ کتاب حکیم کو جاتے ہیں، اگر تمہیں شے ہے کہ خدا غلطی کر سکتا ہے تو یہ جو کتاب ہے اس کی پہلی آیت کو ضرور پڑھو

” ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ “ (البقرہ 2:2)

(اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔)

اگر ہے تو نکالو۔!! اگر خدا کو کہیں غلط ثابت کر سکتے ہو تو ضرور کرو، کیونکہ خواتین و حضرات ایک اصول غیر خیر ہے۔ انسان بڑا غلطی کر کے بھی انسان رہتا ہے اور اللہ اگر ایک غلطی بھی کرے تو اللہ نہیں رہتا۔ اگر تمہارا سپاس خدائے متعال ہے، اگر تمہارا سپاس ذاتیہ میں، چاہے وہ بیگل اور کائنات اور برکات کی ذاتیہ ہوں، چاہے وہ بابت ہیڈ اور رسل کی ذاتیہ ہوں، مگر اے دانش ورانِ عصر! اگر خدا پر امرِ اشیاء کرنا ہے تو کرو مگر صرف ایک کام کرنا کہ جو اللہ کا data ہے یہ جو قرآن و وحی کر رہا ہے کہ میں ”کتاب اللہ“ ہوں۔۔۔ اس کی کسی آیت کو غلط ثابت کرنا..... کتنا مشکل ہے خدا پر یقین کرنا اور کتنا آسان ہے اس سے آزاد ہو جانا۔ ایک غلطی قرآن میں سے اللہ کی نکال لو، آپ آزاد ہو جاؤ گے کیونکہ غلطی کرنے والا آپ کا خدا نہیں ہو سکتا۔ ایک بھی غلطی کرنے والا..... isemantics آئے، isceptics آئے، logical positivists آئے، communists socialist آئے مگر خواتین و حضرات ان کے علم کی استعداد کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرنا ہوں۔ برا فرق ہے زمین و آسمان میں۔۔۔۔۔ جو شخص اپنے پیغمبر کے علم کو حقیر جانتا ہے یا اس پر سوال کرے کہ پیغمبر کو کیا آتا ہے اور آپ نے تمام حقیقت زندگی اسی کے قول مبارک سے سیکھی ہو، اسکا ایمان کیسے سلامت رہ سکتا

ہے دیکھئے کہ ہر ٹریڈرسل کیا کہتا ہے؟ We only know the relationships of things. We do not know the nature of things ہمیں صرف شیاؤں کے آپس میں تعلق کا علم ہے ہمیں اشیاء کی حقیقت کا علم نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے "When we hit a wall there is no wall there is no fist. It is a mad dance of electrons and protons" یہ تو ایسا ان اور پر جان کا ایک دیوانہ پن ہے، اچھل کود ہے۔ اگر واقعی مادہ دیوار کو چاٹے تو chain reaction سے ساری کائنات تباہ ہو جائے اور یہ صرف زنجیری حقائق کیسے ہیں۔

خواتین و حضرات! بظاہر pure-scientific knowledge آپ کو یہ message دے رہے ہیں کہ Whatever we see and understand is wrong. We don't know the nature of things عجب آپ کو یاد دلاتا رہے ہیں؟

”الْأَلْهَمَةُ تَنْسِي بِحَقِيقَةِ الْأَشْيَاءِ“

(اسے بے مالک و کریم مجھے اشیاء کی حقیقت و فطرت کا علم عطا فرما۔)

یہ approaches کا فرق ہے، سائنس دان کتاب حقیقت کے مالک ہیں، قرآن کتاب حقیقت ہے۔ ان دونوں میں فرق کما نہ دہی ہے۔ سائنس دان بہت آگے بڑھ کر بھی صرف ان حقائق کو ثابت کر سکتے ہیں جو اللہ نے زمین و آسمان میں قائم کئے ہیں۔

خواتین و حضرات! انصاف کی کہنیے کہ جو اللہ آپ کو زمانے کی ابتدا کی بنا دیتا ہے

”أَوَلَمْ يَرِ الْذِينَ كَفَرُوا“ How dare you deny اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

كَانَتْ وَتَقًا فَفَنَقْنٰهُمَا All mass was one, then I tore them apart

ہم نے ان کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیا ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“ اور ہم نے تمام

زندگی کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ تو ہے اللہ جس نے بتائے حیات mention کی۔۔۔۔۔ کسی نے

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ زمین و آسمان بنانے سے پہلے رب کائنات کہاں تھا؟ جب زمین

بجھی، کائناتیں نہ تھیں، مگر کبھی نہ تھا تو خدا کیا کر رہا تھا؟ وہ کہاں تھا؟ فرمایا وَكَانَ فِي عِلَاقٍ وَه

دھند میں تھا، وہاں دلوں میں تھا، ایسے بادل ایسا دھواں، جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ اس کے اوپر بھی

”ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ“ (حم السجده 11:410)

خواتین و حضرات! cosmology کے سارے کے سارے thesis لکھا کر دیکھ
 اٹھیں۔ ایک سو سیسٹیس thesis میں سے واحد اتفاق اگر کسی thesis پر ہے تو وہ Big Bang
 ہے کہ "In the beginning heavens and earths were one mass and some body tore them apart" Allah tore them
 apart پھر آپ سائنس دانوں سے پوچھ گئے کہ اسے صاحبانِ تحقیق دیکھی تم نے غور کیا کہ
 کائنات بننے سے پہلے ہمارے ارد گرد کیا تھا؟ تو کہیں گے۔ "معدیم" moisturised
 gases, ہوا بل تھی۔ یہ سب لفظ جو جیسے شروع ہوئے اور کائنات میں شروع ہو گئیں۔ وہ
 بادلوں کو تحقیق کر رہا تھا بادلوں سے زمینیں تحقیق کر رہا تھا کائنات میں تحقیق کر رہا تھا، ساری بات تحقیق کر
 رہا تھا۔ اس نے تمام کچھ ہی دیکھی

المَبْرُوثُ" (القارعه 4:101)

”لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ“ (المومن 16:40)

اے مجھ کو! کیا یہ اردو کو بنی کرنے والو! اے قرض کی تجارت کرنے والو! اپنی زندگی اودھار اور مستعار لے کر اس پر باز کرنے والو! تم مجھے تباہ کر سکا کہ جس کا بے یہ ملک ۔۔۔؟ جس کی بے یہ کائنات ۔۔۔؟ پھر تم جواب دینے کے کامل نہیں ہو گے اور بوجہ خودی کے گا

(اسی واسطہ وقت ہا رکا ہے۔)

خواتین و حضرات! جو آغا کی ڈروٹا ہے، جو انجام کی ڈروٹا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ یورپ کا intellectual کہتا ہے کہ اسے درمیان کی ڈروٹا نہیں ہے، اسے یسویں اور اکیسویں صدی کی ڈروٹا نہیں ہے۔ وہ چودھویں صدی کا خدا ہے، اکیسویں کا نہیں۔ ہمارے بہت شاندار اور بڑے بڑے عالم آئن کلنی وی پر آرہے ہیں

جیل خردنے یہ دن دکھائے

گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

ایک موصوف نے ارشاد فرمایا کہ قرآن حکیم local بھی ہو سکتا ہے یعنی کچھ آیات local ہیں، گویا یہ کتنا عجیب ہے ہمارے لئے کہ آئن کے دن ہم ”پونے“ قرآن سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ کچھ ہے ہی نہیں۔ فارغ ہی فارغ۔۔۔ ان عالم صاحب نے ایک بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی کہ یہ جو یہود و ہنود سے عزت اور محبت کی بات اللہ نے ارشاد فرمائی کہ وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، تو یہ دراصل صرف مدینے کیلئے وقف تھی۔۔۔

اللہ تعالیٰ بہت مہذب ہے۔ کسی بہت بڑے orientalist کا قول ہے کہ قرآن کی اگر کوئی مسافت مبارک ہو، نہ ہو قرآن دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کرتا ہے، مگر اتنا decent ہے کہ کوئی گمان نہیں کر سکتا۔ اتنا decent صرف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ آداب و اشراف کا مالک اللہ ہے۔ تینوں رشد و ہدایت کا مالک خدا ہے۔ عقل و معرفت کا مالک خدا ہے۔ اس نے اس کی مثال قرآن میں دی ہے۔ اتنا خوبصورت۔۔۔ جامع کلام، اتنا حسین، اتنا زک، ترین مومنونات کی بات کرتا ہے۔۔۔ بچے کا ذکر کرتا ہے، جسے لہروں۔۔۔ نے اٹھایا ہوا ہے۔۔۔ فرمایا: اے ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا۔ کیا سارا معجب ہے! کیا ادا کے ادائیگی ہے۔ کیا حسن ہے کلام کا۔۔۔ فصاحت و بلاغت کا امتزاج ہے

”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ“ (بقرہ ۱۷۹)

(اس اہل عقل غور کرو تو تم نے قصاص میں زندگی رکھ دی۔)

یہ خدا ہی کہہ سکتا ہے، کوئی orientalist نہیں کہہ سکتا۔ یہ خدا ہی ہو سکتا ہے جس نے فطرت و انسان کو مرتب کیا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے جو mechanic ہے اس کی nature کا۔۔۔ اتنی خوبصورت اور جامع بات صرف اور صرف اللہ ہی کہہ سکتا ہے۔ اگر ساری انسانیت بھی آئن کے دن آتشی ہو جائے تو اللہ کی طرف سے اس ایک پہلے کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے کہ

جب ۴ بیل نے بائبل کو مارا

”اِنَّهُ مِنْ قَتْلٍ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فُسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَانَتْ اَفْضَلُ النَّاسِ جَمِيعًا ۝

وَمِنْ اَحْيَا هَآءِ فَكَانَتْ اَحْيَا النَّاسِ جَمِيعًا“ (العنكبوت ۳۴)

(جس نے کسی ایک انسان کو قتل کر دیا بغیر قصاص کے تو اس نے گویا تمام انسانیت کو قتل کر دیا اور

جس نے ایک انسان کو زندہ کیا اس نے گویا تمام انسانیت کو زندہ کر دیا۔)

آج بھی دنیا کی ہر بڑی سے بڑی میڈیکل یونیورسٹی کے باہر وہی جملہ لکھا ہے جو اللہ نے کہا۔۔۔

اس جیسا کوئی دوسرا جملہ آج تک کسی انسان سے تحقیق نہ ہوسکا۔

میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ کئی وی کے ایک محترم سنار فرماتے ہیں کہ یہ آیات

صرف حدیث کے لیے ہیں۔ خواتین و حضرات! قرآن situations کو تحقیق نہیں کرتا

بلکہ situations قرآن کو واضح کرتی ہیں۔ قرآن فطرت انسان پر اترا ہے قرآن واحد کسی

شخص یا situation پر نہیں اترا۔ قرآن کے لیے situations create کی گئی ہیں

تاکہ اللہ کا کلام آپ پر واضح ہو جائے۔ اہل تحقیق کیا گیا، اہل تحقیق کیا گیا، جسے تحقیق کیا گیا تاکہ

قرآن کی یہ آیت پوری ہو کہ کبھی تم تھوڑے تھے اور ہم پر اذکار کے چلے تھے اور ہم تمہیں فتح دیے

کرتے تھے اور آج تم ہمارے بھائی بن گئے کثرت پر اذکار کر رہے ہو۔ اے صاحب رسول ﷺ اتم

سے تو یہ غلطی مناسب یہ تھی کہ آج تم اپنی دس ہزار کی طاقت پر اذکار کر رہے ہو۔ ہم نے جسین اس لیے

تحقیق کی کہ تمہیں تا میں کہ تم غلط ہو سکتے ہو۔

قرآن کی ہر آیت اپنے باہر کی situation کو explain نہیں کرتی بلکہ باہر کی

ہر آیت قرآن کے اندر کی آیات کو explain کرتی ہیں اور ابھی تو بے شمار آیات قرآن ہیں

جن کے مطابق ابھی تک زمینوں میں وہ situations پیدا نہیں ہوئیں جو قرآن کی آیات کو

explain کریں مگر خواتین و حضرات! موصوف فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ وہی آیات صرف

دینے کے یہودیوں کے لیے مخصوص ہیں۔ کیا آپ کو علوم ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اہل تکلیف کیا

ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کو علوم ہے کہ یہود کا قبلہ کون سا ہے؟ یہود کا قبلہ یروشلم نہیں ہے۔ یروشلم ایک

مقررہ مدت تک ان کا قبلہ رہا پھر ان کو مقدسوں نے نبی دی، ان کے بزرگوں اور ان کے انبیاء

نے نبی دی کہ اگر تمہیں دنیا پر غالب آنا ہے تو تمہیں یہاں سے نکل کر شرب کی ہستی میں جانا ہوگا۔ تم

یہ شرب جاؤ گے تو پھر وہاں ہی آخر الزماں کا ظہور ہوگا، پھر اس کی مدد سے تم ساری دنیا پر غالب آؤ

گے۔

یہ ایک بنیادی وجہ تھی کہ بنو قریظہ اور خبیر کے یہودی یروٹلم کو چھوڑ کر یثرب میں آ کر آباد ہوئے اور اس نئی آخرالزمان کے مکیور کا انتظار کرنے لگے کہ جس کو لے کر وہ پوری دنیا پر ziorist حکومت کو قائم کریں گے۔ خدا کی مثال پر قرآن حکیم میں دیتا ہے اور دو مسئلے اکٹھے ایک آیت میں حل کرتا ہے: یہودی کو طعن دیتا ہے کہ اسے چہ بختو اتم وہی ہو ماں، جو میرے بندے، میرے رسول اور میرے نبی کے آنے سے پہلے اس کے ویلے سے مجھ سے دما کیے مانگا کرتے تھے، ابھی میرا رسول آیا بھی نہ تھا کہ تم اس کا ویلہ ڈھونڈتے تھے اور دما کیے مانگا کرتے تھے اور میں قبول کرتا تھا اب جبکہ یہ آیا گیا ہے تو تم اس کے مخالف ہو گئے ہو صرف ایک ہی وجہ سے کہ یہ نبی خواہ مخواہ میں سے کیوں نہیں ہے؟ بنو اسرائیل میں کیوں نہیں ہے، اس لیے تم اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہو۔ یہ وہ ایک وجہ ہے خواتین و حضرات! کہ قوم یہودی یثرب کی آج بھی فکر ہے۔ وہ آپ پر trust نہیں کرتے، وہ ڈرتے ہیں، وہ نئی آخرالزمان کو نبی نہیں مانتے۔ آج بھی انکا خواب مدینہ پر حکومت کرنا سوارا سے واپس حاصل کرنا ہے۔ بھلا اُس نہ نبی سنا کر سے پوچھو کہ جو تمہارے مدینہ کی اتنی فکر کر رہا ہے، وہ کب اپنے تعصبات کو ترک کر دے گا، وہ کب اپنے خفیہ خیالات کے اظہار کو ترک کر دے گا۔

خواتین و حضرات! ایک مثال یہ ہے کہ تمام چیزیں ایک ہی طرف کو بہہ رہی ہیں اور وہ آخری حد تک کے اس آخری حصے کو بہہ رہی ہیں جہاں رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں میری امت دجال کے خلاف جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔ اب آپ حیران تو ہوں گے کہ اسرائیل کو کیسے دجال کہا جاسکتا ہے؟ تمہارا پیچھے ہٹا پڑے گا۔

مکلفہ، دانیال میں حضرت دانیال اور جبرائیل کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی تو دانیال پوچھتے ہیں کہ یہ جو تم مجھے بار بار دجال سے ڈراتے ہو تو یہ تو تاؤ ک یہ ہے کون...؟ اور کیا یہ میری زندگی میں ہے...؟ حضرت جبرائیل نے کہا اے دانیال! مملکت زس بخیرہ ہانگ اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔ یہ پہلی نئی تائی پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ وقت آئے گا کب؟ فرمایا کہ اے دانیال! جب انسان احمد قلی میں دراندازی کرے گا اور دانی قریبانی متقطع کر دی جائے گی تو دجال کا خروج لازم ہے۔ اس میں بھی پہلا حصہ پورا ہو گیا سوارا انسان مسلسل اجرام قلی میں دراندازی کر رہا ہے۔ Mars پر پہنچ گیا ہے، چاند کی منزل بھی سر کر لی ہیں۔ آخر میں

دانیال نے پوچھا کہ کیا میں اس وقت زندہ ہوں گا؟ فرمایا: نہیں دانیال! اس سے بہت پہلے نیکیوں میں سوئے گا اور نیکیوں میں اٹھایا جائے گا۔ ایک دور۔۔۔ اور ایک دور۔۔۔ اور پھر نصف دور۔۔۔ اس کے بعد اس زمانہ ہے۔

خواتین و حضرات! منظر نماز اگر زمانے کی طرف دیکھیں تو آج سے exactly پچیس سو سال پہلے حضرت دانیال کا زمانہ تھا کیونکہ مذہب میں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ حضرت دانیال کو پچیس سو برس گزر گئے ہیں۔ احرام نفل میں مسلسل دراندازی ہو رہی ہے۔ دجال پورے عروج و فروغ پر ہے اور حضور ﷺ کی حدیث بھی پوری ہوئی۔ فرمایا زمانہ آخر میں میری امت کے نکران دجال کا ساتھ دیں گے۔ الحمد للہ ہمیں ان کی کوئی پروا نہیں ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کی ایک ایک بات پوری ہو رہی ہے، مجھے فخر یہ ہے کہ میں اس پیغمبر پر یقین رکھتا ہوں کہ جس کا کلام راست بازی کے سوا کبھی کسی چیز سے آشنا نہیں ہوا اور خدا کے فضل و کرم سے وہ بات قیفا پوری ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آخر میں میری امت دجال کے خلاف جہاد کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔

ابو نعیم بن حماد نے حمادی میں یہ حدیث نقل فرمائی۔ اصل میں زمینی حقائق ایسے پھرش ہیں، ایسے مایوس اور گمراہ کن ہیں کہ گنتا یہ ہے کہ سینہ مسلمان خدا سے بالکل اامید ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے تو میدی

مجھے تا تو کسی اور کا فری آیا ہے

یعنی اللہ سے امید کا ترک کرنا اور غیر اللہ سے امیدیں لگانا، یہ زمینی حقائق ہیں اور بہت سے لوگ جو scientific facts کو بڑی عزت دیتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ جو قومیں عروج پر ہیں، ان سے ذرا ڈرنا چاہیے، ان کی مطابقت کرنی چاہیے مگر خدا کا تو اصول ہی different ہے۔ اس سے ذرا پہلے کچھ زمینی حقائق دیکھئے کہ جہاد کے لیے چند لوگ نکلے۔۔۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ حدیث ہے کہ ہم جہاد کے لیے نکلے، ہم سات لوگ تھے، ایک اونٹ تھا۔ ہمارے پاس دو تیرے تھے اور باقی لوگوں کے پاس صرف کنزیاں تھیں اور ہم نے کوشش کر کے انہیں نوکیلا بنایا ہوا تھا۔ یہ وقت کی جاہر ترین قوتوں کے خلاف، زمینی حقائق کے خلاف، یہ چند ایک آسمانی حقائق کے لوگ نکل رہے تھے۔ جب شاہنامہ فردوسی لکھا گیا اور سلطنت فارس کا زوال ہوا تو فردوسی نے بڑے غم سے کہا کہ ٹوٹی تلواروں والے، گوبہ اور سونام

کھانے والے۔ انسان پر غیر عربوں نے فارس کے وارث ساسانیوں کی اپنی بلند مرتبہ سلطنت کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ پھر وہ کبھی اپنے آبائی شہر نہ گیا۔

جہاں خوار شد آل ساسانیان

تف ہر تو اے گردش آسمان

(کہ تجھ پر افسوس جائے آسمان اور لخت ہے۔)

آپ کبھی آسمان پر لخت نہ کیجئے گا "لَا تَسْبُلُ الْمَلٰٓئِکَةُ" (زمانے کو برا نہ کہتا، زمانہ خدا ہے۔) جو زمانے کو برا کہتا ہے وقت کو برا کہتا ہے، وہ خدا کو برا کہتا ہے۔ زمانہ تقدیر ہے، زمانہ اوقات کا زندگی ہے، زمانہ نسل انسان کی استعداد ہے، اس کے فرائض ہیں اور یہ سارا کام پیاس ہزار سال پہلے نسل انسان کو روزمین کو تحقیق کرنے سے پہلے اللہ نے لکھ دیا تھا، جسے لوہے محفوظ کہتے ہیں اور کھینے کے بعد جو زمانے کو برا کہے گا، وہ لوہے محفوظ کو برا کہے گا اور جو لوہے محفوظ کو برا کہے گا وہ لوح محفوظ کے خالق کو برا کہے گا۔ یہ غلطی کبھی نہ کیجئے گا کہ زمانہ خراب ہے۔ زمانہ خود اللہ کی تحقیق ہے، اس میں کوئی غلط نہیں۔

خواتین و حضرات! صور حال یہ ہوئی کہ ابھی تک تو زمینی حقائق کی کوئی مثال ایسی نہیں ہے۔ ابھی تک تو پاکستان کی کبھی کوئی ٹانگ کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی فوجی کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی سیاستدان کھینچ رہا ہے۔ پاکستان جب سے بنا ہے تب سے لے کر آج تک جو چیز پاکستان کے لوگوں کے سامنے آئی ہے، ہر سال سامنے آئی ہے، ہر صبح آئی ہے، ہر روز آئی ہے وہ اس کی sense of insecurity ہے۔ گھٹتا ہے کہ پورا ملک اپنی طور پر ایک خوف کا شکار ہے کہ کل ہم ہوں گے یا نہ ہوں گے، ٹر اس بات کو بہت اچھی طرح سمجھ رکھتے کہ پاکستان کا مقدر بہت پہلے رسول اللہ کی حدیث میں کھینچا گیا ہے۔ حضرت ابو نعیم بن حوالہ نے فرمایا: کہ دہلی ہند کے مسلمان زمانہ آخر میں پہلے اہل نظر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے دوسرا ماوراہد کو پابند ساسل کریں گے اور اس کے بعد شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ اگر غلامی حقائق پر جائیں تو بڑی دور کی بات لگتی ہے۔ اب تو ہند تقسیم ہو گیا ہے۔ اب آپ مسلمان ہو اور بنگلہ دیش مسلمان ہے۔ یہ زمانہ آخر میں آپ کا مقدر ہے جو کھینچا گیا ہے۔

آپ تیرا تو ہوں گے کہ ہم کتنی دور تک کسی کا غم کر سکتے ہیں۔ میں اپنے باپ کا غم کر سکتا ہوں، دادا کا غم کر سکتا ہوں، بچے کا کر سکتا ہوں، پوتے کا کر سکتا ہوں۔ چلو اگر میری زندگی میں

پڑا ہوا دانا غم کروں گا مگر میں اپنی ساتویں نسل کا کیسے غم کر سکتا ہوں؟ دوسروں کا کیسے کر سکتا ہوں؟ ایک آپ کا پیغمبر ہے کہ آپ کے خیر اور نایفیت کا اتنا شائق ہے، اتنا شائق ہے کہ قرآن اسے حریص کہتا ہے۔ اللہ کو کوئی positive لفظ ہی نہیں ملا۔ کسی مثبت لفظ میں اتنی طاقت ہی نہ تھی کہ امت پہلے جذبہ حبیب رسول کو بیان کر سکتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت پہلے محبت کا وہ جذبہ تھا کہ اس کو کوئی positive لفظ سمیٹ ہی نہ سکتا تھا اس لئے خدا کو ”حریص“ کا لفظ استعمال کرنا پڑا کہ وہ اتنا چاہتے ہیں اپنی امت کو۔۔۔

ذرا غور کیجئے اور فرق محسوس کیجئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ عمران کو چاہ رہے تھے۔۔۔ نماز فرض ہو گئی۔ کچھ عجب پار کے پھلائے ہوئے۔۔۔ اپنی عجب ذات سے بھی کچھ پریشان مال۔۔۔ کچھ حضور پر دامن۔۔۔ پہلی پہلی ملاقات۔۔۔ چلتے ہیں۔۔۔ کچھ حواس ایسے ہیں کہ کچھ یاد نہیں رہتا کہ کیا کہا ہے تو مومن کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ کی امت پانچ سو نمازیں کیسے پڑھ گئی؟ تب خیال آیا کہ میری امت تو واقعی بڑی کمزور ہے پھر چلتے ہیں اور پچاس لے کر آتے ہیں حتیٰ کہ پانچ لے کر آتے ہیں۔ جب پانچ نیکر آتے ہیں تو مومن کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بڑا تجربہ ہے اپنی قوم کا۔۔۔ آپ لوگ تو یہودیوں کے بڑے عقلمند کہتے ہوں، بڑے دانش ور کہتے ہو، آئن سٹائن کے reference دیتے ہو کہ اس سے بڑا دانش ور اس صدی میں اور کوئی نہیں مگر یہودی کا پیغمبر کیا کہتا ہے۔؟ مومن جو ان کو جانتے والے ہیں، وہ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ”اعوذ باللہ ان اكون من الجاهلین“ اے اللہ کہیں ان جاہل نہ بن جائوں۔۔۔ یا ستم بڑے بڑے جاہل ہیں کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔۔۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندی کردہ ہم
بازی گوئی کہ دامن ترسکس ہو شیارِ باش (حافظ)

(میں سمندر کے بچوں سے تختہ چڑھنے پر تو نے مجھے بخدا دیا ہے پھر بھی تو یہ چاہتا ہے کہ میرا لباس رن نہ ہو، میں بھیکوں نہیں۔)

آپ غور کیجئے کہ معمولی سی عقل رکھنے والا بھی جو ہو گا وہ کہے گا کہ میرے ارد گرد وہیاب لگا ہوا ہے مسلمانوں کا۔۔۔ آج نہیں تو کل، کبھی تو یہ طاقت ور ہوں گے، مانہوں نے میرا ذرہ ذرہ لے لیا ہے میری سستی کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ یہ زمینی حقائق ہیں۔۔۔ کہاں تک بچے گا؟ مکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ یہ دو چار قتل کرنے سے، دو چار بمباریوں سے مسلمان تو نہیں

مر جائیں گے۔ یہ کہاں تک نہیں گئے؟ یہ وہ چار کرہز یہودی ...؟ انکا تو انجام وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا کہ ایک ایک کھل ہو گا سوائے غرقہ کے درخت جو اسے پتا دیں گے۔ یہ وہ نظر نہیں آتا، زمینی حقائق کے تحت بھی نظر نہیں آتا۔ امریکہ کو پہنچنے میں بڑی دیر لگے گی۔ ابھی آپ کے سامنے حقائق ہیں کہ ایک چھوٹے سے گروہ کی مزاحمت نے اسے بے بس کر کے رکھ دیا ہے ابھی تو بہت بڑے بڑے معرکے سامنے ہیں، ابھی تو زمینی حقائق بڑے اونگے اٹھ اڑیں ابھریں گے۔

خواتین و حضرات! اموؤ اللہ کے رسول ﷺ تیسری مرتبہ لوٹ کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے موسیٰ! اب نہیں۔۔۔ اب بار بار تخفیف کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ پانچ نمازیں ٹھیک ہیں، مجھے امید ہے میں پڑھ لوں گا۔۔۔ میری امت پڑھ لے گی۔ لیکن خواتین و حضرات! قیامت کے دن ایسا نہیں ہوگا، شفاعت کے دن ایسا نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن جہنم کو بلا جائے گا، کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا آپ کی امت کی شفاعت کا۔۔۔ ایک دفعہ۔۔۔ دو دفعہ۔۔۔ تین دفعہ۔۔۔ وہاں نہیں، حجاب کریں گے، بار بار جائیں گے۔ اللہ کے بارے میں میرے رسول ﷺ! یہ حدیث قدسی ہے بخاری اور مسلم میں ہے کہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو ناراض نہیں رہنے دیں گے۔ ہم آپ کی مکمل امت کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ اے میرے رسول! اب واقعی کوئی جہنم میں ایسا موجود نہیں ہے جو آپ کی امت میں سے ہو مگر وہ کہ جسے کتاب نے روک رکھا ہو۔ خواتین و حضرات! اللہ میاں بھی بہت سیانے ہیں ادھر سے ادھر جاتے ہوئے کوئی دس بیس ہزار سال تک ہی جائیں گے۔ مسلمان اپنی اپنی سزا کو بھی پہنچ جائیں گے، ایک شفاعت اور دوسری شفاعت کے سچ کے وقت میں خدا کا انصاف بھی پورا ہو جائے گا، شفاعت کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا اور اتنی دیر میں آگ چھاننا صاف ہی دے گی۔ اللہ نے اپنا کام بھی پورا کر لیا ہے اور شفاعت بھی عطا کر دینی ہے۔

حضرت لقمان نے کہا تھا کہ جو خدا کو ماننا ہے، وہ کبھی خدا سے امید منقطع نہیں کرنا اور سب سے بڑی امید زمین و آسمان میں صرف اور صرف اللہ ہے۔ اگر ہم اپنی دو رہاشر کی زندگی پر نظر رکھیں، اگر ہم اپنی personal life پر نظر رکھیں تو ایک دیوانگی، شعور کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک تملات مسلسل، ایک جانورانہ روشنی۔۔۔ چاہے وہ ہمارے سے گزرے یا غربت سے گزرے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کو پچاس سال مسرت اور ذلت میں گزارنے ہیں، اس پر

خودکشی حرام کیوں ہو؟ اگر اس کے سینے میں امید نہ ہو، اگر اس کے دل میں اللہ کی طرف سے کوئی امید باقی نہ رہے تو پھر بے شمار بھوک سے کھستے ہوئے لوگ، غربت و افلاس کے مارے ہوئے لوگ، اگر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیں تو ان کو کیا اِترام دیا جائے؟ مگر زمین و آسمان میں سب سے بڑی امید اللہ ہے پھر اگر general routine سے دیکھیں، اگر کائنات کے reference سے دیکھیں، تو billions اور trillions سال کی زندگی کے عرصے میں ان ساٹھ ستر سالوں کی کیا اہمیت ہے؟ اس کو کہاں place کریں گے؟ دنیا کو کہاں place کریں گے؟ اور زندگی کو کہاں place کریں گے؟ کیا یہ احتمالات درویش کی بات نہیں ہے کہ جب انسان مال و دولت اور اسباب کا مالک ہو جائے تو اس کو heart attack ہو جائے اور جب محنت و مشقت کرنے کے بعد گوشت کھانے کے قابل ہو تو گردے مل جاتے ہیں، جب اس کے شیش و آرام کا وقت آیا تو شوگر لے کر بیٹھ گئے اور موصوف جب اتنی سخت محنت کر کے جب دنیا کا اس قابل ہوتے ہیں کہ عزت و قدر کے مناسب حامل کریں، اس وقت جسمانی، ذہنی خوراک کی جس ہی چیزیں لیتی ہیں۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا اور عمر رائیگاں گزاردی، غلط priorities میں گزار دی، ہندوؤں کے مسلک میں گزار دی۔۔۔۔۔

جو آؤ دیکھ follow کر رہے ہیں، جو ہمارے انداز زندگی ہیں، اس میں صرف ایک چیز ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ سچ بات پوچھو تو ایک انگریز مفکر نے Encyclopaedia of religion میں ایک بڑا دلچسپ جملہ لکھا کہ اسلام جب برصغیر میں داخل ہوا اور برصغیر کی تاریخ ہے کہ جو مذہب اس میں داخل ہوا، ہندو مذہب اس کو کھانا بنا دیا، مذہب کو کھانا بنا دیا۔۔۔۔۔ جین مذہب اس کو کھانا بنا دیا۔۔۔۔۔ اور کھانا اس طرح بنایا کہ اس کو تو کوئی problem ہی نہیں تھا بت بنانے میں، جوں ہی چھوٹ ہوا، اشوکا نے اس کا بت بنا کر ہندو مت میں رکھ دیا۔۔۔۔۔ جینا مرا تو جینا وڑا کا بت بنا کر ہندو مت میں داخل کر دیا۔ اوپر سے اسلام آ گیا۔۔۔۔۔ اس نے Encyclopedia میں ایک جملہ لکھا کہ There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible. وحدانیت کی عظمت کی گئی ہے کہ کوئی دوسرا خدا ممکن ہی نہیں ہے۔ آج بھی چاہے کوئی سچا مسلمان ہو، چاہے کوئی جھوٹا، چاہے کوئی کمزور ہو، چاہے طاقتور۔۔۔۔۔ کسی بھی مسلمان سے پوچھ لو کہ خدا کتنے

ہیں؟ کہے گا ایک..... یہ تلخ حیات ہے کہ جہالت میں کوئی کسی کو کفر و شرک کے نواسے لگا دیا پھر سے
مگر آج بھی جملہ مسلمانوں کا صرف ایک خدا ہے مگر جی پوچھو تو خدائے واحد کے سوا باقی تمام
چیزیں ہندو مت لگا گیا..... آپ کی تمام نادانیاں لگا گیا..... آپ کی ذہانتیں لگا گیا..... آپ کے
مٹا دی گیا ہاور رسوم لگا گیا..... آپ کو اس نے برہمن اور چودری بنا دیا:
یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی ہو انھان بھی ہو
تم بھی کچھ ہو بناؤ تو مسلمان بھی ہو

اس نے آپ کو حسب نسب میں تقسیم کر دیا، آپ کی general اسلامی رہنمائی کی اس نے
sense ختم کر دی۔ ہاں، ایک خدائے واحد کا اقرار آپ کے پاس رہ گیا اور یہیں سے دوبارہ
زندگیوں کا آغاز کیا ہوگا۔ تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ سے اپنے ذاتی تعلق اور محبت کو زندہ کرنا ہوگا۔
وہ بے کار مذہب ہے جس کی پرستش کرتے ہوئے آپ قبر تک پہلے جاؤ اور آپ کے اندر کوئی
اخلاقی اور چینی ترقی نہ ہو، کوئی علمی ترقی نہ ہو مگر یونہی ایک بچی کر ایک بی ایچ ڈی کا
student ترقی ترقی تو کرتا ہے مگر تہہ ہے کہ مسلمان دس برس کی عمر سے نماز پڑھنا شروع
کرے اور قبر تک نمازی پڑھتا چلا جائے اور اس کے دل و دماغ میں کوئی change نہ آئے،
اس لئے خدا کہتا ہے: ”يَسْخَرُونَ مِنْكَ مَحْسُورًا“ (مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری قدر نہ
پہچی) اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم مذہب کی فرض و ناسبت کو سمجھیں اور پرویز گارے محبت و انس کو
اپنی زندگی کا شعار بنائیں اور خدا سے یہ رزق کریں کہ ہم مومن نہیں تو کم از کم ایک اچھے مسلمان کی
طرح زندگی گزاریں۔

سوال اس کرہ مارش پر عرف دو نظریاتی مباحثیں ہیں اول پاکستان، دوم اسرائیل، دونوں میں
کیا فرق ہے؟ پاکستان کا مستقبل کیا ہے اور مسلمانہ سٹیٹس کا کردار کیا ہے؟
جواب: دونوں قوموں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اسرائیل اپنی ابتداء سے لے کر آج تک
اپنے مختلف پر قائم ہے اس نے کبھی اپنے مقصد سے گریز نہیں کیا۔ وہی ملک ہیں جو کہ مذہبی
اساس پر قائم ہیں مگر اسرائیل اور پاکستان میں بہت بڑا فرق ہے۔ جب سے وہ وجود میں آیا ہے
اس کا مرکز ہی نقطہ نظر کبھی نہیں بدلا، وہ اپنے مقصد سے آشنا ہے اور پوری قوم اپنی اسرائیل اس کے
لئے جدوجہد کر رہی ہے، اس سٹیٹس تیار کی کر رہی ہے ان کی تیار، ان کے آلات جنگ، ان کی
پشت پناہی، وہ جتنا ستر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کر رہا ہے۔

پاکستان کا حال اس سے بالکل الگ ہے۔ بڑے بڑے علماء، تہذیب پاکستان کے وقت موجود تھے، بڑے بڑے علماء، بات اس وقت موجود تھے، قریباً قریباً برہم فراتے کے اکابرین موجود تھے، جید علماء، فاضل، فقیر، محدثین سب موجود تھے۔ India was teeming with religious scholars مگر جب انتخاب کا وقت آیا تو حیران کن بات ہے کہ یہ مذہبی علماء کبھی گاندھی کی خدمت میں حاضر ہوتے، کبھی پنڈت نہرو کے محل کی زینت ہوتے۔ ان تمام religious شخصوں کے عظیم ہاموں اور عظیم ملاؤں میں کوئی شیخ العرب و لہجہ تھے کوئی شیخ احمد ریش تھے مگر پر قسمتی یہ دیکھنے کہ باوجود اتنی زیادہ مذہبی تعلیمات اور شناسائیت کے، اللہ نے انہیں مناسب اور صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق نہیں دی۔ نہ ہی مسلمانوں کو lead کرنے کی توفیق دی، بلکہ بتول ان کے ایک گیز را آدی، مغربی سکولوں میں پڑھا ہوا، جو بظاہر اہل اسلام کے انداز معاشرت بھی نہیں جانتا تھا، بظاہر ایسے گنگنا تھا کہ اسے انگلیٹنڈ اور دوسرے یورپی ممالک کی طرز زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔ جس کے سوت بھی فرانس سے بن کر آتے تھے، اس شخص کو خدا نے اٹھایا اور ملت اسلامیہ کے ایک نوزائیدہ ملک کا سربراہ بنایا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیا آتہ ہم خدا سے یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتے کہ کیا وجہ تھی؟ محمد علی جناح کی کوئیوں تو نے ملت اسلامیہ کا سربراہ بنایا؟ شیخ العرب و لہجہ کیوں نہیں بنایا؟

ثواتین حضرات! اتنے بڑے بڑے عالم جب کہ nationalist تھے، وطن پرست ہو گئے تھے، گاندھی کے ساتھ مل کر ایک متحدہ ہندوستان کی تئیں کر رہے تھے۔ اس وقت یہ ولایتی انسان بڑے عجیب و غریب انداز کا مالک، اٹھا... کسی نے پوچھا "گاندھ اعظم..."! یہ اتنی محنت... یہ کیوں کر رہے ہو؟ کہا "صرف ایک وجہ ہے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں اور اسے کہوں کہ تو نے ایک کام میرے سپرد کیا تھا، وہ میں نے پوری دیانت سے نبھا دیا ہے تو وہ مجھے کہے "Well done Mr. Jinnah.!" دوسری مرتبہ فرمایا کہ میری صرف ایک خواہش ہے کہ جب میں مر جاؤں اور اللہ کے حضور پہنچوں تو اللہ مجھے کہے "تو ایک مسلمان کی طرح جیا..." جو میں نے تجھے کام دیا، وہ تو نے پورا کیا اور تو ایک مسلمان کی موت مر کر میرے پاس پہنچا۔ ثواتین حضرات! وہ دنیا بے کادیکھنے والا ہے، اگر اس وقت کے کسی مذہبی عالم، کسی مہدیت کے حقدار، کسی علامہ زمان، کسی شیخ العرب و لہجہ کی اتنی صاف نیت ہوتی۔ تو قسم لے لیجئے کہ خدا انہیں کو چنتا۔

وَأَعْلَمُ مَا تُبْلُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ

(اور میں جاننا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔)

جب پاکستان بن گیا تو وہ اجتماع امت نے بنایا، کسی عالم نے نہیں بنایا اور حدیث رسول ﷺ پوری ہوئی کہ ”میری امت کا اجتماع کبھی غلطی نہیں کرے گا“۔ اجتماع امت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ پاکستان Political reasons سے بنا، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے معاشی reasons تھیں۔ ہاں، جیسا..... سرسید کی رپورٹ موجود ہے، جس میں اس وقت کے مسلمانوں کا حال موجود ہے، اس insult کا بھی پتہ ہے جو مسلمان برطانوی سامراج کے ہاتھوں face کر رہے تھے۔ بڑے بڑے مسلمان شینٹا ہوں گے لباس انگریزوں نے اپنے bearers کو پہنا رکھے تھے۔ لیکن سو برس تک کوئی غرہ پاکستان کا باعث نہیں بنا۔

خواتین و حضرات! کلچر تو ازی لائنوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ایک ملک میں اگر بہت سے انداز فکر چل رہے ہوں تو سب harmful ہوتے ہیں۔ harmful اگر converge کر کے ایک نقطے پر جمع ہو جائیں تو ہم کہتے ہیں کہ باوجود مذہبی، اخلاقی اور جتنی اختلافات کے، ایک basic force انہیں ایک نقطے پر جمع کر رہی ہے۔ پاکستان کی تحقیق کا باعث صرف اور صرف مذہب کا converging moment تھا۔ لوگوں کے مزاج مختلف تھے، انداز فکر بھی مختلف تھے، understandings مختلف تھیں مگر سارے کے سارے کلچرل کراپ ایک نقطہ پر مرکوز ہو رہے تھے اور وہ مذہب تھا، اسلام تھا، اس لئے پاکستان کی قیام میں صرف ایک ہی نعرے نے کام کیا کہ

پاکستان کا مطلب یہاں لا الہ الا اللہ

اسرائیل ابتداء سے لے کر آج تک اس مہد کی پابندی کر رہا ہے جس کے تحت اس کا وجود بنا ہے لیکن پاکستان نے اپنے وجود کی تحقیق کے ساتھ ہی اپنے مہد کی پابندی چھوڑ دی۔ کبھی یہ secular بنا، کبھی یہ modern democratic بنا، مگر یہ نہیں بنا، مگر اس قوم نے مہد نہیں کیا، تو مسلمان بننے کا کبھی مہد نہیں کیا، اسلام کو طرز حیات بنانے کا مہد نہیں کیا۔ اسلام میں ہے کیا.....؟ خواتین و حضرات! آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صرف نماز اور روزہ اسلام ہے؟ آپ غور کرو کہ پورے کا پورا اسلام ظاہری زندگی میں کتنا ہے؟ صرف پانچ وقت کی نماز اور سال میں تیس

روز سے ... اس کے علاوہ اسلام کے ظاہر میں کیا ہے؟ کون سی چیز آپ اسلام میں ڈالو گے کہ یہ روشن خیال ہو جائے گا؟ وہ مذہب جس پر دنیا کو اعتراض ہے؟ آپ apologetic کیوں ہو؟ کیوں شرمندہ ہو؟ کس چیز سے شرمندہ ہو؟ جسکو مسلمان ہونے پر شرمندگی ہے کیا باہر نہیں ہے کہ وہ اسلام چھوڑ جائے؟ اسلام کو کیوں آپ رسوا کرتے ہو؟ جو اپنے عقیدہ اور خیال پر committ نہیں کر سکتا، جو اپنے دین کے ساتھ committ نہیں کر سکتا، آپ نے اسے مدد کیوں بخش دی ہیں؟ قہر کیوں بخش دی ہیں، آپ نے اسلام کو مخصوص لباس کیوں بخش دیا ہے؟ آپ نے اس کو مخصوص انداز کیوں بخش دیا ہے؟

جملہ مسلمان گروہوں کو اللہ کے رسول نے کہا تھا کہ کچھ لوگ علیحدہ جاکے انداز اختیار کر کے میری امت نہیں گم اور کچھ لوگ علیحدہ جاندہ انداز اختیار کر لیں گے۔ میں آپ کو تباہی کی امت رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟ ان کی شناخت کیا ہے؟ حدیث کو غور سے سنئے۔ خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب صاحب رسول ﷺ پیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: زمانہ آخر میں جو حضراء کو غلبہ ہوگا، نیلی آنکھوں والوں کو غلبہ ہوگا۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یا اس وقت مسلمان تعداد میں بہت کم ہوں گے کہا نہیں وہ جو مروج کی طرح ہوں گے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر بھی ان کو غلبہ ہوگا؟ کہا ہاں، ان پر دنیا کی محبت غالب ہوگئی۔ خواتین و حضرات! ذرا درمیان کے جملے پر غور فرمائیے کہ مسلمان مروج کی طرح ہوں گے۔ کیا کوئی بھی مذہبی جماعت مروج کی طرح ہے؟ کیا پانچ پانچ لاکھ کے مذہبی گروہ امت رسول ﷺ ہیں؟ پندرہ کروڑ میں سے سب مذہبی جماعتیں اپنا حصہ ٹال لیں۔ کتنے کروڑ لوگ ہوں گے؟ پانچ لاکھ، دس لاکھ پچاس لاکھ۔ مگر یہ باقی کی امت کے بارے میں ارشاد ہے، ایک عرب مسلمان جو دنیا کے پیچھے پیچھے پر آباد ہیں، جن کا شخص کسی دیوبند سے کسی بریلی سے کسی قبل حدیث سے نہیں ہے۔ یہ وہ آزاد مسلمان رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، بقول اسی حدیث رسول ﷺ کے کہ چنکا کوئی مسلک مختص نہیں ہے مگر یہ اللہ کو مانتے ہیں، رسول اللہ کو مانتے ہیں مگر یہ مذہب کی بجائے دولت دنیا کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ بقول قرآن

”لَا تَبْتَغِي لِكُلِّفَتِ اللّٰهُ“ (یونس 64:10)

(اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔)

اللہ نے فرمایا تم اپنے آگے، میں پیٹ آؤں گا۔ تم لوٹ جاؤ گے میں لوٹ جاؤں گا۔

آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہیں، آپ اسے کیا خوشی کی بات دے رہے ہو؟ مجھے انگلیش میں ایک گروپ آف پروفیسرز سے پانچ گھنٹے بات کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد ان کے head پروفیسر نے مجھے کہا کہ You want me to convert وہ متاثر ہوئے تو انہوں نے یہ کہا۔ میں نے کہا کہ Why should I want you to convert اس لئے کہ میں پاکستان جا کر بڑے فخر سے اعلان کروں کہ میں نے غلامانگریز کو مسلمان کیا ہے۔ میں یہ دعویٰ کرنا پھروں کہ ایک انگریز کو مسلمان کر کے میں نے بڑا کام کر لیا ہے۔ میں نے کہا کہ جو ایک ارب مسلمان میرے پیچھے ہے، جو میں کروڑ مسلمان پاکستان میں ہے ان میں سے اگر پانچ لاکھ بھی ٹھیک ہو جائیں تو تم یورپ والوں کی سیادت ٹوٹ جائے گی، مجھے تمہارا ستانین سے کیا واسطہ ہے؟ اگر تم نے مسلمان ہونا ہے تو اپنے لئے ہونا ہے۔ I have no pride, nothing to do with your religion مگر تمہارے قصبات کو دور کرنے کے لیے میں نے ایک رستہ کشادہ کر دیا ہے۔ جاؤ گھر جا کر سوچو۔۔۔ مسلمان ہونا تمہارا اور خدا کا ذاتی معاملہ ہے میرا نہیں۔ It is not my problem, اندازہ لگائیے مسلمان نالمنوں کا۔۔۔ آپ کو بڑے محبوب ہوں گے یہ مسلمان عالم۔۔۔ پورے کے پورے channel کھولے ہوئے اور انتہائی اہمیتانہ تعلیمات دے رہے ہیں۔ مسلمان نالمنوں کا یہ حال ہے کہ ایک ٹی وی چینل یا فہرہ استعارے فرما رہا ہے۔ کبھی آپ نے استعارے کی نوعیت دیکھی۔ استعارہ اللہ کے ایک قانون کے سامنے ہے۔ ”أَمِنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ إِذَا دُعَاةُ“ کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دہانہ ہے۔ ”وَيُكْشِفُ السُّوءَ“ اور کون ہے جو برائی کی گڑبڑیں کھول دیتا ہے۔ ”وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ“ اور کون ہے جو تمہیں زمین پر عزت و حکومت عطا کرتا ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ هُمْ أَقْلًا مَا تَدْكُرُونَ“ (النمل 62:27) کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے؟ مگر تم اسے بہت کم یاد کرتے ہو۔

خواتین و حضرات! جب ہمیں کوئی مسئلہ پڑتا ہے، ہماری سوجھ بوجھ الجھ جاتی ہیں، ہمارے مسائل پیچیدہ ہو جاتے ہیں، ہم ایک دوست کے پاس جاتے ہیں، ہمارا کرب بڑھتا ہے ہمیں جواب نہیں ملتا، بالآخر اس بے چینی، اس تکلیف اور اس اضطراب میں ہمیں اللہ یاد آ جاتا ہے۔

جس نے اللہ سے رجوع کیا ہدایت طلب کی اس کو اللہ واپس نہیں کرتا۔ ایک بات آپ سب سوچ کر بتانا کہ کیا اُس مولوی کے دل میں وہ کرب ٹرانسفر ہو چکا ہے جو میرے دل میں ہے؟ اللہ نے مجھے مجبور کچھ کر، مضطرب کچھ کر، مشکل میں پڑا ہوا انسان کچھ کر میرے اضطراب کا مجھے، استخارے میں جواب دینا ہوتا ہے، کیا جب آپ کسی سے استخارہ کروانے جاتے ہو تو وہ مجبوری، وجہ تکلیف، وہ اضطراب اُس، کمپیوٹر میں convert ہو جاتا ہے جو ایک جابلانہ مسلک کے تحت صبح و شام جادو اور سحر کے کارڈ نکال نکال کر دے رہا ہے۔ اس قسم کی حقائق دین میں فروغ پا گئی ہیں۔ یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔ اب academic کی سیئیں ایک صاحب مسلسل christianity کو غلط ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں، Judaism کو غلط ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں.....!

آج سے بہت پہلے، پندرہویں صدی میں جب Constantinoble کا fall ہوا۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا، Eastern church کا آخری شہر فتح ہوا، مسلمانوں کی کتابیں یورپ میں آئیں، یورپ اس وقت dark ages میں تھا۔ انجیلینڈ میں جب کسی کے سر میں درد ہوتا تھا تو وہ پادری کے پاس جاتے تھے جیسے آج کل ہماری خواتین نبوت پریت اور چڑیلوں کا کام لیتی ہیں۔ پادری ایک کیل اس کے سر میں ٹھونکنا تھا، مر گیا تو بھی نہ بچ گیا تو بھی نہ دونوں صورتوں میں مرد چلا جاتا تھا۔ پادری اس وقت دوطرح کے شوقینٹ بچا کرتے تھے، ایک Lower Paradise کا سر شوقینٹ اور دوسرا higher paradise کا شوقینٹ۔ کتر درجے کی جت کا پانچ پونڈ کا تھا اور اعلیٰ درجے کی جت کا دس پونڈ کا تھا۔ جب مسلمانوں کی تعلیمات Christians تک آئیں تو ان میں دو movements شروع ہوئیں۔ ایک کو تحریک احیائے علم اور دوسری کو تحریک احیائے مذہب کہتے ہیں۔ اصل میں جو بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب یہ دونوں تحریکات شروع ہوئیں تو اس وقت ایک پادری تھا، جس کا نام تھا Holly Hoaks ایک دوسرا پادری تھا جس کا نام تھا Bradlaw یہ دونوں پادری اس وقت چرچ میں تھے۔ لاٹ پادری نے ہوئی ہو کس کو کہا کہ یارا یہ جو ہماری بائبل ہے، ماں، یہ بڑی غلط سمت میں ہے۔ اس کے ایک سو تیس versions ہیں۔ اگر تو ایسا کرے کہ ان سب کو اکٹھا کر کے ہمیں ایک مشترک بائبل بنا دے ہوئی ہو کس نے حامی بھر لی۔ جب ہوئی ہو کس نے کام شروع کیا تو اس پر انکشاف ہوا کہ

Bibles کے versions میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کچھ اور کبہری ہے، دوسری کچھ اور کبہری ہے۔ ایک بائبل یعنی برہاس سرے سے ہی غائب ہے۔ سچی کچھ اور کبہری ہے مرقس کچھ اور کبہری ہے لوقا کچھ اور کبہری ہے جب اس نے یہ حال دیکھا تو اس نے اپنے لاٹ پادری کو لکھا کہ آپ ازراہ کرم اس مشترکہ version کا خیال چھوڑ دیجئے۔ جس نے جو پڑھنا ہوا پڑھ لے گا، اگر ہم نے مشترکہ version اختیار کیا تو بائبل اگت بہ حد تک مشکوک ہو جائے گی۔ بڑے لاٹ پادری نے اس کے عوض میں اسکو ایک chastise دے دی، اس کے درجات واپس لے لئے، تین مہینے قید کیا اور اس کو چرچ سے نکال دیا۔ یہ پندرہویں صدی کا واقعہ ہے۔ پندرہویں صدی کے بعد سب سے پہلا شخص جس نے قسطیکولرا استعمال کیا وہ ہولی ہوکس تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ "You can't be a good secularist unless you are a good atheist" (تم کبھی اچھے سیکولر نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایک اچھے atheist نہ ہو) خدا کا، مذہب کا، سیکولرازم سے کوئی واسطہ نہیں ہے Bradlaw نے کہا کہ "Religion and secularism are as apart as land from the sea" (سیکولرازم اور مذہب اتنے ہی دور ہیں، جتنا سمندر زمین سے) اگر سمندر زمین پر چڑھ جائے تو زمین نہیں رہتی اور اگر زمین سمندر پر چڑھ جائے تو سمندر نہیں رہتا۔ یہ دونوں اتنے opposite ہیں۔

ثواتین و حضرات! آج کیا ضرورت ہے کہ آپ christianity کو غلط ثابت کریں اور record ہے کہ پانچ سو برس پہلے جن ملائے مذہب نے اپنے دین سے بناوٹ کی، انہوں نے Protestant religion کو اپنایا۔ Protest کا مطلب ہی ہے، object کیا، اعتراض کیا، جس مذہب کی دوسری شاخ وجود ہی اس لئے آئی کہ وہ پہلی testament کو نہیں مانتے تھے تو آپ ثابت کیا کر رہے ہو کہ christianity غلط ہے۔؟ آج ثابت کیا کر رہے ہو۔؟ اس لئے کر رہے ہو کہ جو آپ کوئی شخص آپ سے کہے کہ قرآن غلط ہے۔ کیا مناسب بات کہی اللہ نے قرآن حکیم میں کہ تم اہل کفر کے بتوں کو برا نہ کہو، تم ان کے جھوٹے خداؤں کو برا نہ کہو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سچے خدا کو برا بھلا کہیں۔ پھر تمہیں تکلیف نہ یاد ہوگی 'ماں' سچے کو تکلیف نہ یاد ہوتی ہے۔

ثواتین و حضرات! Point یہ ہے کہ آپ اسے sub-issues میں الجھا رہے

ہو۔ یہ ہمارا issue نہیں ہے۔ Bible is wrong or right, who believes or doesn't believe in Bible is not our issue. ہے کہ ہم اپنے مذہب کے بنیادی مقصد سے کتنا دور آچکے ہیں۔؟ ہمارا اللہ سے کیا واسطہ ہے۔؟ رسم و رواج میں، محرمیت میں، کہانت میں ہم اس قدر ڈوب گئے ہیں کہ صرف پاکستان پر اگر آپ نظر ڈالو تو آدھے جاوہر کرنے والے ہیں اور آدھے وہ ہیں جن پر جاوہر ہوا ہے۔ ہر گھر، ہر گلی، ہر محلے میں حسب کتاب والے قریباً قریب تمام گلوں میں اتنے بے شمار جاوہر پیدا ہو چکے ہیں کہ گنتا ہے ہر آدمی آسب زدہ ہے جیسے قبروں سے مردے آسب زدہ نکل کر اٹھتے ہیں، اسی طرح ہمارے لوگ پاکلوں کی طرح دیوانوں کی طرح پھرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے مجھ پر تعویذ ہوا ہے، کوئی کہتا ہے مجھے پر جن آتا ہے کوئی ناتورن سرور کو کوئی دوسری مہر دینے کو تیار ہی نہیں ہے۔ اب بتاؤ ایک گھر ہے، شریف آدمیوں کا گھر ہے۔ چھوڑیں ہیں، ایک بی بی آ جاتی ہے۔ اب ہر ایک کے possessions کے matters شروع ہو جاتے ہیں یا وہ بیچاری جاوہر کرتی ہے یا یہ تھو جاوہر کرتی ہیں، کوئی اپنے اخلاق کو لڑائی نہیں دیتا، کوئی یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے کہ He could be wrong, she could be wrong. جب میں اپنی غلطی نہیں مانوں گا، تو کسی نارنجی reason کو ڈھونڈوں گا۔

جب کسی نے رشتے سے انکار کرنا ہوتا ہے۔۔۔ ایک بات طے ہو گئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد نیا رشتہ آ گیا ہے وہ جتنی سے انگینہ کا ہے۔ اب ماں باپ کو مصیبت پر لگتی۔۔۔ پڑا رشتہ تو بیچارہ گلی محلے کا تھا، شریف آدمی تھا، بی بی اسے پاس تھا، نوکری لگا ہوا تھا، اب انگینہ سے رشتہ آ گیا ہے کچھ عرصے کے بعد مولوی صاحب شریف لاتے ہیں یا QTV آ گیا، استخارہ شروع ہو گیا۔ ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم تو رشتہ دیتے تھے مگر QTV نے منع کر دیا، استخارہ ٹھیک نہیں آیا۔ لوگ اپنے اخلاقی جرائم کو استخارے سے cover کرتے ہیں، اپنے جھوٹ cover کرتے ہیں، یہ کون سا طریقہ ہے خدا سے پوچھنے کا۔! آپ کسی مولوی کو سو دو سو دیتے ہو کہ استخارہ کر دو، یہ کون سا طریقہ ہے خدا سے استخارہ کروانے کا۔؟ یہ کون سا مذہب ہے جس کو آپ مان رہے ہو؟ یہ کون سا طریقہ ہے خدا سے ہدایت طلب کرنے کا اور کیا مذہب ہے اور کیا وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر گمراہی کا جلاب آپ لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس قسم کی حماقتوں اور جہالتوں میں اس وقت پورے کا پورا غلطی اور مذہبی پس منظر ڈھابا ہوا ہے۔ ایک موصوف ہیں، کسی اخبار کے ایڈیٹر بھی ہیں،

اُن کا شوٹی وی پر آیا کہ امریکا نے کہا کہ ہم نے جس ٹین ڈالر رکھے ہیں مسلمانوں میں روشن خیالی پیدا کرنے کیلئے اور اعتدال پیدا کرنے کیلئے، یعنی مذہبی فرقہ رخم کرنے کیلئے..... اب موصوف اخبار چھوڑ کر امریکا جا بیٹھے، کچھ پیسے لئے، کچھ مزید طلب کرنے ہیں۔ واپس آ کر آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ آپ کو سلام دیں گے؟ Geo والے کیا آپ کو سلام دیں گے؟ Ary والے آپ کو سلام دیں گے؟ انہوں نے قائم divide کیا ہوا ہے۔ بچپن ہی صدقہ گانے سنتے ہیں، دس فی صد Geographic channel دیکھتے ہیں، دس فی صد لوگ انگریزی فلمیں دیکھتے ہیں، پانچ فی صد منڑے کھنڈے، نٹ کھٹ، چھیل جھیلے مذہب کی باتیں سنتے ہیں، یہ جو پانچ فی صد مذہب میڈیا دے رہا ہے اس کے فوراً بعد ایک سب سے زیادہ شیطان قسم کا گاما لگ جائے گا اور آپ کی ساری مذہبی feeling اس ڈانس میں دھوا ہو جائے گی۔

میڈیا کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، میڈیا مسلمان نہیں ہوتا، میڈیا basically وہاں بہت طلب ہے، basically اس کی صرف ایک ہی طلب ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی نمائش پر آمادہ کر سکے۔ اور اسی مقصد کے تحت انہوں نے مذہب بھی رکھا ہوتا ہے، کھیل کو بھی رکھا ہوتا ہے۔ آپ کب سے ان کو اتنا sincere جاننے لگے کہ یہ خدا اور رسول کی محبت میں آپ کو دین دکھا رہے ہیں؟ اور وہ کون سے ایسے عالم ہیں؟ media کا ایک اور کرشمہ دیکھئے..... ادھر تو ماشاء اللہ بڑی خوبصورت، تیز طرازی، بڑے شاندار انگریزی سکولوں کی پڑھی ہوئی قانون بندی ہوئی ہیں اور ادھر بیٹھے ہوتے ہیں مولوی شخص..... اور سامنے young generation ہے..... مولوی صاحب نے کچھ یہ کہا، کچھ وہ کہا، بنا کچھ پاس expressions ہیں، نہ ڈانٹا گز ہیں اور عجیب قسم کی صورت ہے، پرانے زمانے کے بتوں کی طرح، لٹ و صل کی طرح..... ادھر وہ ماشاء اللہ بارہ رو کی پڑھی ہوئی قانون ہے، اس کی انگریزی ہی نہیں سنہائی جاتی۔ Final touch یہ ہوتا ہے کہ secular ٹھیک ہے..... اور مولوی صاحب آپ غلط ہیں۔

یہ ایک technique ہے کہ بدترین religious representatives اور fancy قسم کا secular representative کرو اور آخر کار آپ fancy قسم کے representative سے متاثر ہو جاتے ہو۔ بد قسمتی سے عصر حاضر میں خدا کے advertisers بہت ہی گلیا ہیں۔ بات کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ بے سرو پا داغ..... very cheap اس لیے اللہ کی بے قدری کا باعث ہیں اسی لیے تو خدا کہتا ہے کہ اے ماوانو! تم نے

میری قدر ہی نہیں جانی۔۔۔ تم نے مجھے پچھا ہی نہیں، پچھنے بھی کیسے؟
 representation تو دیکھو جو آپ کو مل رہی ہے۔ Five star ہو مل میں اللہ کی بات
 نہیں ہو سکتی، قہری ستار ہو مل میں اللہ کی بات نہیں ہو سکتی، اللہ اتنا modern ہی نہیں ہے، کیا کیا
 جائے۔۔۔؟ وہاں باروڑ اور یورپ کے کیسوں کی بات تو ہو سکتی ہے، لیون کے آرٹ گیلری کی
 بات تو ہو سکتی ہے، اللہ کی نہیں ہو سکتی۔۔۔ اللہ بہت پرانا ہو چکا ہے۔

آنحضرتؐ میں مسلم اور بخاری میں، ارشاد گرامی، رسول ﷺ ہے، اعتدال اختیار
 کرو۔ کسی شہد ہب نے یہ حدیث پڑھی ہو تو بتائے۔۔۔ کسی دانا نے حکومت نے یہ حدیث پڑھی
 ہو تو بتائے، بد قسمتی سے حکومت حکومتی اشراف میں، اگر موصوف ایک پار چڑھنے میں عمر گزاریں تو
 بہتر ہے نسبت مذہب پر گفتگو کرنے کے۔۔۔

بخاری اور مسلم کی یہ احادیث علم و حکمت کی معراج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ خواتین و حضرات!
 دنیا بھر کے فلاسفہ point out نہیں کر سکتے کہ اعتدال fixity نہیں ہے۔ اعتدال ایک نقطہ،
 مرکوز نہیں ہے۔ اعتدال ایک area ہے، اس area کے باہر اعتدال نہیں رہے گا۔ اعتدال
 ایک line میں کھڑے ہونے کا نام نہیں ہے۔ آپ اس area میں حقائق کرو گے، غلطیاں کرو
 گے، پھر بھی اعتدال سے نہیں نکلو گے۔ اعتدال سے تپ نکلے گا جب حد و اللہ کو کراس کر جاؤ گے۔
 اللہ نے فرمایا: تسلک حدود اللہ اس اعتدال کے بارڈر لگے ہوئے ہیں اور یہ حد و اللہ ہیں:
 ومن بعد حدود اللہ اور جو ان حدود سے آگے بڑھے گا وہ ظالموں میں سے ہے۔ یہ کون سے
 دانش ورانہ عصر ہیں۔۔۔؟ کسی کو کیا پتہ قرآن میں کیا لکھا ہے؟ قرآن تو ہر سائنس سے آگے کی
 سائنس ہے۔ قرآن تو زمانے بھر کے مفکروں کو صرف ایک جملے میں سمیٹتا ہے۔ دو صدیوں بلکہ تین
 صدیوں سے یورپ کا ہر مفکر اور ہر فلسفی صرف ایک چیز جانتا ہے، ان کا تمام فلسفہ صرف دو پوائنٹس
 تک پہنچا ہے۔ برگساں اور نیچے۔۔۔ نیچے نے ایک فلسفہ دیا کہ تمام زندگی تواریخ میں
 ہے Returnal side کو جاری ہے۔ زمانہ اپنی صورت و مادہ ختم کر دے گا، جب ختم کر دے
 گا تو یہی مادی صورتیں دوبارہ پیدا ہو جائیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ according to the
 nitcial philosophy دو چار بلین سالوں کے بعد جب زندگی repeat ہوگی، تو میں اور
 آپ۔۔۔ یہی ہاں۔۔۔ اور یہی باتیں پھر سے۔۔۔ یعنی توارو ہوگا۔

برسرِ ماں نے کہا: ”زمانہ تمام باتِ حیات کو ختم کر چکا ہے، جیسے ایک ظلم طلی ہے زمانہ اپنے اندر وہ ظلم چلا رہا ہے۔“ آپ نے غور کیا کہ دونوں نے زمانے کو کمرِ کوشاں کیا..... ذرا قرآن کی ایک آیت سنیے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الجماعہ ۲۳)
(اور وہ کہتے ہیں ہمیں کوئی دوسری زندگی سوائے ہماری دنیا کی زندگی کے، ہم نے ہمیں مرا اور جینا
سوا اور ہمیں ہلا کر نہیں کرتا مگر زمانہ۔)

خواتین و حضرات! یہ بہت آگے کی باتیں ہیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری مجلس کی رسائی ابھی وہاں تک نہیں پہنچی۔ عمر حاضر کے بڑے سے بڑے سائنس دان بھی options تلاش کر رہے ہیں، مگر اللہ بڑے یقین سے ان کا ذکر کرتا ہے، اپنے احکامات وہاں اتارنے کی بات کرتا ہے۔ بڑی دور کی بات ہے، سب سے بڑے فلاسفر کی بات ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹی سی statement دی ہے ہو سکتا ہے ”کہ خدا زمین کی عمر آدھا دن اور بڑا حادے“۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! آدھا دن کتنا؟“ فرمایا: ”پانچ سو برس“۔ آج تک کسی سائنس دان نے یہ امکان ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کسی کی رسائی فخر میں نہیں گئی۔ یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ زمین کی عمر آدھا دن اور بڑا حادے، غور کریں خواتین و حضرات کہ اللہ جب چاہے ہند میں کی عمر پانچ سو برس اور آگے لے جا سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ایک اور بات۔۔۔ یہ کون ہیں جو حد پر نہ جاتے ہیں؟ یہ کن کو حدیشوں میں ناقص نظر آتا ہے؟ اپنی عقل کے ناقص سے کیوں نہیں سوچتے؟ فرمایا کہ جس اللہ حساب کتاب لے گا اور لوگ جنت میں داخل کر دینے جائیں گے، تو پھر بھی جنت میں جگہ بنتا جائے گی، پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا، نئے حساب کتاب ہوں گے، نئی دنیا میں ہوں گی، پھر سے آزمائش ہوں گی اور حضرت انسان کی زندگی کا یہ قوتور چلنا رہے گا۔

خواجهن وحضرات! کیوں؟؟ کیوں چلتا رہے گا؟ انہی کیا وہ ہے؟ یہ زندگی مانان
! ہم تو بڑے لاڈلے ہیں، ہمیں تو کائنات میں کوئی اور نظر نہیں آتا، ہم تو مجھے ہیں کہ ہم
 ہی انسان ہیں، ہمارے بغیر تو کچھ ہے ہی نہیں مگر انکے گھوڑے دیتا ہے۔ آپ کو یہ ہے کہ جنت کیا
 چیز ہے؟ بڑے سے بڑا عالم کیا آتا ہے؟ تمیں باغ ہیں، ایک میں انگور، ایک میں مروہ، ایک
 میں اما، ایک میں حور، ایک میں قصور ایسے ہی جو نئے جھوٹے ہیں۔ گنگا ایسا ہے کہ پوری کی
 پوری جنت نیادارک کے تھن بازاروں میں واقع ہے یا لائن کی Piccadilly circus میں